واصف علی واصف

گفتگو ۱۸

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے جوہر ٹاؤن ○ لاہور

نام کتاب گفتگو-۱۸

مصنّف واصف علی واصفؒ

سال اشاعت ۲۰۰۵ء

قیمت [illegible] روپے

﴿ ناشر ﴾

کاشف پبلی کیشنز

۳۰۱-اے، جوہر ٹاؤن۔ لاہور

ڈسٹری بیوٹرز: خزینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

کِنّے لکھ کروڑ سوالی دَر تیرے تے آون

واصفؔ وی وسنیک کہاوے تیرے نور نگر دا

(واصف علی واصفؒ)

عرضِ ناشر

''گفتگو'' کے سلسلے کی اٹھارویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ والیوم بھی گذشتہ جلدوں کی طرح گوناں گوں موضوعات پر مشتمل ہے۔ کتاب میں پوچھے گئے جو سوالات ہیں انہیں اگر غور سے دیکھا جائے تو ان کی اکثریت ذاتی نوعیت کے مسائل پر مبنی ہے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ذاتی سوال کے جواب کو جب پڑھا جائے گا تو اس سے وہ مسئلہ بھی واضح ہو جائے گا اور اس کا حل پانا بھی آسان ہو جائے گا۔ یہ سوال جس اور انسان کے دل میں ہوگا، جس کو اس کا جواب جاننا ضروری ہوگا'' وہ آسانی سے اپنے مسئلے کا حل پالے گا۔ قبلہ واصف صاحبؒ جب اپنی محفل کے لوگوں سے مخاطب ہوتے تھے تو ان کا فوکس ایک فرد ہوتا تھا اور اس کی ذات ہوتی تھی۔ اس طرح وہ اس کی ذات کا جائزہ لیتے اور جہاں پر اُسے کسی چیز کی ضرورت ہوتی اس کی نشان دہی کر دیتے۔ اس طرح اس شخص کے من کے اندر لگی ہوئی گانٹھ کھل جاتی اور اس کے لیے علم کا دروازہ کھل جاتا۔ حقیقت کی تلاش میں

آنے والے لوگ جب قبلہ واصف صاحبؒ کے پاس پہنچتے تو اس طرح اپنا اپنا راستہ بھی لیتے اور راستے کے لیے سامان بھی اکٹھا کرتے۔ آج بھی جو لوگ موجودہ دَور کے حالات کے جبر واکراہ کے باوجود سچ اور حق کی تلاش میں نکلتے ہیں تو انہیں کئی سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ''گفتگو'' کا یہ سلسلہ انہیں سوالات رکھنے والے اصحاب کے لیے مکمل جواب رکھتا ہے۔ اُمید ہے پچھلی کتابوں کی طرح یہ جلد بھی ان سب کے لیے وہی افادیت لائے گی جس کے لیے قبلہ واصف صاحبؒ اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ہمیشہ کی طرح اپنی رائے سے ہمیں ضرور مطلع کریں گے۔

فہرست

[ا]

[۲]

[۳]

[۴]

[۵]

۱ روزوں کا مہینہ آ رہا ہے تو رمضان کا حق ادا کرنے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

۲ آج کل اتنے فرقے کیوں ہیں؟ کیا ان کو ختم کرنے کے لیے تبلیغ کریں؟

۳ اگر مزاج ایک جیسا ہو جائے تو زندگی کا ڈرامہ بے رنگ ہو کر رہ جائے گا۔

۴ اگر کسی کو تبلیغ کرنے کا شوق ہو اور وہ مامور نہ ہو تو وہ کیا کرے؟

۵ فرد کی معاشرے کے لیے کیا ڈیوٹی ہے؟

۶ جس کو آپ جیسا کوئی مل جاتا ہے وہ دوسروں کو تو معاف کر دیتا ہے لیکن اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکتا۔

۷ میں یہ چاہتا ہوں کہ جو آپ کے پاس ہے وہ ہمیں دے دیں۔

۸ جو رزقِ حلال مشکل سے کمایا ہو اس کے بارے میں بتا دیں۔

۹ آپ جو درس دیتے ہیں وہ صحیح ہے لیکن جن حالات کا ہمیں سامنا ہے وہاں ہم یہ سب کیسے کریں؟

۱۰ اگر کوئی رضائے الٰہی کا سفر کرے تو اپنے بچوں کی ضروریات کو کیسے پورا کرے گا؟

۱۱ فرار اور ہجرت میں کیا فرق ہے؟

۱۲ جہاں ادب کا مقام ہو وہاں پر سوئے ادب کہاں سے شروع ہو جاتا ہے؟

سوال:

روزوں کا مہینہ آ رہا ہے تو رمضان کا حق ادا کرنے میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

جواب:

یہ جو آپ زندگی گزار رہے ہیں اس میں آپ کے اعمال کبھی دین کے حوالے سے ہیں، کبھی دنیا کے حوالے سے ہیں، کبھی ضرورت کے حوالے سے ہیں، کبھی مہمانوں کے حوالے سے ہیں اور کبھی میزبان کے حوالے سے ہیں۔ حوالہ بدلتا رہتا ہے اور زندگی کٹتی رہتی ہے۔ زندگی کسی ایک مقام پہ جا کے ختم ہو جائے گی اور حوالے باقی رہ جائیں گے۔ جس چیز کو آپ نہیں چھوڑ سکتے اسی چیز کو آپ چھوڑ دیں گے۔ یہ آخری فیصلہ ہے کہ جو چیز آپ نہیں چھوڑ سکتے، آپ اسی چیز کو چھوڑتے جا رہے ہیں، جس چیز کا آپ جواز پیش کرتے ہیں کہ میں اس چیز کو نہیں چھوڑ سکتا، آپ بتدریج اسی چیز کو

چھوڑتے جا رہے ہیں۔ عمر کی Decline میں، بڑھاپے کے حوالے سے آپ نے کئی چیزیں چھوڑ دی ہیں، سیر و تفریح چھوڑ دی ہے اور دلچسپی چھوڑتے جا رہے ہیں۔ پہلے یہ ہوتا تھا کہ آپ کے پاس وقت نہیں تھا اور دلچسپیاں زیادہ تھیں۔ مقصد یہ کہ انسان زندگی کو ختم ہوتے وقت بھی چھوڑتا ہے اور زندگی کے اندر بھی اسے چھوڑتا جاتا ہے۔ کل کی آپ کی حرکتیں جو آپ کی مجبوریاں تھیں آج ان حرکتوں کے بغیر بھی آپ مجبور ہیں۔ تو مدعا یہ ہوا کہ زندگی کے ہر شعبے میں، ہر دور میں، ہر عمل میں اور ہر قال کے اندر کمزور کی زندگی کمزور ہی ہے، مجبور کی زندگی مجبور ہے۔ اور جو بے باک ہے وہ ہر شعبے میں بے باک ہے۔ ناکام انسان وہ ہے جو بڑے خلوص سے اور بڑی نرم دلی کے ساتھ عبادت کرے اور بڑے سخت دل کے ساتھ کاروبار کرے۔ اس طرح وہ ناکام ہو جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ اس آدمی کا اپنی زندگی میں دو رویوں کو اختیار کرنا ہی زندگی کی ناکامی ہے۔ عام انسان جس کے پاس بہت عبادت نہیں ہے، بہت فرائض نہیں ہیں، وہ کل بھی کمزور تھا اور آج بھی کمزور ہے۔ وہ پڑھائی میں بھی کمزور تھا، لکھائی میں بھی کمزور تھا، بولنے میں بھی کمزور تھا، سروس میں بھی کمزور تھا، استعفیٰ کے وقت بھی کمزور تھا اور گھر بنایا تو بھی کمزور تھا ...... اس کو زندگی ہی کمزور ملی۔ یہ آدمی پھر بھی Consistent ہے، کمزور ہے لیکن ہر دور میں ہے۔ اور جو بے باک ہے وہ ہر دور میں بے باک ہے۔ تو

وہ کامیاب ہو گیا۔تو کامیابی کی یہ ایک تعریف ہے۔ وہ شخص جو اپنا
Behaviour بدلتا ہے وہ شخص اگر کسی ایک Behaviour یا طرز میں
کامیاب ہو بھی گیا تب بھی ہماری نگاہ میں وہ ناکام ہے۔ اگر اتنی بات کو
Basis بنالیا جائے تو پھر آپ کا سوال آتا ہے اور سوال کی وجوہات آتی
ہیں کہ ہمیں عبادت کے بارے میں کیا کرنا چاہیے۔ عبادت کے بارے میں
آپ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں، زندگی کے بارے میں بھی وہی کچھ کریں۔ اگر
عبادت اللہ کا حکم ہے اور آپ اتفاق سے ماننے والے پیدا ہو گئے ہیں تو اللہ
کے باقی احکام کو اتنے ہی ادب سے مانیں جیسے آپ حکمِ الٰہی کو عبادت میں
مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زندگی اپنے ساتھ جو فرائض لا رہی ہے اور
آپ ان کو اطاعت میں بسر کر رہے ہیں، عبادت میں اگر خلوص ہے تو ان
واقعات کے اندر گزرتے ہوئے اتنا ہی خلوص پیدا کریں اور کہیں کہ میرے
مالک نے یہ زندگی دی ہے، اس لیے یہ بھی اتنی مقدس ہے جتنے عبادت والے
احکام مقدس ہیں۔ میں پھر کہوں گا کہ وہ شخص ناکام ہے جو عبادت میں ناکام
ہے اور زندگی میں غیر مخلص ہے۔ یہ دونوں راستے آپ کو ایک ہی معبود کے
سامنے حاضر کرتے ہیں۔ عبادت میں آپ معبود کے سامنے ہوتے ہیں
حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ آپ ہر وقت معبود کے سامنے ہیں۔ وہ آدمی جو
عبادت میں بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ روتا ہے اور باہر جا کے پھر اللہ

سے غیر حاضر ہو جاتا ہے تو وہ آدمی ناکام ہے اور اس کی عبادت بھی ناکام ہے۔ آپ نے رمضان شریف کا پوچھا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ روزہ اللہ کا حکم ہے۔ اگر آپ کو روزے کی یہ افادیت نہ ملے کہ یہ ضبط سکھاتا ہے' غریب والا فاقہ سکھاتا ہے' مجبوری کا جبر سکھاتا ہے اور اصلاح کرتا ہے' تو کیا یہ کافی نہیں کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ اللہ کا حکم سمجھتے ہوئے روزے کو رکھا جائے اور اگر انسان Observe نہ کر سکے تو خود کو اتنا ہی معذور یا مجرم سمجھے جیسا کہ انسان حکم نہ ماننے سے ہوتا ہے' جیسا کہ کسی کا حق ادا کرنے میں کوتاہی ہو جائے تو انسان معذرت کرتا ہے۔ اگر یہ بات سمجھ آ گئی تو پھر آپ جواب کے قریب ہو جائیں گے' کہ انسان اللہ کا حکم سمجھ کے عبادت کرے' نماز پڑھے تو اللہ کا حکم سمجھ کے اور روزہ رکھے تو اللہ کا حکم سمجھ کر...... وہ شخص جو اللہ کے حکم کے تابع ہے وہ زندگی گزارے تو اللہ کا حکم سمجھ کے' سونا بھی اللہ کا حکم اور جاگنا بھی اللہ کا حکم ...... یعنی کہ وہ زندگی جو اللہ کا حکم سمجھ کے گزر رہی ہے اس زندگی کا سارا سلسلہ' اول سے آخر تک سارے کا سارا حکم ہے۔ اس سارے حکم میں روزہ کوئی الگ شے نہیں۔ اس زندگی کے اندر جو اطاعت میں ہے اُس کے لیے نماز کوئی الگ کیفیت نہیں بلکہ نماز ایک ہی کیفیت ہے۔ وہ مالک ہے' جب حکم دے کہ کھانا کھالو تو ادب سے کھانا کھالو' جب کہے کہ تمہیں ہم مال دیتے ہیں تم مال لے لو' کبھی کہتا ہے کہ مجھے قرضہ دے دو' حالانکہ دینے

والا خود ہی ہے لیکن کبھی زکوۃ لے لیتا ہے۔ اگر وہ کہہ رہا ہے کہ عبادت کرو اور آپ کو سجدے کا مفہوم سمجھ نہ آئے تو بھی اس کا ماننا ادب کی بات ہے۔ زندگی کے ادوار میں آپ کا مزاج جو الی اللہ ہے' اگر اس میں تبدیلی نہ آئے تو پھر روزے کی بات سمجھ آ جائے گی۔ اگر آپ منتشر زندگی سے ہٹ کر ایک الگ عبادت گاہ میں جا رہے ہیں تو پھر سمجھ نہیں آئے گی کیونکہ باقی زندگی تو آگے پیچھے ہوگئی ہے لیکن رمضان میں آپ بہت عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ روزہ رکھیں' یہ اچھی بات ہے۔ میں نصیحت کے طور پر آپ سے ایک وعدہ لینا چاہوں گا کہ وہ شخص جو روزہ نہ رکھے وہ کسی افطار پارٹی میں شامل نہ ہو۔ یہ چھوٹا سا وعدہ ہے کہ آپ میں سے کسی افطار پارٹی میں وہ آدمی شامل نہ ہو جس کا روزہ نہ ہو۔ روزہ رکھنے کا وعدہ تو آپ نے اللہ سے کیا ہوا ہے' وہ تو اللہ جانے اور آپ جانو لیکن میرے ساتھ حال میں آپ یہ وعدہ کریں کہ کوئی شخص افطار پارٹی نہ دے جس کا روزہ نہ ہو اور کوئی شخص افطار پارٹی میں شامل نہ ہو جس کا روزہ نہ ہو۔ اللہ کے ساتھ اتنے بے باک نہ ہو جاؤ کہ گستاخ بن جاؤ' اپنی دنیا میں دین کو آپ اس طرح سے Deal نہ کریں کہ روزے کے نام پر روزے کے بغیر وہ کیفیت حاصل کرنا چاہیں۔ اگر روزہ نہیں رکھا تو عید کو Enjoy کرنے کے لیے عبث قسم کی خوشی پیدا نہ کرنا' پھر آپ کا چاندرات کے ساتھ کیا تعلق اور عید سے کیسا تعلق

کیونکہ آپ کا روزے کے ساتھ تعلق نہیں تھا۔ اگر روزہ نہیں ہے تو پھر آپ کی عید کیا ہے اور روزہ نہیں ہے تو افطاری کیا ہے۔ افطار تو روزہ دار کے لیے ایک قسم کی عید ہے۔ اس لیے یہ وعدہ کرلو کہ ایسی افطار پارٹی میں آپ نہیں جائیں گے جب آپ کا روزہ نہیں ہوگا۔ اس لیے نصیحت یہ ہے کہ دین کے کسی رکن کو Lightly نہ لینا اور یہ نہ سمجھنا کہ آپ کی اس حرکت کو Register نہیں کیا جاتا۔ اسے باقاعدہ رجسٹر کیا جاتا ہے۔ اگر روزہ نہیں رکھا تو اس میں کیا معذرت کرو گے، چلو کسی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکے تو پھر اس حالت میں افطار پارٹی میں جانا بڑی دیدہ دلیری کی بات ہے اور گستاخی کی بات ہے۔ آپ مائنڈ نہ کرنا لیکن چونکہ آپ نے نصیحت کی بات پوچھی ہے تو سچی بات بتانا ضروری سمجھتا ہوں اور آپ کی بچت تب ہوگی جب میں یہ بات چھوڑوں گا نہیں۔ تو آپ وعدہ کریں کہ میں اس طرح کسی افطار پارٹی میں نہیں جاؤں گا یا کسی کو اس طرح اپنے گھر میں نہیں بلاؤں گا یا پھر گھر میں روزہ داروں کو بلاؤں گا۔ افطار کے نام پر سیاسی پارٹی نہ کرنا۔ تو آپ یہ وعدہ کرلیں، اپنی بچت کرلیں اور جان بچائیں۔ آپ دین کو دین کی طرح ڈیل کریں۔ میں اس بات کی نصیحت کر رہا ہوں کہ دین اور دنیا کو ایک کیفیت سے ڈیل کریں، کامیاب انسان وہ ہے جو دونوں کو ایک کیفیت سے کرے، اس کا سونا بھی عبادت ہے، اس کا جاگنا بھی عبادت ہے، اس کا کھانا بھی

عبادت ہے اور اس کی عبادت تو ہے ہی عبادت ۔ میری نصیحت یہ ہے کہ آپ عبادت اور زندگی کو جدا نہ رکھیں ۔ اللہ کریم کے بندے ہونے کی حیثیت سے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ کچھ باتیں آپ کو سمجھ نہیں آئیں لیکن اسلام آپ کا دین ہے۔ جیسے آپ کو اپنے انسان ہونے میں کوئی خوبی نظر آتی ہے تو اگر بظاہر خوبی نظر نہ آئے پھر بھی کچھ ہونا آپ کا اپنا ہونا ہے‘ یہ مجبوری ہے۔ جس طرح یہ جانتے ہوئے کہ ہم انسان ہیں‘ بے بس ہیں‘ پھر بھی ہم انسان ہیں‘ یہ جانتے ہوئے کہ آپ کا باقی خاندان اچھا نہیں ہے پھر بھی وہ آپ کا خاندان ہے‘ اسی طرح آپ کا ملک ہے اور آپ کا دین ہے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ جب آپ نے دین کو قبول کیا تو دین کا پرچار‘ اس کا Defence اور اس کو قبول کرنا اب آپ کی ذمہ داری ہے۔ تو یہ دین آپ کا ہے اور آپ کے سامنے‘ آپ کے ہاں اس دین میں کوئی نقص واقع ہو رہا ہو تو اس نقص کو دور کرنا آپ کی دینی ذمہ داری ہے۔ اب دین کوئی الگ شعبہ نہیں ہے کہ یہ ان لوگوں کا کام ہے۔ جس کو آپ اپنا دین سمجھ رہے ہیں اس کا تحفظ آپ کا فریضہ ہے۔ اور کچھ نہیں کر سکتے تو یہ ضرور کریں کہ جو لوگ دین کے خلاف چل رہے ہیں ان سے تعلق تو مدھم کیا جا سکتا ہے۔ جو آدمی آپ کے دین کے خلاف بولے اور آپ اس کے حق میں بولیں تو آپ نے دین کے خلاف بولا ۔ تو یہ نصیحت ہے۔

روزے کا واضح طور پر ادب نہ کرنے والوں کے سامنے آپ مؤدب نہ ہونا۔ جو آپ کے دین سے محبت نہیں کرتا آپ ان سے برملا محبت نہ کرنا۔ اگر آپ اتنی سی بات کر لیں تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اب یہ تو بتانے والی بات نہیں ہے کہ روزہ کب رکھتے ہیں' کب افطار کرتے ہیں اور اس کی دعا کیا ہے۔ اگر روزہ نہیں رکھ سکتے تو روزے کا اتنا ادب کر لیں کہ آپ کا ادب روزہ دار کے روزے سے زیادہ نمایاں ہو جائے۔ کچھ لوگ حج کرنے جاتے ہیں اور وہاں گستاخی کر بیٹھتے ہیں اور کچھ لوگ یہاں سے اتنا ادب کرتے ہیں کہ ان کا یہاں حج ہو جاتا ہے۔ تو بات ادب کی ہے' بات آپ کے قبول کرنے کی ہے اور بات اس کی Form کی نہیں ہے اور Performing کی نہیں ہے۔ اگر آپ صاحبِ ادب ہیں تو آپ کا روزہ قبول ہے۔ ایک بار آپ اپنے وجود کو اللہ کے حوالے کر دیں تو پھر اس کے اندر جو بھی ہو رہا ہے وہ آپ پر پورے کا پورا رحم ہے۔ اس طرح آپ اس کی محبت میں ستم بھی برداشت کر لیں گے۔ محبوب کی تعریف ہی یہ ہے کہ محبوب کا ستم' ستم نہیں رہتا۔ ستم جو ہے یہ غیر کا ہوتا ہے اور وہی عمل اگر اپنا کر جائے تو وہ اس کا کرم ہے۔ جہاں وابستگی ہوتی ہے وہاں درد ہوتا ہے۔ بزرگ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ ایمان سلامت مانگتے ہیں اور کچھ لوگ درد کی سلامتی مانگتے ہیں۔ سلطان العارفینؒ نے کہا ہے کہ ؎

ایمان سلامت ہر کوئی منگداتے عشق سلامت کوئی ہو

تو عشق اور درد کی سلامتی کوئی کوئی مانگتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی وابستگی
سے آپ کے لیے خود بخود راستہ بنتا ہے۔ اگر آپ اپنے دین کو اس طرح
قبول کر لیں تو آپ خود بخود کچھ عرصہ کے بعد اس نتیجہ پہ پہنچیں گے کہ اب
روزہ ہونا چاہیے' یہاں نماز ہونی چاہیے' یہاں شب بیداری ہونی چاہیے اور
عبادت کا یہ یہ طریقہ ہونا چاہیے تاکہ میری زندگی اللہ کے قریب ہو جائے۔
جو لوگ عبادت میں کمزور رہ جائیں انہیں ادب میں کبھی کمزور نہیں ہونا
چاہیے۔ اگر آپ عبادت میں کمزور رہ گئے تو عبادت کرنے والوں کا مذاق نہ
اُڑانا' روزے دار کا ادب کرنا کیونکہ وہ اللہ کے قریب ہو سکتا ہے۔ شاید انہی
کے دم سے آفتیں نہیں آ رہیں۔ بس آپ سیدھا اللہ کی طرف' اللہ کے دین
میں' اللہ کے لیے اور اپنی جان بخشی کے لیے داخل ہو جائیں۔ روزہ آپ
ادب سے رکھیں اور محبت سے رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت انعام دے گا۔
یہ بھی انعام ہے کہ روزہ ہو جائے اور اس کی افادیت سمجھ آ جائے۔ روزہ اور
سجدہ انسان کو اللہ کے بہت قریب کرتے ہیں۔ روزہ دار کا خریدار اللہ خود
آپ ہے۔ یہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان خاص عبادت ہے۔ یہ
عبادت وہ ہے جس کا کوئی گواہ نہیں ہے' اس کا گواہ ہو نہیں سکتا کیونکہ یہ
بندے اور خدا کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے سامنے سچ بولنے کی

توفیق عطا فرمائے اور آپ یہ کہیں کہ یا اللہ ہم ایمان لائے، ہم آپ کا کہنا مانیں گے۔ بس پھر آپ مان لیں۔ اگر آپ نہ بھی مانیں تو پھر بھی آپ زندگی کو چھوڑتے جا رہے ہیں۔ اگر آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ کہیں روزہ رکھنے سے طبیعت میں نقص نہ ہو جائے، صحت خراب نہ ہو جائے تو آپ روزہ نہ رکھ کے بھی بیمار ہو سکتے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو جس حالت میں سنبھالنا چاہا آپ اس حالت میں نہ سنبھل سکے۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ زندگی میں فلاں مجبوری ہے جس کی وجہ سے دین پر عمل نہیں کر سکے مگر پھر آپ نے وہ مجبوری بھی چھوڑ دی۔ مثلاً آپ نے کہا کہ دفتر جانا ہے، نماز نہیں پڑھ سکتے اور پھر خود ہی دفتر چھوڑ دیا، ایک انا کے لیے دفتر چھوڑ دیا۔ جو چیز آپ نے دین کے لیے نہیں چھوڑی وہ آپ اکثر اولاد کے لیے چھوڑ دیتے ہیں، اکثر اپنی صحت کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اور کبھی اپنی انا کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر آپ نے دین کے مقابلے میں اتنا بڑا جواز کیا دیا کہ بڑی مجبوری ہے اور وہ مجبوری آپ نے ایک چھوٹی سی بات کے لیے ترک کر دی۔ ایک دن اس مجبوری کے لیے نماز ترک کر دیتے ہیں اور دوسرے دن وہ مجبوری بھی چھوڑ دی۔ تو وہ مجبوری جس کو تیسرے دن آپ نے چھوڑ دینا ہے اس کو آپ نے دین کے مقابلے میں رکھا۔ بڑے افسوس کی بات ہے! آپ کو تین کام مجبور کر سکتے ہیں، کبھی شہرت کی خواہش ہوتی ہے، کبھی دولت کی

خواہش ہوتی ہے اور کسی کسی آدمی کو اپنی پہچان کی خواہش ہوتی ہے۔ اپنے آپ کو جاننا' اپنی Creation کو جاننا' بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ اگر طویل زندگی' شہرت اور پیسے کی خواہش نکال دی جائے تو بہت ساری بات سمجھ آجاتی ہے۔ یہ سمجھ آجاتا ہے کہ پیسہ کبھی کھانے کے کام نہیں آتا بلکہ کھانا ہی کھانے کے کام آتا ہے۔ پیسے کی محبت انسان کو اللہ سے دُور کردیتی ہے۔ شہرت کے بارے میں مَیں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ جھوٹے ماحول میں شہرت جو ہے یہ بدنامی ہے۔ شہرت کہاں ہونی چاہیے؟ سچوں میں آپ کی شہرت ہونی چاہیے۔ تو آپ پہلے سچے لوگ چُن لیں اور پھر ان میں آپ کو مشہور ہونا چاہیے۔ ویسے بھی Overlap کرنے' اپنی زندگی سے باہر رہنے کی آپ کی آرزو کچھ عرصہ کے بعد ختم ہو جائے گی۔ جب آپ دیکھیں گے کہ آپ کی پسند کے مانوس چہرے ایک ایک کر کے چراغ کی طرح بجھ گئے تو آپ کہیں گے کہ یا اللہ ہم اکیلے کہاں پھر رہے ہیں' ہمیں بھی بُلا۔ جن کی خاطر آپ زندہ تھے اگر وہ ہی نہ رہ گئے تو پھر زندگی ایک عذاب ہو گئی۔ آدھا کام تو آپ کر آئے ہیں کہ ماں باپ کو رخصت کرنا برداشت کر گئے ہیں' اب آدھا باقی رہ گیا ہے اور ان میں بھی آپ کے مانوس چہرے رخصت ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ نے بزرگوں کو اور ماں باپ کو جس ہمت سے جاتے ہوئے برداشت کیا تو یہ پکی بات ہے کہ آپ

میں ہمت تو موجود ہے اور یہ مجبوری ہے۔ اولاد کو آپ کا غم ہوگا اور پھر آپ کو Correspondingly غم ہوگا کہ بے چاری اولاد کو ہمارا غم ہے۔ تو اللہ کے مقابلے میں لوگ اکثر یہ جواز دیتے ہیں کہ ہم مجبور ہیں' مصروف ہیں۔ اور پھر وہ مصروفیت آپ ترک کر دیتے ہیں۔ اس لیے روزوں کے بارے میں آپ کو یہ نصیحت ہے کہ آپ روزہ رکھیں اور نہ رکھ سکیں تو افطار پارٹی میں نہ جائیں ......

اب اور سوال پوچھیں ......

سوال:

آج کل اتنے فرقے کیوں ہیں؟ کیا ان کو ختم کرنے کے لیے تبلیغ کریں؟

جواب:

آپ فرقے کی بات چھوڑیں' یہ لمبی کہانی ہے۔ آپ اپنے ساتھ ہونے والی بات کو دیکھیں۔ ایسا سوال سوچیں کہ جس کا آپ کے ساتھ تعلق ہے۔ آپ معاشرے کی اصلاح نہ کریں۔ جو مسئلہ آپ کے ساتھ وابستہ ہے وہ بتائیں۔ جو آدمی مامور نہ ہو وہ تبلیغ نہ کرے۔ جس آدمی سے آپ کی نسبت نہ ہو' محبت نہ ہو' آشنائی نہ ہو' تعلق نہ ہو اور جس کو آپ اپنا پیسہ نہ دے سکیں' اُس آدمی کو نصیحت نہ شروع کر دینا کہ دین پہ چلو' راضی رہو' اللہ بھلا

کرے گا' میں تمہیں بہشت دینے آیا ہوں۔ اگر وہ کہے کہ ضرورت ہے پیسے دے دو تو یہ کہے گا کہ ہم پیسے تو نہیں دے سکتے مگر بہشت دے سکتے ہیں۔ تو وہ کہے گا کہ تم جھوٹے ہو۔ تو آپ اس آدمی کو زندگی کا حسین مستقبل دکھائیں جس کو آپ اپنی زندگی کے حسن میں شامل کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ اُسے اللہ کے دین میں شامل کرتے ہیں' اپنی بہشت میں شامل کرتے ہیں مگر اپنی زندگی میں شامل نہیں کرتے۔ تو آپ کہاں تبلیغ کریں؟ اس کو تبلیغ کریں جس سے پہلے آشنائی ہو۔ ناواقف اور ناآشنا کے سامنے کبھی تبلیغ نہ کرنا۔ اور جس کے ساتھ آپ کی ضد ہے اس کو قرآن کی آیتیں نہ سنانا۔ ضد تو آپ کی انسان کے ساتھ ہے اور آپ اسے کہیں گے کہ دیکھو اللہ کا یہ حکم ہے' حتیٰ کہ وہ انکار کر جائے گا۔ بیمار آدمی کو نماز کا حکم نہ دینا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ نماز پڑھو...... وہ کہے گا کہ میں نہیں پڑھتا۔ اگر اس نے انکار کیا تو گناہ تمہارے ذمے ہوگا۔ اس لیے تبلیغ کو Contain کرو۔ سب سے اچھی تبلیغ یہ ہے کہ آپ جہاں جا رہے ہیں وہ آپ کے ساتھ ہو جائے' کہے بغیر آپ کے ساتھ چل پڑے' اس کو کھلاتے پلاتے لے چلو تو وہ خود بخود آپ کے ساتھ حج پہ چل پڑے گا۔ آپ صرف نصیحت کرتے ہیں اور اس کی زندگی میں Contribute کچھ نہیں کرتے۔ آپ کہتے ہیں کہ میرے دین میں برابر کا شریک ہو جا...... وہ کہتا ہے کہ میں تیرے مکان میں برابر کا شریک ہونا چاہتا

ہوں تو آپ کہیں گے باہر نکل ۔ تو ایسی تبلیغ جھوٹ ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ تو تبلیغ کون کرے گا؟ جو مامور ہے۔ اسلام کے اندر دقت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہر کس وناکس جس نے دو لفظ پڑھے ہیں وہ کھڑا ہو کے کہنے لگتا ہے قال اللہ تعالیٰ فی الکلام المجید اور قال الرسولؐ ۔ اور اپنی زندگی میں اس نے وہ چیز وارد نہیں کی۔ ایسا سلسلہ چلا ہوا ہے کہ بس اللہ کا حکم سنو اور سنا دو' بس پھر آزاد ہو گئے۔ اس نے پھر آگے سنا دیا اور اگلے نے اور کو سنا دیا' عمل کسی نے نہیں کرنا۔ بس پرچیاں لکھ کے تقسیم کرتے جائیں گے اور کام کوئی نہیں کرنا۔ آپ اس کی زندگی کی کمزوریوں میں شریک ہو جائیں تو وہ آپ کے دین میں شریک ہو جائے گا۔ بس اتنی سی بات آپ سمجھ لیں تو یہ تبلیغ ہے۔ فرقہ اس لیے بنتا ہے کہ وہ نصیحت تو کرتا ہے مگر شریک نہیں کرتا' بیمار کو آپ حکم دیتے ہیں لیکن دوائی نہیں دیتے' آپ اُسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صحت ہو جائے گی اور خود آپ کا بچہ ہسپتال میں داخل ہوتا ہے' اس کے بچے کو جامعہ نعیمیہ میں داخل کراتے ہو اور اپنا بچہ ایچی سن کالج میں۔ یہ بڑا فرق ہے۔ اس لیے دین کی تبلیغ کے لیے بہت ضروری ہے کہ آپ اس کی زندگی میں بہت محبت کے ساتھ شامل ہو جائیں اور اس کو بڑے یقین سے اپنی زندگی میں شامل ہونے دیں۔ اس طرح وہ آپ کے دین کا ساتھی ہو جائے گا۔ تو پہلے اس کی زندگی میں Contribute کریں' پھر اس کے

دین میں Contribute کریں۔ اس طرح بات آسان ہو جائے گی۔ بس اتنی ساری نصیحت مان لو۔ کل سے یہ کام شروع کر دو' اس کو اپنے پاس بلاؤ اور چار دن تک کھانا کھلاؤ' پانچویں دن آپ کی تبلیغ جاری ہو جائے گی۔ پھر وہ خود پوچھے گا کہ آگے کیا کرنا ہے۔ بات آسان ہو جائے گی۔ یہ جو فقراء لنگر چلاتے تھے یہ بلاوجہ نہیں تھا۔ لنگر پہ بُلا کے کھانا کھلاتے تھے اور کھانا بھی اچھا ہوتا تھا۔ ویسے بھی وہ باشعور لوگ تھے' جلال اور جمال کی کیفیت سے آشنا تھے۔ انہوں نے کوئی تبلیغ نہیں کی کہ یہ کرو بلکہ یہ کہتے تھے کہ تم ذرا ٹھہرو میں نماز پڑھ کے آتا ہوں۔ تو تیسرے دن کھانا کھانے والوں کو خیال آیا کہ بابا جی خود نماز پڑھتے جا رہے ہیں اور ہمیں کہتے نہیں ہیں۔ بڑے شرم کی بات ہے' چلو ہم بھی شروع ہو جائیں...... بس بابا جی کا کام اتنا تھا کہ کھانا کھلا کے تمہیں کلمہ پڑھا دیا۔ انہوں نے یہ کام کیا اور تبلیغ نہیں کی۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اللہ کیا فرماتا ہے بلکہ اللہ جو فرماتا ہے وہ انہوں نے کر کے دکھا دیا۔ تو آپ صرف بات نہ بتائیں بلکہ اس کا آپ پر جو اثر ہوا ہے وہ دکھائیں۔ باہر کے ملکوں میں جب تبلیغ ہوتی ہے تو وہ آپ کی باتوں سے متاثر ہو کے کلمہ پڑھ لیتے ہیں' پھر وہ پوچھتے ہیں کہ اب ہم نے کون سا معاشرہ بنانا ہے۔ پھر آپ سوچتے ہیں کہ وہ تو ابھی ہمارے ہاں بنا نہیں ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی لکھ کے بتایا تھا کہ یہ کیسا دین ہے جو مسلمانوں پہ نافذ نہیں ہو رہا یا یہ پھر

کیسے مسلمان ہیں جن پر دین نافذ نہیں ہو رہا۔ اس لیے سارا قصور ہی آپ کا ہے۔ آپ دین کو جانتے ہیں لیکن زندگی کو نہیں جانتے۔ آپ اپنے دوست کو دین میں شامل کرتے ہیں لیکن زندگی میں شامل نہیں کرتے۔ تو آپ اس کی زندگی میں Contribute کریں، اس کا دین ٹھیک ہے۔ غریب کی غریبی دور کرو، بیمار کی بیماری دور کرو۔ ان کا کلمہ ٹھیک ہے۔ ڈوبنے والے آدمی سے آپ کلمہ نہ سننے لگ جانا۔ وہ جو ڈوب رہا ہے اُسے آپ کہتے ہیں کہ پہلے کلمہ سنا، تو کون سے فرقے سے تعلق رکھتا ہے، آوازِ بلند یا رسول اللہ کہتا ہے کہ نہیں ...... وہ بے چارہ پریشان ہو جائے گا، وہ تو ڈوب جائے گا، ختم ہو جائے گا۔ اس سے پہلے کہ آپ اس سے کلمہ سنیں آپ اُسے کنارے لگا لیں۔ پہلے اُسے آرام دو پھر اپنا کلمہ سناتے رہنا۔ آپ کی اس طرح کی ساری تبلیغ، کلمہ Cancelled ہے۔ کیا پہلے والا کلمہ Cancel ہو گیا ہے جو نیا کلمہ سنتے ہو۔ بس ایسی تعلیم اور تبلیغ کا ایک شعور ہے کہ اے مسلمانو اب مسلمان ہو جاؤ۔ یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ کون کس کو کہہ رہا ہے کہ اسلام یہ کہتا ہے اور اسلام وہ کہتا ہے...... مسلمان، مسلمان کو کلمہ پڑھاتا جا رہا ہے اور مسلمان، مسلمان کی مدد نہیں کرتا۔ چوری بھی ہوتی ہے، ڈاکہ بھی ہوتا ہے اور مسلمان، مسلمان کو کلمہ پڑھا رہا ہے۔ اس لیے آپ تبلیغ سے کچھ عرصہ کے لیے ذرا باز آ جائیں اور اپنے اندر بات وارد کریں، بہتر انسان بن جائیں، بہتر سلوک کرنے

والے بن جائیں، ساتھیوں کی مدد کریں، دوسروں کی بھی مدد کریں، جس کسی کی شکل انسان والی ہے اُس سے مدد کرتے وقت مذہب نہ پوچھنا، بس مدد کرو اس کی۔ شکل سے یہ دیکھو کہ کیا وہ انسان ہے؟ اگر وہ انسان ہے تو اس کی مدد کرو۔ اسلام میں تضاد اور فساد کا سارا واقعہ دین کے نام پر ہی ہوا ہے، صحابہ کرامؓ کی شہادت سے کربلا تک دیکھ لو۔ ایک طرف دعویٰ ہے کہ خلیفہ وقت ہوں اور دوسری طرف امام عالی مقامؑ ہیں۔ جو حملہ کر رہا ہے وہ جواز بنا کے بیٹھا ہے۔ امام عالی مقامؑ نے فرمایا تھا کہ اور بات تو جانے دو، کیا مجھے پہچانتے ہو کہ نہیں، یہ تو تمہیں پتہ ہوگا کہ میں کون ہوں، پھر یہ نہ کہنا کہ انجانے میں واقعہ ہوگیا۔ تو وہ لوگ شناخت ختم کر بیٹھے، دین کے نام پر دین کی شناخت ختم ہوگئی۔ تبلیغ ایک ایسی چیز ہے جو اس انسان کی شناخت ختم کر دیتی ہے جو مامور نہ ہو۔ جو مامور ہوتا ہے وہ ایک ایک دن میں لاکھوں مسلمان کر دیتا ہے۔ آپ سارے لوگ کہاں سے آئے ہیں، جہاں پہ ایک مامور آدمی آیا تھا، داتا صاحبؒ آئے یا خواجہ غریب نوازؒ آئے، ایک ایک آدمی آئے اور بستیوں کی بستیاں مسلمان ہوگئیں۔ خلوص، محبت، حسنِ سلوک، گنجِ شکر، گنجِ گفتگوئے شکر ...... یہ تھی اُن کی مٹھاس۔ تو ایسا کلمہ چاہیے، انسان انسان کے ساتھ ربط رکھے، محبت رکھے تو پھر آسانی ہو جاتی ہے۔ محبت کرنے والا آسانی میں ہوتا ہے اور آسانی کر دیتا ہے۔ آپ کے لیے یہی تبلیغ ہے

اور یہی میرا پیغام ہے۔ کسی انسان کی مدد کر دو، آپ کا دین مکمل ہو گیا۔ اب یہ راز ہے۔ ایک آدمی کسی جگہ اپنے سچے اللہ کے آگے بیٹھا ہوا دعا مانگ رہا ہے کہ یا اللہ مجھے تیری رحمت سے یہ چیز درکار ہے، تو مالک ہونے کی حیثیت سے مجھے یہ چیز عطا فرما اور آپ اگر اس آدمی کے پاس وہ چیز، وہ تعاون اور مدد لے کے چلے گئے جو وہ دعا سے مانگ رہا تھا تو آپ یہ سمجھیں کہ اس کی دعا کی تاثیر میں اللہ نے آپ کا انتخاب کر لیا۔ جو شخص اس قسم کے واقعہ میں شامل ہو گیا اس کی بخشش کا قوی امکان ہے۔ یعنی آپ کسی انسان کی اس آرزو کو پورا کریں جس آرزو کی وہ خدا کے آگے دعا مانگ رہا ہے، وہ آدمی اکیلے بیٹھا یہ دعا مانگ رہا ہے، تو آپ اس کی دعا کی تاثیر بن کے اس کی مدد کو پہنچیں تاکہ وہ آپ سوال نہ کرے۔ اس بات کی سند بتاتا ہوں۔ ایک دفعہ ایک سائل ایک بزرگ کے پاس حاضر ہوا، اس نے سوال کیا اور پیسہ طلب کیا۔ اس بزرگ نے اُسے پیسوں کی ایک تھیلی عطا فرمائی اور آپ رونے لگ گئے۔ وہاں جو حضرات موجود تھے انہوں نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے اس کی مدد تو کر دی، تھیلی دے دی، پھر آپ روئے کیوں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں غافل ہو گیا تھا، اگر میں غافل نہ ہوتا تو وہ سوال کی زحمت سے بچ جاتا، میں نے اس کے سوال سے پہلے کیوں نہ دے دیا، میری غفلت نے اس کو سائل بنایا۔ تو آپ لوگوں کی غفلت بھی سائل

بنا رہی ہے۔ اور پھر آپ سائل کو جھڑکیاں بھی دیتے ہیں۔ آپ یہ غور کریں کہ سائل کو سوال کی زحمت سے بچانے کے لیے آپ کو یہ دین دیا گیا ہے۔ آپ کو یہ اللہ کا راستہ بتا رہا ہوں کہ کوئی آدمی جو اللہ سے سوال کر رہا ہے اُسے دنیا میں سائل بننے سے پہلے مدد پہنچا دو۔ بس پھر آپ کا دین ٹھیک ہو گیا۔ اللہ کی طرف جانے والے کئی راستوں میں سے ایک راستہ مخلوق میں سے ہو کے جاتا ہے اور یہ آسان راستہ ہے' لوگوں کی مدد کریں۔ مدد الفاظ کی بھی ہے' محبت کی بھی ہے' مایوس اور آزردہ انسان کو امید کا کنارہ دکھا دیں' بجھے ہوئے انسان کو روشن کر دیں' کسی انسان کی زندگی کو کنارے لگا دیں اور کسی کی پسماندگی دور کر دیں...... بس پھر اللہ راضی ہے۔

اب آپ اور سوال پوچھ لیں ...... پوچھیں ...... اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ آپ نے تبلیغ نہیں کرنی بلکہ کسی کی مدد کرنی ہے۔ اب یہ نہ کہنا کہ مجھے مدد کرنے کے لیے کوئی بندہ نہیں مل رہا۔ اگر انسان نیکی کرنے کے لیے کوئی راستہ تلاش کرنا چاہے تو اُسے مل سکتا ہے۔ یہ آپ نہیں کہہ سکتے کہ ایسا نہیں ہے۔ اگر آپ سے کوئی نیکی نہیں ہوتی ہے تو آپ صرف معاف کرنا ہی سیکھ لیں۔ کس کو معاف کرنا ہے؟ ظالم کو' ڈسنے والوں کو' اپنے ساتھ حسنِ سلوک کی کمی والوں کو اور جو لوگ آپ کی مرضی کے خلاف ہیں۔ آپ وہ بات کریں جس پہ آپ مامور ہیں۔ یہ دین تو بڑا آسان ہے' ایک کلمہ ہے

جسے ایک آدمی نے پڑھا ہے' دوسرا بھی اُسے جانتا ہے مگر پھر کون سی بات ہے جو اُسے مبلغ بنانے پہ مجبور کر رہی ہے۔ ہر زبان تاثیر کے لیے نہیں بنائی گئی۔ کوئی زبان سخت ہو سکتی ہے۔ اگر تعلق ہو تو پھر زبان میں شیرینی ہے اور تعلق نہ ہو تو دعا بھی اس کے لیے بددعا بنتی ہے۔ تو آپ تعلق بنائیں اور ایسا تعلق نہ بنائیں کہ وہ صرف آپ کی ذات کا تعلق بنے بلکہ تعلق خیال کا ہونا چاہیے اور نیکی کا عنوان ہونا چاہیے۔ جنہوں نے آپ کو تکلیف سے گزارا ہو گا انہیں شاید افسوس نہ ہوا ہو مگر آپ کو تکلیف کا جو افسوس ہوا ہے' ہم نے وہ زہر نکال دیا ہے اور اور یہ نکالنا چاہتے ہیں۔ زہر کیا ہے؟ نفرت' افسوس' انتقام' دل میں کسی کا گلہ رکھنا...... اُسے فی سبیل اللہ معاف کر دو۔ آپ اتنا کر دیں تو ہم آپ سے اور کچھ نہیں چاہتے۔ جن ظالموں نے ظلم کیا اور جن لوگوں نے اچھا سلوک نہ کیا آپ اس محفل میں ان سب کو فی سبیل اللہ معاف کر دیں۔ آپ نے اتنی سی بات کر دی اور آزاد ہو گئے۔ اُس کا عمل اُس کے ساتھ ہے اور آپ کی زبان سے شکایت ختم ہو گئی۔ یہ چھوٹی سی زندگی ہے' اللہ تعالیٰ آپ کو قبول کرے۔ یعنی کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے آپ نے ایک ایسا عمل کر دیا جو بظاہر ممکن نہیں تھا۔ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی یہ جو خواہش ہے یہ بذاتِ خود خوشنودی ہے۔ راز کو سمجھیں' اللہ اپنی طلب جن کو دیتا ہے تو وہ اُس کی طلب کرتے ہیں۔ حاصل کچھ نہیں ہے' اللہ کو آپ نے حاصل نہیں کرنا

بلکہ اللہ کی طلب، ہی اللہ ہے۔ تو اللہ جب کسی پر مہربان ہوتا ہے اُسے اپنی تمنا دیتا ہے۔ اگر آپ کے دل میں اللہ کی تمنا آئی ہے تو یہ اللہ ہی کا احسان ہے۔ یہ آپ کا کمال نہیں ہے۔ اللہ جب کسی کو معاف کرنے کی صلاحیت دیتا ہے تو دراصل اُسے یہ اطلاع دیتا ہے کہ میں تمہیں معاف کرنے والا ہوں۔ تو آپ اپنی معافی کا اپنی زبان سے اعلان کرتے ہیں۔ آپ یہ کہیں کہ میں نے سب کو معاف کر دیا ہے' اس طرح اپنی جان بچائیں۔ اب آپ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے کیا ہے تو وہ کہے گا کہ معافی۔ لہٰذا معاف کرنے والا معاف کر دیا جائے گا۔ یہ بالکل صاف بات ہے۔ میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ ساری زندگی کی عبادت ایک الگ کیفیت ہے' عبادت کو اگر میں ایسے Define کروں کہ عبادت آپ کے اندر ایک ایسا مزاج تشکیل دیتی ہے' ایک ایسے مزاج کی پرورش کرتی ہے کہ جس مزاج سے آپ اپنی زندگی میں حُسن دیکھتے ہیں۔ جس آدمی کی عبادت منظور ہو جائے تو اُس کی زندگی اُس پر آسان ہو جاتی ہے۔ تو اُس کی عبادت منظور ہو گئی۔ عبادت کی دو صورتیں ہیں' ایک عبادت تو آپ کو اللہ سے ملاتی ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ وہ عبادت جو آپ کو اللہ کریم سے ملا رہی ہے' وہ عبادت آپ کو کیا عطا کر رہی ہے۔ یہ وہ عبادت ہے جس میں انسان کا ذکر ہے' انسان سے Dealing ہے' عباد الصالحین ہوں' ایسے لوگ ہوں جن پر اللہ کا انعام ہوا' وہ نہ ہوں جن

پر اللہ کا غضب ہوا' اس میں آپ اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور اُسے کہتے ہیں کہ ہمیں اپنی راہ دکھا' اصل میں اُس کی راہ کیا ہے؟ اُن لوگوں کی راہ جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے نام پر اچھے انسانوں کی راہ دکھا رہا ہے' بات اللہ کی ہے' بات اُس لامحدود کی ہے' اُس لافانی کی بات ہے' اُس قدیم کی بات ہے...... تو یہ بات پیغمبر کیسے کر سکتا ہے۔ تو آپ ذرا غور کریں کہ اللہ کی بات' لامحدود کی بات' انسان کر رہا ہے اور انسان خود لامحدود نہیں ہے' انسان تو حادث ہے۔ حادث کا معنیٰ یہ ہے کہ جو ایک مقام پر پیدا ہوا ہو اور ایک مقام پر اُس کا وصال ہوا ہو۔ تو اِسے حادث کہتے ہیں اور اسی حادث سے اللہ کی صفات بھی بیان ہو گئیں اور اللہ کے جلوے بھی بیان ہو گئے' سارا فنکشن بیان ہو گیا۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ کون سا مقام ہے جہاں ایک فانی انسان اُس ذات کا شعور حاصل کر لیتا ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اور پھر وہ انسان اُس ذات کو بیان بھی کرتا ہے کہ اللہ یہ ہے' اللہ کی صفت یہ ہے' اُس نے کہا ہے کہ ایسے عبادت کریں' اللہ نے یہ کہا ہے کہ یوں کرو۔ تو وہ کون سا ایسا مقام ہے جہاں انسان اللہ سے یوں ملاقات کر لیتا ہے کہ پھر اللہ کی بات انسانوں کو Convey کرتا ہے۔ وہ ضرور کوئی مقام ہو گا اور اُسے دریافت کیے بغیر بات سمجھ نہیں آ سکتی۔ تو وہ کون سا ایسا مقام ہے جب اللہ کہتا ہے کہ میں مومن کے ہاتھ بن جاتا ہوں' اُس کی آنکھ بن

جاتا ہوں...... یہ مقام ضرور ہوتا ہے' لیکن کہاں؟ اگر انسان ایک انداز کی زندگی اختیار کرے تو وہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ تو آپ زندگی میں انداز نہ بدلیں۔ عبادت میں آپ کی جو کیفیت ہے عبادت کے باہر بھی وہی ہونی چاہیے' پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ تو مسجد میں یا سجدے میں آپ کی جو حالت ہے وہ سجدے یا مسجد کے علاوہ بھی وہی ہونی چاہیے یا مسجد سے باہر جو حالت ہے وہی نماز میں بھی ہونی چاہیے۔ آپ اپنی زندگی سے یہ بات نکال دیں کہ کبھی ماننا ہے اور کبھی نہ ماننا ہے۔ تو ہمارے ہاں یہ دقت ہے کہ کبھی مانتے ہیں اور کبھی نہیں مانتے۔ تو منافقت چھوڑ دینی چاہیے' اگر یہ ہے تو۔ اللہ آپ کے سامنے کبھی ظاہر نہیں ہوا' آپ کے یقین نے اُسے ظاہر سمجھا ہوا ہے اور جب آپ اپنا یقین ختم کر لیتے ہیں تو آپ کے لیے اللہ غیر حاضر ہو جاتا ہے' گناہ کا وقت آ جاتا ہے' بدی کا مقام آ جاتا ہے۔ تو آپ اپنے یقین کو اپنے شک میں لپیٹ کے بیٹھے ہوئے ہیں' کبھی یقین کا چہرہ دیکھ لیتے ہیں اور کبھی اُسے چھپا لیتے ہیں۔ اپنے آپ کو اس بات سے دور کرو۔ اگر اللہ کو مانتے ہو تو پورا مان لو۔ یہ نہ کرنا کہ ماننے والوں میں بیٹھیں اور کیفیت نہ ماننے والوں جیسی ہو...... تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ دین دیا اور آپ کی زندگی بہتر کرنے کے لیے دیا۔ آپ سب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب سرکارِ دوعالم ﷺ ہیں۔ تو سب سے زیادہ قریب جو ذات ہے'

جس کو سب سے زیادہ تقرب حاصل ہوا' سب سے زیادہ عروج حاصل ہوا' اُن کو انسانوں میں سب سے زیادہ اتنا پھیلایا گیا کہ آپ رحمت اللعالمینؐ بن گئے۔ تو یہ راز بتا رہا ہوں کہ جو ذات اللہ کے جتنا زیادہ قریب ہوتی ہے اُسے اتنا ہی لوگوں کے قریب بھیجا جاتا ہے۔ تقربِ الٰہی دراصل انسانوں کی خدمت کا نام ہے۔ وہ شخص جھوٹا ہے جو انسانوں سے نفرت کرے اور اللہ سے پیار کا دعویٰ کرے۔ جو شخص اللہ کریم کے فنکشن کو پسند نہ کرے اُس کے لیے بات کیا رہ گئی۔

اللہ کیا پیدا کرتا ہے؟ اللہ انسان پیدا کرتا ہے یہی انسان' یہی ہمارے دور کے انسان' جو اکثر آپ کو پسند نہیں آتے' یہ سب اللہ نے پیدا کیے ہیں۔ اللہ کے کام کو پسند کرنے والا ہی دراصل عبادت کر رہا ہے۔ جس انسان کے دل میں کسی انسان کے لیے کبھی Spontaneous نفرت پیدا ہو جائے وہ اللہ کے قریب نہیں ہو سکتا۔ تو کسی انسان کے لیے اچانک نفرت کا پیدا ہونا آپ کو اللہ سے دور کر دیتا ہے۔ تو آپ کبھی انسان سے نفرت نہ کرنا۔ آپ کے دین میں سب سے پہلی بات کلمہ ہے اور کلمے کے دو حصے ہیں یعنی اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ' پہلا حصہ لا الٰہ الا اللہ اور دوسرا حصہ محمد رسول اللہ ﷺ۔ اللہ انسانوں کا خالق ہے' سب انسانوں کا خالق ہے' اس لیے مخلوق آپ کے اللہ کا عمل ہے' سارے اللہ کے بندے ہیں' یہ

سب اللہ کی بنائی ہوئی شاہکار تصویریں اور پینٹنگز ہیں' یہ سارے انسان' ساری فطرت' خوب صورتی' انسان کا ظاہر اور باطن' سارا کچھ۔ ساری کائنات بدل گئی مگر انسان کی ساخت نہیں بدلی' اس میں کتنا حُسن ہے' اس کو بنانے والے نے کتنی Minute detail میں بنایا کہ آج تک کوئی انسان کبھی Repeat نہیں ہوا' کروڑہا زمانے گزر گئے لیکن کوئی شکل دوبارہ Repeat نہیں ہوئی۔ کوئی انسان اچانک بھی نہیں آیا' اتفاق سے بھی نہیں آیا کہ دوسرے کے برابر ہو' اگر بظاہر برابر نظر آیا بھی' تو بھی کہیں نہ کہیں اس میں آپ کو غیر برابری نظر آجائے گی...... یہ اللہ کے کام ہیں۔ وہ اللہ ہے اور سب کے لیے اللہ ہے۔ اب کلمے کا دوسرا حصہ دیکھیں' اللہ کے حبیب ﷺ کلمے کا دوسرا حصہ ہیں' وہ بھی سب کے لیے ہیں کیونکہ آپ رحمت اللعالمینؐ ہیں۔ سب کے لیے صرف موجود نہیں بلکہ سب کے لیے رحمت ہیں۔ وہ مسلمان جو کسی دوسرے انسان کے لیے دوزخ کی تمنا کر رہا ہے اُس کے لیے جنت کا داخلہ مخدوش ہو گیا ہے یعنی وہ انسان جو کسی اور انسان کو جنت میں جانے سے روک رہا ہے' ناپسند کر رہا ہے' یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ دوزخ میں جائے گا تو اصل میں وہ اللہ کی رحمت سے خود مایوس ہو چکا ہے۔ یہ اللہ کا اختیار ہے کہ وہ آخری وقت تک جسے چاہے معاف کر دے' شاید اسی حق کے تحت ہم بھی بخشے جائیں۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ وہ لوگ جو آپ کو ناپسند ہیں اگر وہ جنت میں جائیں گے تو وہاں بھی آپ جھگڑا

کریں گے۔ تو آپ یہاں سے ہی صلح کر کے جائیں۔ عین ممکن ہے کہ وہ آدمی قبول ہو جائے جو آپ کو ناپسند ہو اور اللہ کے پاس پہنچ کر اگر وہ آپ کے خلاف بول گیا تو پھر؟ اللہ کے ساتھ اس کا اتنا ہی تعلق ہے جتنا آپ کا ہے۔ حالانکہ آپ نے بھی عبادت کی ہوگی مگر یہ دیکھو کہ منظور کس کی ہوئی ہے۔ جس کی عبادت منظور ہوئی ہو اس کی پہچان بتاتا ہوں، جس کی عبادت سب سے زیادہ منظور ہوئی ہے وہ ساری کائنات کے لیے رحمت مانگتے ہیں اور ان کا نام رحمۃ اللعالمینؐ ہے۔ تو اس ایک ذات کی عبادت سب سے زیادہ منظور ہوئی ہے اور ان کا لقب ہے رحمۃ اللعالمینؐ وہ سب کے لیے رحم مانگ رہے ہیں۔ تو جس کی عبادت منظور ہوئی ہو وہ سب کے لیے رحم مانگے گا۔ جو شخص سب کے لیے رحمت نہیں مانگ رہا، اس نے کچھ کے لیے ابھی Reservation رکھی ہوئی ہے، اس کی عبادت اتنی ہی نامنظور ہے۔ اب آپ پہچان لیں۔ آج کی نشست میں آپ یہ بات یاد رکھیں کہ آپ سب کو معاف کر دیں۔ جس نے جو غلطی کی اُسے معاف کر دیں۔ غلطی تو سب کرتے ہیں، آپ خود بھی کرتے ہیں۔ سب کو معاف کر دینے والا کہتا ہے کہ یا رب العالمین سب کے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول، عام کر دے، تُو سب کو معاف کر دے اور مسلمانوں کو ابتلا سے بچا۔ پھر آپ اپنے دشمن کو معاف کر کے اللہ کو بتائیں کہ میں نے یہ کیا ہے۔ اس طرح آپ بھی معاف۔

بس کام آسان ہو گیا۔ اس طرح کل کو دِقّت نہیں ہو گی۔ جو اللہ کے قریب ہو گا وہ مخلوق کے لیے رحمت ہو گا اور جو مخلوق کے لیے جتنا سخت ہے وہ اللہ سے اتنا دور ہے...... جس نے آپ کے ساتھ برا سلوک کیا ہو اس کے خلاف ضرور نفرت پیدا ہوتی ہے اور آپ کی لیے ایجوکیشن کیا ہے؟ معاف کر دو۔ زندگی میں اکثر غصہ پیدا ہوتا ہے اور ایجوکیشن کیا ہے؟ غصہ چھوڑ دو والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین: وہ غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ہر آدمی کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ پیسہ جمع کرے اور جب اللہ کی ایجوکیشن ملتی ہے تو پھر وہ کہتا ہے دوسرے کو دے دو۔ نارمل خواہش یہ ہوتی ہے کہ پیسہ لے لو اور اللہ کے راستے میں کہتے ہیں کہ دے دو۔ جس کو زندگی سے آسانی نہ ملی ہو وہ کہتا ہے میں کیوں دوسرے کو آسانی دوں۔ مگر ایجوکیشن یہ ہے کہ اُسے دے دو' اگر آپ کے ساتھ کسی نے رعایت نہیں کی تو آپ رعایت کرو۔ جو شخص سخت ہے وہ اپنی عاقبت لکھ رہا ہے اور آپ نرم دل ہیں' تو آپ اس کے لیے بھی نرم دل ہو جائیں۔ انسان کے دو نام نہیں ہوتے' وہ یا تو سخت دل ہوتا ہے یا پھر نرم دل۔ نرم دل ہر ایک کے لیے نرم دل ہے' رحمت ہر ایک کے لیے رحمت ہے' آپ انسانوں کی دنیا کے لیے رحمت بن جائیں تو آپ کو اللہ تعالیٰ کا راستہ مل جائے گا۔ میں ایسے بے شمار واقعات جانتا ہوں'

مثلاً ایک آدمی نے ایک جانور کے ساتھ محبت کی اور وہ اللہ کے بہت تقرب میں داخل ہو گیا' اس پر رحم کر دیا گیا۔ اگر کسی ولی سے پوچھیں کہ کیسے ولی بنے تھے تو ان میں سے کوئی بتائے گا کہ میں نے عبادت تو کوئی نہیں کی' میری ماں نے دعا دی تو میں ولی بن گیا۔ تو ماں اکثر دعا دے دیتی ہے' وہ آپ کی ساری غلطیاں بھول جاتی ہے اور ایسی دعا دیتی ہے کہ آپ کی ساری عبادت جو ہے وہ Compensate ہو جاتی ہے۔ اس طرح ماں ولی بنا دیتی ہے۔ ایک بڑا مشہور واقعہ ہے کہ ایک آدمی شراب پیتا تھا' شراب کے نشے میں رہتا تھا' ایک صبح اُس علاقے کا مامور درویش اس کی پاس آ گیا اور مبارک دی کہ تمہیں ولایت مل گئی ہے' تم قبول ہو گئے' یہ تو بتاؤ تم نے کیا نیکی کی تھی؟ اس نے کہا آپ سب کو پتہ ہے کہ میں تو شرابی آدمی ہوں' میں نے کیا نیکی کرنی ہے؟ درویش نے کہا کہ یہ حکم ہے کہ ہم نے اسے انعمت علیھم والے زمرے میں Admit کر لیا ہے' جا کر اُسے مبارک دو۔ تو ہم تمہیں مبارک دینے آئے ہیں اور یہ بھی پوچھنے آئے ہیں کہ آپ نے کون سی نیکی کی ہے۔ اُس نے کہا میں نے تو کوئی نیکی نہیں کی' رات نشے کے عالم میں گھر آ رہا تھا تو راستے میں کاغذ کا ٹکڑا ملا اُس پر میں نے دیکھا کہ اللہ لکھا ہوا ہے' میں نے اُس کو اُسی حالت میں لپیٹا' خوشبو لگائی اور دیوار میں رکھ دیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اللہ نے کہا ہے کہ تم نے میرے نام کو خوشبودار بنایا ہے' ہم تیرے نام کو خوشبودار

بنائیں گے...... یہ داتا صاحبؒ کے بزرگوں میں سے تھے۔ کسی اور سے ملیں گے تو وہ کہے گا کہ اللہ مجھے سخاوت سے ملا ہے۔ تو اللہ کے بے شمار راستے ہیں لیکن مزاج ایک ہونا چاہیے۔ جو مزاج بدلنے والا شخص ہے میں آج اُس کو وارننگ دے رہا ہوں کہ اُس کے لیے آسانی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ ایسا آدمی مزاج کی تبدیلیاں کرتا رہتا ہے، کبھی عابد ہو گیا، کبھی دنیادار ہو گیا پھر کبھی نیک ہو گیا۔ تو اُس آدمی کے لیے آسانی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اکثر یہ Trouble ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں اب عبادت گزار ہو گیا ہوں لیکن آخر اس دنیا کے لیے بھی تو کچھ کرنا ہوتا ہے۔ یہ جو دنیا ہے یہی دھوکہ دیتی ہے۔ اس لیے آپ ایک مزاج کے انسان بن جائیں، ظاہر، باطن میں اگر کوئی فرق رہ گیا ہے، تو اُسے مٹا دیا جائے۔

سوال:-

اگر مزاج ایک جیسا ہو جائے تو زندگی کا ڈرامہ بے رنگ ہو کر رہ جائے گا۔

جواب:-

میں نے یہ دیکھا ہے کہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کی زندگی میں ٹریجڈی تھی لیکن جو ڈرامہ انہوں نے لکھا اُس میں ٹریجڈی نہیں تھی اور ٹریجڈی لکھنے والے کچھ لوگ مزاجاً بھی ٹریجڈی والے لوگ تھے، وہ روتے

رہے اور رُلاتے رہے۔ تو وہ ایک مزاج تھا۔ اسی طرح پرانے زمانے میں ٹریجڈی کے کئی رائٹر تھے۔ بعض لوگ کافر تھے' لیکن اتنے اچھے تھے کہ اُن کے مسلمان ہونے کی دعا مانگی گئی' یہ دعا مانگی جاتی رہی کہ یا اللہ یہ شخص اسلام کو دے دو۔ خالد بن ولیدؓ پہلے اسلام کے حق میں نہیں تھے' انہوں نے بڑے جوہر دکھائے اور پھر وہ اسلام کو دینے پڑ گئے۔ تو وہ ایسی شخصیت تھے کہ اُن کا صحیح مومن ہونا ہی Desired تھا۔ یہاں اُن کا مزاج تبدیل نہیں ہوا' یک رنگ مزاج تھے اور یہی انسان کا مزاج ہونا چاہیے۔ آپ اتنی چھوٹی سی بات نہیں کر سکتے کہ ایک مزاج رکھیں۔

سوال :-

میرے تین سوال ہیں' پہلا یہ کہ کیا فرد پر معاشرے کی تبلیغ کی ذمہ داری فرداً فرداً عائد ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ تبلیغ وہ کرے جو تبلیغ کرنے پر مامور ہے تو یہ فیصلہ کیسے کیا جائے کہ کون تبلیغ کرنے پر مامور ہے' تیسرا سوال یہ ہے کہ اگر تقربِ الٰہی انسان کی خدمت سے حاصل ہوتا ہے تو تاریخ میں بہت سے ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے انسانوں کی خدمت کی لیکن وہ خدا کو نہیں مانتے تھے اور انہیں اللہ کا تقرب نہیں ملا۔

جواب :-

آپ کے تینوں سوالوں کا جواب ایک جواب کے اندر آ جاتا ہے کہ

آپ اپنے مزاج کو ایک رکھیں۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ انسانوں کی خدمت کرو تو یہ بات تو طے شدہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے ایک خاص گروہ میں بات کر رہے ہیں اور ہمارا Address ان سے ہے ورنہ تو سیکولر عبادت بھی رہی ہے، ایک مزاج بھی رہا ہے، اللہ کو ماننے والے بھی رہے ہیں، ایک ایسے گروہ بھی آئے ہیں جو ایک اللہ کو ماننے والے تھے لیکن اُن کا اپنا مذہب تھا۔ ہمارا یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ ہم ایک ایسے دین کو مانتے ہیں کہ جس میں صرف اللہ کو ماننا کافی نہیں ہے بلکہ اللہ کے ساتھ اللہ کے حبیبؐ کو ماننے والے لوگ ہیں۔ ایک آدمی جو مکمل طور پر اللہ کی پوجا کر رہا ہے، توحید میں Perfect ہے لیکن رسالت سے انکاری ہے تو ہم اس کو اسلام نہیں مانتے اور ہماری اُس سے بحث نہیں ہے۔ ہمارا ایمان اللہ کو ماننا ہے اور رسالت سے مشروط ہے۔ اگر کوئی آدمی اس کے بعد بھی وہی کرتا ہے جو اس اسلام میں حکم ہے مثلاً سچ بولتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے لیکن مسلمان نہیں ہے تو یہاں پر آپ مذہب اور اخلاقیات کو Confuse کر رہے ہیں۔ اخلاقیات دنیا کے اندر ایک رائج سکہ ضرور ہے۔ مذہب میں بھی وہی اخلاقیات ہے مگر مذہب اور اخلاقیات میں فرق یہ ہے کہ وہی کام کرو لیکن اللہ کا حکم سمجھ کر کرو۔ تو وہ کام صرف سماج کی قدر سمجھ کر نہ کرو۔ تو مذہب اور اخلاقیات میں اتنا سارا فرق ہے اور ہماری اخلاقیات اللہ کے حکم کے طور پر ہیں۔ ہر کافر کہے گا کہ سچ بولو اور وہ سچ بھی

بولتے ہوں گے لیکن ہمارا سچ بولنا اللہ کے حکم سے ہے' اس لیے آپ کے اُس سوال کا جواب تو یہ ہو گیا۔ اب یہ کہ مامور کون ہو گا؟ میں نے آپ کو یہ نہیں کہا کہ مامور کون ہے اور آپ مامور کو ڈھونڈیں' میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ کو تبلیغ کے آداب نہیں آتے' اُس سے آشنا نہیں ہیں تو کسی کو تبلیغ نہ کرنا۔ فرد کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اتنا سچ تو ضرور بولے کہ جس آدمی کو وہ روٹی نہیں دے سکتا اُس کو جنت میں شریک کرے۔ تو ایسا شخص مامور نہیں ہے۔ وہ آدمی جو کسی کو صرف تبلیغ کر رہا ہے اور اُس کی زندگی میں اس کی مدد نہیں کرتا تو وہ مامور نہیں ہے۔ مامور یہ نہیں ہوتا کہ اُس کے پاس کوئی پروانہ آ گیا یا کوئی چٹھی آ گئی بلکہ وہ آدمی بڑی نفاست سے تبلیغ کرے گا' پہلے اُس سے محبت کرے گا اور پھر اُسے اپنا دین دے گا۔ یہاں پر آپ دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگ نفرت کرتے ہیں اور دین کی بات بھی بتاتے ہیں۔ اس لیے آپ محبت کرو۔ جس سے آپ محبت کریں گے اُسے کہیں گے کہ میرے پاس ایک اچھی چیز ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ تم بھی لو' میرے پاس دین ہے اور جنت ہے۔ تو آپ کافر سے محبت کریں گے تو اُسے دین دیں گے۔ آپ دین کو چابک نہ بنائیں' چھانٹا نہ بنائیں' لاٹھی نہ بنائیں بلکہ دین کو سجا کے پیش کریں' انہیں محبت کے ساتھ کھانا کھلائیں۔ تو آپ محبت کے ساتھ یہ کام کریں۔ ایسا شخص مامور ہوتا ہے۔ مامور ایسا نہیں ہوتا کہ جس کی کوئی Pensionable

post ہو۔ تو وہ اور قسم کا آدمی ہوتا ہے' خاص شے ہوتا ہے۔ تو آپ اللہ کے ساتھ محبت کا تعلق رکھیں۔

سوال:-

اگر کسی کو تبلیغ کرنے کا شوق ہو اور وہ مامور نہ ہو تو وہ کیا کرے؟

جواب:-

ایسا شخص اپنی نااہلی سے لوگوں کو بدظن کرے گا۔ ہر انسان کا ایک مزاج ہوتا ہے' کچھ انسانوں کا مزاج سچا ہوتا ہے اور کچھ کا جھوٹا۔ اگر کسی انسان کا مزاج جھوٹا ہو اور وہ سچے دین کی تبلیغ کر رہا ہو تو وہ لوگ اُس دین کو قبول نہیں کریں گے ہر چند کہ دین سچا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کسی انسان نے دین کو غلط پیش کیا' ہر منبر سے ہر مسجد سے صحیح دین پیش ہوا لیکن پیش کرنے والا کبھی کبھی جھوٹا نکلا۔ تو سچا دین پیش کرنے کے لیے پیش کرنے والے کا صادق ہونا اول شرط ہے۔ تو جو پہلے صادق ہے وہی صداقت کا دین دیتا ہے۔ جب تک تم صادق نہ ہو جاؤ تم صداقت کا دین نہیں دے سکتے۔ یہ ایسا دین ہے کہ غیر صادق کے ہاتھ سے چلتا نہیں ہے' اس میں کمال یہ ہے! اگر ایک بات کو دو آدمی کریں گے تو ایک کا اثر ہوگا اور دوسرے کا نہیں ہوگا۔ Why? آپ کے ہاں حکومت کے لیول پر دین کی تبلیغ ہو رہی ہے لیکن لوگ اُسے کیوں نہیں مانتے۔ آپ کہتے ہیں کہ حکومت ٹھیک نہیں کر رہی' اکثر لوگ

کہتے ہیں کہ حکومت کی طرف سے دین کے نفاذ میں Sincerity نہیں ہے۔حالانکہ دین وہی ہے جس نے یہ کہا ہے کہ اپنے لیے وہ چیز کیوں نہیں پسند کرتے جو دوسرے کے لیے پسند کرتے ہو اور یہ کہ لما تقولون مالا تفعلون وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔اس تبلیغ سے آپ مسلمانوں کو اور مسلمان بنانا چاہتے ہو۔اور کیا مسلمان بناؤ گے تو ہمارے ہاں آج تک یہ واقعہ ہوتا جا رہا ہے کہ لوگوں کے اعمال اور افعال میں فرق ہے۔آپ سچے طریقے سے دین میں داخل ہو جائیں۔

سوال:-

فرد کی معاشرے کے لیے کیا ڈیوٹی ہے؟

جواب:-

اللہ تعالیٰ نے جس معاشرے کو اسلام کے ذریعے سے Form کرنا پسند فرمایا اُس کے اندر یعنی اُس معاشرے میں حال کے اندر، حال پر موجود ایک انسان کا، ایسے انسان کا ہونا لازم ہے جس کو لوگ اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کی طرف سے اُس زمانے میں مانیں۔اس کا نام اولی الامر ہے۔میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ اولی الامر حاکم وقت یا بادشاہ نہیں ہوتا۔یہ فیصلہ ہم کربلا میں کر آئے ہیں۔تو اولی الامر وہ نہیں ہے جو Rule کرتا ہے۔اولی الامر کا آپ نے فیصلہ کرنا ہے۔اگر معاشرے میں کوئی امیر المکذ بین

آ جائے تو امیر المومنین کوئی اور ہو گا' امیر المنافقین کوئی اور ہو گا۔ تو سماج میں لوگ اگر سچے ہوں گے تو ان کا بادشاہ امیر المومنین ہو گا اور اگر معاشرے میں منافقین کی تعداد زیادہ ہے تو بادشاہ امیر المنافقین ہو گا۔ تو جیسے لوگ ہوں گے ویسے ہی ان کا بادشاہ ہو گا۔ فرد کی ذمہ داری قائم رہتی ہے۔ جب ایسا وقت آ جائے جیسے وقت سے آپ گزر رہے ہیں تو فرد تو تنہا ہے' وہ اپنی اصلاح کرے اور خود کو زمانے کے اندر پیدا ہونے والی کسی نامناسب آندھی سے بچائے۔ اس زمانے کی آندھی نمبر ون مایوسی ہے' فرد اپنے آپ کو اس سے بچائے۔ یہ آپ کا اپنے آپ پر بڑا احسان ہو گا کہ اپنے آپ کو مایوسی سے بچائیں۔ یہ آپ کی اپنے ساتھ بڑی مہربانی ہو گی۔ حالات میں اگر کوئی امید نہیں ہے تو میری طرف سے آپ کو یہ اطلاع ہے کہ امید کا چراغ نہ بجھنے دینا۔ زندگی پر آپ کا یہ بڑا احسان ہو گا کہ آپ مایوس نہ ہونا، خاص طور پر انسان کی عظمت سے مایوس نہ ہونا۔ Suddenly, one fine morning man will rise انسان ضرور ایک روز بیدار ہو گا۔ اس بات کا یقین رکھنا۔ آپ کے اندر کا Man جاگ اُٹھے گا۔ یہ ضرور ہو گا۔ آج آپ کو انسان نظر نہیں آ رہا، بڑی تلاش کرتے ہیں' بندے نظر آتے ہیں لیکن انسان نظر نہیں آتا' اللہ کا بندہ نظر نہیں آتا لیکن عین ممکن ہے کہ آپ کے اندر کا انسان جاگ اُٹھے۔ یہ کبھی نہ کہنا کہ آج کل دنیا میں کوئی اچھا انسان نہیں

ہے اور میں بھی انہیں میں سے ہوں۔ تو یہ آدمی بڑا Criminal ہے جو لوگوں کو اچھا نہیں سمجھتا اور خود اچھا نہیں بنتا' لوگوں کو سچا نہیں سمجھتا اور خود سچ نہیں بولتا۔ یہی آدمی ہے جو معاشرے کو خراب کرنے والا ہے۔ اس آدمی کو پکڑ لو' اس کو پہچان لو' جو یہ کہتا ہے کہ معاشرہ بگڑا ہوا ہے اور اُس سے پوچھا کہ تم کیسے ہو تو وہ کہے گا کہ میں بھی انہیں میں شامل ہوں۔ یہ آدمی فساد کی جڑ ہے' نقصان پہنچا رہا ہے۔

سوال :-

جس کو آپ جیسا کوئی مل جاتا ہے وہ دوسروں کو تو معاف کر دیتا ہے لیکن اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکتا۔

جواب :-

اپنے آپ کو سب سے پہلے معاف کرنا ہے۔ یہ سارا طریقہ اپنے آپ کو ہی معاف کرنے کا بتا رہا ہوں اور آپ کے اندر کا کرودھ نکال رہا ہوں۔ جب آپ دوسرے کو محبت کے ساتھ معاف کریں گے تو آپ کے اندر محبت پیدا ہو جائے گی۔ جب آپ Selfless ہو جائیں گے تو آپ کو اپنا آپ اچھا لگنے لگ جائے گا۔ جب آپ دوسروں کی نفرت نکال دیں گے تو Correspondingly لوگوں کی طرف سے بھی آپ کو ایک لہر آئے گی۔ یہ خود بخود ہو جائے گا۔ کبھی آپ تنہا چل کے دیکھیں' اجنبی دیس

میں چل کے دیکھیں، سب کے لیے خیر مانگ کے دیکھیں تو پھر آپ کو اپنا آپ اچھا لگے گا کہ آپ اس عمل میں شامل ہو گئے جو منشائے ایزدی عمل ہے۔ پھر تو آپ کو خود بخود ہی وہ رنگ مل جائے گا۔ جتنے شب بیدار لوگ ہیں، جیسے اقبالؒ تھا کہ ؎

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا
سنبھل اے دل کہ شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا

تو وہ مشکل مقام کیا تھا؟ کیا اُسے زندگی میں کوئی تکلیف تھی؟ نہیں تھی بلکہ دوسروں کی زندگی میں؛ قوم کی زندگی میں اس نے محسوس کیا کہ کہیں کوئی مشکل ہے اور اس طرح وہ خود بیدار ہو گیا۔ اب جو وہ خود بیدار ہوا، اصل میں اس کو بیداری عطا کر دی گئی۔ جس کو اللہ تعالیٰ چاہے بیداری عطا کر دے، تو اقبالؒ آج تک بیدار بخت چلا آ رہا ہے، شعر بھی اس کا بڑا اعلیٰ ہے، اس کا خداداد مقام ہے کہ جسے کوئی چھیڑ نہیں سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے۔ آپ اگر اللہ کی خوشنودی کے لیے اللہ کے بندوں کو معاف کریں تو اللہ آپ کو ضرور راز آشنا کرے گا۔ راز آشنا ہونا ضروری ہے، رازِ ہستی سے آشنا ہونا ضروری ہے۔

سوال:-

کیا بندہ اتنا Important ہے؟

جواب:-

بندہ ہی Important ہے۔ اللہ کا ذکر' جہاں تک بندہ ہے وہیں تک ہے تسبیح' مناجات اور اللہ کا تذکرہ انسان تک ہے۔ اللہ کا ذکر آپ لوگ ہی کرتے ہیں۔ جہاں جہاں تک انسان ہیں' ماننے والے ہوں کہ نہ ماننے والے ہوں' انسان بڑا Important ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انسان کے خالق کے طور پر ملا ہے' اس کے علاوہ تو اللہ نہیں ملا۔ آپ کی پیشانی کے ساتھ مسجود کا تعلق ہے' خیال کے ساتھ اور فکر کے ساتھ اللہ کا تعلق ہے۔ اللہ جب بھی ملا' انسان کے حوالے سے ملا' پیغمبروں کے حوالے سے ملا۔ انسان کے بغیر بات نہیں چلتی۔ تو انسان بڑا اہم ہے۔

اب کوئی اور سوال...... بولیں...... پوچھیں۔

سوال:-

میں یہ چاہتا ہوں کہ جو آپ کے پاس ہے وہ ہمیں دے دیں۔

جواب:-

میں اس کے لیے تیار ہوں۔ جو آپ کے پاس ہے وہ آپ دے دیں اور جو ہمارے پاس ہے' ہم دے دیتے ہیں۔

سوال:-

میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔

جواب:-

پھر میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے۔ آپ دنیا دے دو، ہم دین دے دیتے ہیں۔ ہم سے آپ نے لینا کیا ہے سوائے دینے کی خواہش کے۔ اگر آپ میں دینے کی خواہش پیدا ہوگئی تو یہی ہم نے لینا ہے۔ اگر آپ کی دنیا، دین کے راستے پر نثار نہیں ہوتی تو پھر آپ نے یہاں سے لینا کیا ہے۔ دین ہے کیا، نثار کرنے کے علاوہ۔ دین ہے ہی یہ کہ دنیا نثار ہونا آسان ہو جائے۔ جب دنیا نثار ہونا آسان ہو جائے تو یہی دین کی خوبی ہے۔ ہم آپ کو یہ بتا رہے ہیں کہ دنیا کو محفوظ رکھنا یا محفوظ رکھنے کی خواہش سے دین کی محبت فروغ نہیں پاتی۔ دین کی محبت دنیا کی محبت کے برعکس ہے اور دنیا کو ہی دین میں Convert کرنا ہے آپ نے۔ دین اگر کمزور ہو جائے تو دنیا کو قبضے میں کرنے کی آپ کی خواہش بڑھ جاتی ہے اور دین قوی ہو جائے تو دنیا نثار کرنے کی خواہش ہو جاتی ہے۔ آپ نے جو چیز زندگی میں کمائی ہے اب اس کو Release کرو، اس کو چھوڑ و ہاتھ سے۔ یہ کبوتر آپ اڑا دو یا پھر آپ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے۔ کچھ تو ہوگا، چھوڑ کے ضرور جاؤ گے۔ ہم کہتے ہیں چھوڑ کے جاؤ ورنہ ہاتھ سے گیا۔ یہ جو آپ کے پاس سرمایہ ہے اس کو دین بنالیں۔ اللہ آپ کی استعداد سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا اور جو استعداد ہے اُسے مخفی رکھنے سے روکتا ہے۔ دین میں وہ آدمی

بہت جھوٹا ہے جو پیسے رکھتا ہو اور اللہ کو صرف عبادت سے حاصل کرنا چاہے‘ اللہ قیامت تک نہیں ملے گا۔ جس کے پاس پیسہ اس کی شناخت ہو‘ سماج میں جو پیسے والا مشہور ہو اور وہ اللہ کو نماز سے راضی کرنا چاہے تو یہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ اس سے اور بات کرتا ہے‘ اُسے کہتا ہے کہ تو پیسے دے۔ کیونکہ اس کا مزاج اور طرح کا ہو جاتا ہے اس لیے اس مزاج کو توڑنا ہوتا ہے۔ آپ لوگ اللہ کی محبت کے علاوہ کی محبت کو نکال دیں اور اس وقت وہ پیسہ ہے‘ اس وقت وہ آسائش ہے‘ اس وقت وہ Desire for security ہے اور اپنے آپ کو قائم رکھنے کی خواہش ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر تھل کے اندر فریدؒ نہ چلتا۔ تو کوئی بات ہے ناں۔ ہم نے یہ دیکھا کہ بادشاہوں نے بادشاہت کو چھوڑ کر فقیری کو اختیار کیا مگر کسی فقیر نے فقیری چھوڑ کر بادشاہت اختیار نہیں کی۔ اس میں ضرور کوئی راز ہے اور یہ کوئی بلند بات ہے۔ اس لیے آپ نے جو سوال کیا وہ ہمیں منظور ہے‘ جب ہم آپ کو اپنے جیسا بنائیں گے تو اپنے ساتھ سفر پر لے جائیں گے‘ پھر اس سفر میں کوئی رکاوٹ نہیں آنی چاہیے‘ پھر یہ نہ کہنا کہ میں کسی بچے کے نام کچھ لگا لوں‘ یہ کر لوں وہ کر لوں...... پھر جو ہے وہ ساتھ لے چلو۔ جب یہ کام آپ کے لیے آسان ہونا شروع ہو گیا پھر آپ کا کام بن جائے گا۔ آپ نے کچھ بھی نہیں کرنا، صرف دل کو خواہش سے آزاد کرنا ہے‘ دل پھر اللہ کا گھر ہے خود بخود ہی۔ پھر دقت کی بات کوئی

نہیں ہے' یہ واقعہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ یہ بات صرف بات سمجھ آنے کی بات ہے' ذہن کو روک دو تو دل کھل جاتا ہے' تو کشادگی پیدا کرو' جو تمہارے پاس Best چیز ہے اُسے اللہ کی راہ میں نثار کرنے کی تیاری کرو۔ یہ حکم کی بات نہیں ہے بلکہ شوق کی بات ہے۔ حکم تو سب کے لیے برابر ہے کہ نماز پڑھو' عبادت کرو۔ وہ تو آپ کرتے ہی جا رہے ہیں۔ شوق ہونا چاہیے۔ شوق والے کے پاس جو کچھ ہو گا وہ اللہ کی راہ میں نثار کرے گا۔ یہ فیصلہ آپ نے دل سے کرنا ہے کہ آپ کے اختیارات کی گلیاں ''سنجیاں'' ہو جائیں۔ پھر وہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ بات مشکل ضرور ہے مگر یہ جو سوال کیا گیا ہے یہ کب آسان ہے۔ یہ مشکل راستہ بھی انسانوں نے ہی طے کیا ہے۔ مشکل تب ہے جب راہ میں کوئی رکاوٹ ہے مثلاً آسائشیں رکاوٹ ہیں۔ میں کہتا ہوں چلو آپ آسائشوں کو نہ چھوڑو مگر ان کو آپ نے کل یا پرسوں چھوڑ جانا ہے۔ اس سے پہلے کہ یہ واقعہ زبردستی آپ کے ساتھ ہو جائے آپ یہ Willingly چھوڑ دیں۔ اس سے پہلے کہ ہر چیز آپ سے چھن جائے آپ اُسے Willingly چھوڑ دیں۔ چھوڑ تو تُو نے ضرور دینا ہے۔ زندگی میں کم از کم ایک سٹیج ایسی ضرور آنی چاہیے' ایک نقطہ ضرور آنا چاہیے کہ جب انسان کی نگاہ آنے والے وقت پر لگی ہوئی ہو' گزرے ہوئے وقت کو آپ خدا کے لیے چھوڑ دو اور جو وقت آ رہا ہے اس کی طرف رجوع کرو۔ وہ آدمی بڑی مشکل

میں مرے گا جس کا آخری وقت ہو اور اس میں دنیا کی محبت ہو۔ یہ بڑی مشکل موت ہے۔ تب جان بڑی مشکل سے نکلتی ہے۔ اتنا کچھ حاصل کیا تو کیا حاصل کیا' یہ سارا حاصل اُسے بھی نہ بچا سکا' اس کا مال اسے نہ روک سکا۔ میں یہی کہہ رہا ہوں کہ انسان اپنے مال کا جھوٹا مالک ہے۔ جس کی ملکیت کی عمر اس سے زیادہ ہے۔ آپ جو Produce کر رہے ہیں وہ بعد میں رہ جاتا ہے اور آپ اس سے جدا ہو کے جاتے ہیں۔

سوال :-

جو رزقِ حلال مشکل سے کمایا ہو اس کے بارے میں بتا دیں۔

جواب :-

رزقِ حلال کا رزقِ حرام والے کے ساتھ مقابلہ نہ کرنا' ایک بات تو یہ ہے۔ جس نے مشکل سے رزقِ حلال کمایا اور آسانی سے اللہ کی راہ میں چھوڑ دیا تو اس کا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ جب آپ نے مشکل سے کمایا اور اللہ کی راہ میں چھوڑ دیا تو آپ تو آسان ہو گئے۔ جو نہیں چھوڑے گا اس سے چھڑا دیا جائے گا۔ آپ کو یہ راز بتا رہا ہوں اور آسان انداز میں بتا رہا ہوں کہ اول زندگی میں آپ جو کچھ کرتے رہے ہیں اس میں لطف آتا رہا ہے اور اب آپ بے لطف مقام پہ کھڑے ہوئے ہیں۔ تو اب آپ وہ واقعہ واپس کریں۔ کمانے میں جو لطف تھا وہ اب خرچ کرنے میں حاصل کرو۔ کبھی

کمانے میں لطف ہوتا ہے لیکن اب وہ وقت گزر گیا۔ اب اور زمانہ آ گیا۔ اب اُس سے برعکس دیکھو اور یہ سفر کر کے دیکھو۔ آپ کی نگاہ میں پیسہ اب بے جان ہو کے رہ گیا ہے۔ پیسے سے جو کچھ خریدنا تھا وہ آپ نے خرید لیا' اب یہ بے جان چیز آپ کو بے جان بنا دے گی۔ آپ اس میں جان ڈالیں۔ کیسے؟ دے دو۔ اور ان لوگوں کی قدر کرو جو تمہارے پاس آ کے سوال کرتے ہیں۔ ایک سائل کسی آدمی کے پاس گیا تو اس نے کہا مجھے فرصت نہیں ہے' پھر کسی وقت آنا۔ سائل نے کہا ہم کتنی مشکل سے آتے ہیں اور تیرے جیسے کو سخی بنانے کے لیے آتے ہیں' تُو اس بات کی قدر کر کہ تجھ جیسے بخیل کو ہم سخی بنانے کے لیے آئے ہیں۔ جس کی ساری زندگی بخیل ہونے میں گزری ہو اس کو سخی بننے کا موقع ہے' تو اُس سائل کو دے دو۔ سخی حبیب اللہ ہوتا ہے۔ کاسِب بھی حبیب اللہ ہے' کاسِب کام کرنے والے کو کہتے ہیں۔ کام کی ایمان داری یہ ہے کہ اپنے کام پر اپنی زندگی نثار کر دو۔ Balanced life بڑے خطرے میں ہے یعنی یہ جو آپ کی سماجی لائف ہے' اس میں تھوڑا سا جھوٹ' تھوڑا سا سچ' یہ کرو' وہ کرو' اُدھر جاؤ' اِدھر آؤ...... یہ جو لائف ہے' ماڈرن' سوشل' Balanced' Cultured' یہ خطرے میں ہے' یہ آپ کی Civilized' مہذب لائف خطرے میں ہے۔ آپ ایک راہ اختیار کریں' یا یہ یا پھر وہ۔ آپ درمیان میں تھک گئے ہیں۔ آپ پر آپ کا اپنا

بوجھ ہے' اپنے راستے کی آپ خود رکاوٹ بنے ہوئے ہیں' خود ہی ظالم اور خود ہی مظلوم......

اب اور سوال کریں...... پوچھ لیں......

آپ کو میں راز کی بات بتاتا ہوں۔ آپ ساری عمر کتابیں پڑھتے جائیں' عبادت کرتے جائیں تو زندگی عابد کی سی گزرے گی مگر آپ محرمِ راز نہیں ہوں گے۔ عابد ہو جانا آسان ہے' حاجی ہو جانا آسان ہے' پارسائی آسان ہے مگر آشنائی مشکل ہے۔ کبھی زندگی میں' زندگی کے صحرا میں جب تنہائی کا احساس بڑھ جائے اور کبھی آپ کو خیال آ جائے کہ آشنائی ہونی چاہیے تو آپ اپنے Assets کو آشنائی میں Convert کرنا' سب سامان' میز' کرسی' کتابوں سمیت' علم سمیت ہر چیز دریا برد۔ پھر آشنائی ملے گی۔ جو چیز آپ نے Reserve رکھی ہوئی ہے اس کو نکال دیں' خود بخود آشنائی مل جائے گی۔ آپ صرف اپنا انداز بدل لیں۔ ایک مقام پر آپ کا حاصل ہی آپ کی محرومی ہے۔ تو محروم ہو جاؤ تا کہ کچھ حاصل ہو۔ یہ آسان راستہ بتا رہا ہوں آپ کو What you have made of yourself اپنے آپ کو کیا بنایا آپ نے' بڑے محل کے اندر ایک بے کسی کی زندگی بنا کے رکھ دی آپ نے۔ آپ نے سماج کے اندر اپنی لائف کا ایک پورا Structure بنایا ہے اور اگر کسی آنے والے وقت میں یہ سماج Preserve نہیں ہوتا تو

ہمیں افسوس ہوگا کہ آپ بھی نہیں رہیں گے' اپنے شعور کے باوجود نہیں رہیں گے۔ آپ کا زندگی گزارنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ فرش کے اوپر زندگی گزارتے ہیں اور فرش کے نیچے ہماری حقیقت رہتی ہے' خالی مٹی! آپ جانتے ہیں' اچھی طرح سے جانتے ہیں اور روز جانتے ہیں۔ اب زندگی میں کون سا واقعہ رہ گیا ہے' کہ ابھی چند سال اور رہ گئے ہیں' ابھی کھیل لیں ......بس کافی ہو گیا۔ اس لیے آپ کی کمائی ہوئی چیز ہی آپ کی کمائی بنے گی جو اللہ کی راہ میں نثار کر کے۔

میری کائنات نثار ہو کبھی میرے اُجڑے وطن میں آ

تو جو آشیاں آپ بنا رہے ہیں اُسے برق کو پیش کر دو۔ اگر کبھی اتفاقاً اللہ کریم آپ کو مل جائیں تو اگر آپ نے اللہ سے کچھ مانگا تو ناکام ہو گئے' جو کہے گا کہ میں پیش کرنے کے لیے رکھتا ہوں دو سجدے اور ایک جان' تو وہ کامیاب ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یا اللہ ہمارے دو چار کام کر دے۔ اس طرح ناکام ہو جاؤ گے' فیل ہو جاؤ گے۔ اللہ کو اگر عبادت پیش کرنی ہے تو یہ تو فرشتے بھی کر رہے ہیں' آپؐ اس سے جو چیز مانگتے ہیں وہ اس کو پیش کریں۔ وہ تو ایسا اللہ ہے کہ آپ کو سینکڑوں روپے دیتا ہے اور پھر صرف اڑھائی روپے مانگتا ہے۔ مقصد کیا ہے؟ کہ آپ کو سخی بنانے والے نے آپ کے مال میں سے تھوڑا سا سوال کیا ہے' وہ جانتا ہے تا کہ تمہیں آزمایا جائے' سو روپے دینے کے بعد

اڑھائی روپے مانگتا ہے تو وہ بھی آپ پورا نہیں کرتے۔ اس طرح آپ اللہ کی راہ تلاش کر رہے ہیں؟ جس نے آپ کو اللہ کی راہ بتائی ہے ان کے پاس زکوٰۃ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ انہوں نے پیسہ ہی نہیں رکھا۔ اندازہ لگاؤ کہ وہ کائنات کے مالک ہیں' اطلاع دی جا رہی ہے کہ آپؐ نہ ہوتے تو کائنات نہ ہوتی۔ اور پھر آپؐ کے لیے فاقہ ہے۔ یہ کیا فاقہ ہے؟ کیا اللہ اپنے پیغمبر کو فاقہ دے سکتا ہے؟ ناں یہ صرف راستہ اختیار کیا ہے' بلند مقصد ہے' بلند زندگی ہے اور مشکل حالات میں بسر ہو رہی ہے...... یہ پیغمبر کا کمال ہوتا ہے...... ان کے مقاصد بلند اور زندگی ایک انسان جیسی۔ انہوں نے زندگی میں عروج نہیں رکھا' زندگی اپنے چھوٹے Follower کے برابر رکھی ہے' بادشاہوں میں سلطان ہیں اور مسکینوں میں مسکین ہو کے بیٹھے ہیں۔ یہ آپؐ کا کمال ہے۔ ایک صحابیؓ مکان بنا رہے تھے' آپؐ وہاں سے گزرے پوچھا یہ کس کا مکان ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ یہ فلاں کا ہے۔ شام کو وہ صحابیؓ مسجد میں گئے' سلام کیا تو آپؐ نے جواب نہیں دیا۔ وہ صحابیؓ حیران ہوئے اور باقیوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ تمہارے مکان کے پاس سے گزرے تھے تو پوچھا تھا کہ یہ کس کا مکان ہے۔ وہ صحابیؓ جا کے مکان گرا آیا۔ واپس آ کے سلام کیا تو آپؐ نے جواب دیا کہ تم یہاں رہنا چاہتے ہو' ہم تو نکلنے والے لوگ ہیں۔ یہاں کچا ایمان پکے مکان میں اکثر

رہتا ہے۔ آپ کہیں گے کہ بچوں کو رہنا ہے تو آپ بچوں کا خیال رکھو لیکن چھوڑنے میں کوتاہی نہ کرنا' پیسے کو اللہ کے قریب ہونے کا ذریعہ بنالو' عبادت کر رہے ہو تو عبادت کرتے ہی جانا' اپنی زندگی میں کوئی انوکھا کام کرو تو انوکھا راز ہی ملے گا' ورنہ تو نتیجہ نکلا پڑا ہے کہ آپ بے کیف ہو جائیں گے۔

اور کوئی سوال...... پوچھیں......

سوال :-

میرے تو سارے سوال اب ختم ہو گئے ہیں۔

جواب :-

آپ کے لیے آسانی ہے' آپ کے لیے دعا ہے' جس کا سوال باقی نہ ہو وہ آسانی میں آ جاتا ہے۔ اب عمل کے وقت کا آپ انتظار کریں۔ ایک آدمی جو عمل میں آنے کے لیے تیار ہو جائے تو عمل کی تعریف یہ ہے کہ پھر آپ کوئی کام کرنے میں معذرت نہ کرنا۔ بہتر یہ ہے کہ آپ پھر سوچ لیں کہ سوال رہ تو نہیں گیا۔ سوال نہ رہ جانے کا مطلب یہ ہے کسی شے سے محبت نہ رہ جائے۔ اگر ایسا ہے تو پھر آپ انتظار کریں۔ آپ یہ دعا کیا کریں کہ یا رب العالمین ہماری زندگی کو آسان بنا' ٹھہراؤ بھی آسان بنا اور رخصت بھی آسان بنا۔ آپ کو میں نے ایک بات بتائی تھی' اب پھر بتا رہا ہوں کہ آپ

کے گھر کے اندر پلنے والے افراد' بچے ہوں یا بیوی ہو' ان لوگوں کو بٹھا کے ضرور پوچھ لو کہ یا تو ہم پہلے چلے جائیں گے یا تم پہلے چلے جاؤ گے' ہم ایک دوسرے کی جدائیاں ہیں اور ایک دوسرے کا وصال بن کے بیٹھے ہیں' کوئی پہلے اور کوئی بعد میں چلا جائے گا' کیا کسی کو مجھ سے کوئی گلہ یا تقاضہ تو نہیں ہے؟ یہ میرا حکم ہے۔ تو اپنے وابستگان سے کہو کہ دل میں کوئی بات نہ رکھو' کسی کے دل میں مجھ سے اگر کوئی تمنا ہو تو مجھ سے کہو اور میں ماننے کے لیے تیار ہوں' بس کوئی بات مجھ سے چھپانی نہیں ہے۔ تو ان سے کہو کہ میں ہر چیز پوری کرنے کو تیار ہوں' اس طرح ان کو راضی کر لو۔ اوّل تو وہ راضی ہوں گے مگر پھر بھی کسی بچے کا خیال ہوتا ہے کہ مجھے یہ لے کر دو' بچے کی ماں کا خیال ہوتا ہے کہ وہ بات پوری ہو...... چھوٹی چھوٹی باتیں ہوتی ہیں' وہ آپ پوری کر دو۔ اس طرح آسانی ہو جائے گی۔ جو چیز آپ کو خوشی دیتی ہے وہی چیز اللہ کی راہ میں جانا ضروری ہے۔

سوال:-

آپ جو درس دیتے ہیں وہ صحیح ہے لیکن جن حالات کا ہمیں سامنا ہے وہاں ہم یہ سب کیسے کریں؟

جواب:-

دنیا میں کچھ حاصل کرنے کی تمنا اگر رضائے الٰہی کے علاوہ ہے تو

آپ کو ہمیشہ مشکل رہے گی۔ آسودگی باطن کی اور مرتبہ ظاہر کا چاہنے والا کہیں نہ کہیں Disturb رہتا ہے۔ آپ نے سوال میں یہ بات پوری کر دی ہے کہ باہر کی دنیا اور طرح کی ہے جس میں آپ کو فائٹ کرنا ہے' تو یہ جو آپ اپنے ذمے فرض لگا رہے ہیں یہ ضروری نہیں ہے۔ دنیا کے اندر کوئی مقام ایسا نہیں ہے جو محبت سے حاصل نہ ہو سکے سوائے غلط مقام کے۔ اس وقت جو آپ لوگ یہاں ہیں وہ اپنے اپنے شعبے کے ماہر ہیں' میں نے انہیں کوئی لالچ نہیں دیا' سوائے محبت کے اور کوئی بات نہیں کی۔ یہ ہے حاصل۔ اس سے بڑی کیا Achievement ہے کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ ''آپ جو کہیں وہ منظور''۔ اگر آپ دنیا کے طور پر' دنیاوی Effort میں اتنا ہی کر لو جتنا میں کر چکا ہوں تو پھر آپ کے لیے بڑی Achievement ہے۔ تو بڑے بڑے Achieve کرنے والوں اور اپنے اپنے شعبوں کے Heads کو میں نے ایک لفظ سے یہاں اکٹھا کر دیا اور وہ لفظ ہے ''محبت''۔ یہ اسم اعظم ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ محبت Work نہیں کرتی تو آپ کے ساتھ تو یہ Work ہوا پڑا ہے۔ یہ نہ کہنا کہ یہ طلسم نہیں چلے گا کیونکہ یہ تو چلا پڑا ہے' جادو سر چڑھ کے بول رہا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میں نے سارا طلسم ظاہر بھی نہیں کیا' لیکن یہ Work کر رہا ہے۔ صرف بیٹے کی دعا کرتی ہے اور پھر لڈو ہی لڈو ہیں' بیٹا مبارک ہو۔ اس طرح پتہ چلے گا

کہ دل سے دعا کی ہے، واقعی دعا کی ہے کہ مدت سے ایسا واقعہ نہیں ہوا۔ دعا جب دل سے کریں تو لڈو آ ہی جائیں گے ...... بس آپ اس چیز کو برداشت کریں جو برداشت نہیں ہو رہی ۔ یہی تو بہشت ہے۔ انسان دوسرے کو کہتا ہے کہ یہ کیسا انسان پیدا کیا ہے اللہ نے۔ یہ واقعہ آپ نے سنا ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ یا اللہ تو نے چھپکلی کیوں بنائی ہے۔ اللہ نے فرمایا ابھی چھپکلی بھی پوچھ رہی تھی کہ تو نے موسیٰ کو کیوں بنایا...... تو بات اتنی سی ہے۔ دونوں اپنے مقام پر صحیح ہیں۔ یہ جو آپ کو چھپکلیاں نظر آتی ہیں تو آپ اعتراض نہ کرو۔ آپ کو یہ پتہ نہیں ہے کہ آپ کے بنانے میں کتنی دقت ہوئی ہے۔ آپ دوسروں کے گھروں کی اصلاح نہ کریں۔ برے آدمی کو آپ گلے لگا لیں۔ اپنی زندگی میں آپ یہ کام کر جائیں کہ جس کو گلے نہیں لگا سکتے اُسے گلے لگا لیں۔ اس میں اور کوئی خرابی نہیں ہے، خرابی صرف یہ ہے کہ تم نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ اگر ساتھ دو تو خرابی دور ہو جائے گی۔ اگر کسی کو برے نام سے پکارو تو وہ خود بخود غنڈہ بن جائے گا۔ تو آپ اچھے ناموں سے پکارا کرو۔

سوال:۔

اگر کوئی رضائے الٰہی کا سفر کرے تو اپنے بچوں کی ضروریات کو کیسے پورا کرے گا؟

جواب:-

میں آسائشوں کو روک نہیں رہا مگر میں صرف اس شخص کو بات بتا رہا ہوں جس کا مقصد تقربِ الٰہی ہے۔ اگر اس کا مقصد یہ نہیں ہے تو پھر آپ یہ زندگی گزار لیں، جیسے گزرتی ہے، کھاؤ، پیو، آسائش حاصل کرو، مشکل وقت کے لیے پیسے جمع کرو اور پھر مشکل وقت آ ہی جائے گا۔ تو یہ عام آدمی کی بات ہے اور اگر مقصد تقربِ الٰہی ہے تو اس کے لیے یہ چیزیں نہیں چاہییں۔ ایک آدمی کے دل میں اگر سوز پیدا ہو گیا، عشق پیدا ہو گیا تو وہ رات کو جاگے گا۔ اگر آپ کا مقصد تقربِ الٰہی ہے تو پھر آپ اپنے لیے آسائش کی محبت نکال دیں۔ آسائش کو تقربِ الٰہی نہ سمجھیں۔ اگر ایک آدمی کے دل میں سوز پیدا ہو گیا اور وہ رات کو جاگنا شروع ہو گیا تو اسے چاہیے کہ سارے شہر کو جگانا نہ شروع کر دے۔ اس لیے جو سوزِ عشق ہے، وہ بے شک خود جاگے۔ بچوں کے لیے جو خواہش ہے وہ ہونے دو مگر آپ کے دل میں راہِ الٰہی کی جو خواہش پیدا ہو گئی ہے اس کے لیے اللہ کا شکر ادا کرو۔ اگر ائیر کنڈیشنز میں بیٹھتے ہو تو بیٹھو، پکے مکانوں میں بیٹھتے ہو تو بیٹھو مگر اللہ کا شکر ادا کرو۔ شکر میں کوتاہی نہ کرو۔ اگر آپ میں اللہ کی خواہش پیدا ہو گئی ہے تو یہ بڑی مبارک بات ہے۔ اگر یہ زندگی اللہ کی راہ میں چلنے کی خواہش مند ہو جائے تو پھر اور کیا چاہیے۔ تو آپ اللہ کی طرف نکلو۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ

جب آپ میں ایسی خواہش پیدا ہو جائے تو ففروا الی اللہ اللہ کی طرف فرار کر جاؤ، بھاگ جاؤ، اللہ کی طرف مفرور ہو جاؤ، یعنی کہ زندگی سے، تلخیٔ آلام سے گھبرایا ہوا انسان مفرور بن کے اللہ کی آغوشِ محبت میں سکون پانے کے لیے حاضر ہو گیا۔

لوٹ آیا ہوں میں دنیا کے ویرانوں سے

تو آپ بھی ففروا الی اللہ، اللہ کی طرف فرار کر جاؤ۔ باقیوں کو چھوڑ دو، ان کو کرنے دو، ان کو کھلاؤ......

سوال:۔

فرار اور ہجرت میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔

کیفیت کے لحاظ سے فرار زیادہ Spontaneous ہے، ہجرت میں Consideration ہے، تھوڑا سا غور ہے۔ ہجرت کا مقام اور ہے۔ فرار کے وقت گنجائش نہیں ہوتی کہ انسان کچھ سوچ سکے، اس کو صرف یہ پتہ ہوتا ہے کہ یہاں سے نکلنا ہے اور ہجرت میں مقام چھوڑنے کا بھی پتہ ہوتا ہے اور وہاں جانے کا بھی پتہ ہوتا ہے۔ ہجرت جو ہے یہ کیفیت میں مدہم ہے اور فرار جو ہے یہ تیز لفظ ہے، ففروا الی اللہ بڑی تیز رفتاری سے ادھر جانا ہے، ایک چکر لگ جاتا ہے، اس کا سجدہ ایسے ہے کہ۔

یا میں نہیں یا گردشِ افلاک نہیں ہے

یا پھر ایسے ہے کہ

یا جبیں نہ رہے یا سنگِ آستاں نہ رہے

تو وہ ایسی بات کہتے ہیں کہ

آج سجدوں کی انتہا کردوں

شوق مٹ جائے یا جبیں نہ رہے

تو یہ ''ففروا'' والوں کی بات ہے۔ یہ فرار کی کیفیت بہت تیز ہے۔ ایک اور راز بتاتا ہوں کہ اللہ نے کہا ہے کہ سجدہ کرو اور میرے قریب ہو جاؤ۔ اگر اور کچھ سمجھ نہیں آتا تو یہ تو سمجھ آ سکتا ہے کہ سجدہ کرو اور فوری طور پر اللہ کے قریب ہو جاؤ۔ اللہ جب آپ کے قریب آتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟ اوّل تو اللہ دور رہتا ہی نہیں ہے' جب آپ خاموشی سے' تنہائی میں دعا مانگتے ہیں تو جو دعا کی' ٹون ہے' آپ جتنا آہستہ سے بولتے ہیں اتنے قریب سے اللہ سن رہا ہوتا ہے۔ گویا آپ کی دعا کی آواز کے ساتھ اللہ کا کان ہوتا ہے۔ آپ دل میں دعا کرتے ہیں اور اللہ سنتا ہے۔ یہ ایک مقام ہے۔ پھر آپ نے اللہ کو اگر Perceive کرنا ہے' Receive کرنا ہے' غور کرنا ہے' Conceive کرنا ہے' اگر آپ کی پیشانی میں تڑپ ہے تو اُسے سجدہ گاہ میں ڈھونڈیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ اللہ کا شوق کہاں ہے' کس جگہ پر ہے ...... اگر اللہ کا شوق

آپ کے پاؤں میں چلا جائے تو آپ اس راہ میں دوڑنے والے بن جاؤ گے‘ اللہ کی تلاش میں سیروافی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین۔ پھر آپ سیر کرتے جائیں گے۔ پیشانی میں شوق ہوگا تو آپ سجدہ کریں گے‘ آنکھوں میں شوق ہوگا تو نظارے تلاش کریں گے اور کہیں گے کہ اللہ مل گیا‘ سبحان اللہ‘ فتبارک اللہ احسن الخالقین ‘نظارے ہی نظارے ہیں‘ خوشبو ہی خوشبو ہے‘ نغمہ ہے‘ چہرہ ہے‘ عالمِ تحیر ہے‘ دل کی دھڑکن ہے‘ پاؤں کی جنبش ہے‘ وجود کی کیفیت ہے ...... لیکن ان سب کے باوجود اللہ آپ کی سمجھ سے بہت دور ہے۔ اللہ کا ادراک نہیں ہوسکتا ہے‘ وہ ہے یہیں کہیں لیکن کہیں نہیں۔ تو اللہ کی خواہش ہی اللہ ہے‘ اللہ پر یقین ہی اللہ ہے۔ اللہ پر ایمان ہی اللہ ہے...... لیکن اللہ ان سب باتوں سے بہت بلند ہے۔ یہ آسان سی بات ہے‘ یقین اگر نہ ہو تو پھر آپ کا ایمان کیا ہے۔ تو ایمان‘ یقین اور وابستگی ہی اللہ ہے۔ اگر آپ علم والے نہ ہوتے اور کوئی اَن پڑھ آدمی ہوتا تو اسے اللہ سمجھانا زیادہ مشکل نہ ہوتا‘ اللہ کیا ہے؟ شوق کے آنسو۔ تو شوق میں نکلے ہوئے آنسو اللہ ہیں‘ قربان ہونے والے کا خون‘ اللہ! خالی علم آپ کو کہیں نہیں پہنچائے گا۔ دنیادار سے یہ کہتے ہیں کہ تو پیسے خرچ کر‘ عبادت کر‘ تیرا کام ہو جائے گا اور شوق والے کے لیے کام آسان ہے۔ جس حصے میں شوق ہے اس کے مقابل کی شے کا نام اللہ ہے۔ اگر آپ

فکر والے بن گئے تو فکر کی رسائیوں میں آپ کو اللہ کی پہنائیاں سمجھ آئیں گی'
یہ افلا تتفکرون والے ہوتے ہیں' جسے آپ Concentration کہتے ہیں'
Meditation کہتے ہیں۔ اگر آپ کا ذہن ہی نہ ہو تو Meditation کیا
ہوتی ہے' پھر تو Meditation عذاب ہے یعنی ذہن کے اندر اللہ کے
جلوے کی تلاش نہ ہو تو Meditation عذاب ہے۔ اگر آپ کی پیشانی میں
تڑپ نہ ہو تو سجدہ بہت مشکل ہے' منافقت کا ہے۔ اگر آپ کا دل محبت سے
بھرا نہ ہو تو کسی کو دلبر کہنا جھوٹ ہے۔ دل اگر رانجھے کا ہو تو پھر ہیر "اللہ" ہے۔
بس پوری کہانی ہے' لیکن اگر دل وہ ہو تو۔ اگر ہیر یا رانجھا نہیں تو پھر کم از کم
وارث شاہؒ کا دل ہو۔ اگر ہیر سچی نہیں ہے یا رانجھا سچا نہیں ہے تو وارث شاہؒ تو
سچ ہے۔ تو آپ کسی مقام پر تو سچے ہو جائیں' چلو کسی ایک کے ساتھ سچے
ہو جائیں' ایک کیفیت میں سچے ہو جائیں' ایک لمحے کے ساتھ سچے ہو جائیں'
کوئی وعدہ کر لیں' یہ کہہ دیں کہ جھوٹ نہیں بولیں گے...... کیا یہ مشکل بات
ہے۔ کچھ بزرگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کے منہ سے جو بات نکلتی
تھی وہ پوری ہو جاتی تھی۔ انہوں نے کبھی زبان سے ایسی بات نکالی ہی نہیں
جو نہ پوری ہونے والی ہو۔ جس کی زبان سے جھوٹ نہ نکلا ہو اس کی زبان
سے اتفاق سے نکلا ہوا فقرہ بھی سچ ہو جائے گا۔ آپ جھوٹ نکال دیں تو خود
بخود ہی سب سچ ہو جائے گا۔ آپ کو اب سارا راز بتا دیا ہے۔ اللہ کی راہ

آسان راہ ہے۔ اللہ کے حبیبؐ کی بات بھی بتاتا ہوں، وہاں یہ سوچ درکار نہیں ہے صرف ادب درکار ہے۔ ادب ہی درود ہے۔ اس ذات کے خیال کے سامنے مؤدب ہو جانا ہی درود ہے۔ وہ بے شک انسان ہیں انا بشر مثلکم حکم ہے لیکن وہ اتنے "مثلکم" بھی نہیں ہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔

سوال:-

جہاں ادب کا مقام ہو وہاں پر سوئے ادب کہاں سے شروع ہو جاتا ہے؟

جواب:-

دین کے حوالے سے مقامِ ادب جس ذات سے وابستہ ہو اس ذات کی صفات اگر اختیار کر بھی لی جائیں تو بھی اس ذات کے مرتبے کی خاکِ پا نہیں بن سکتے۔ صفات سے اس ذات کا تقرب آپ نہ سوچیں۔ یہ سوئے ادب ہے۔ ذات کا تقرب منشائے ذات سے سوچیں۔ اور یہ بڑی ضروری بات ہے۔ تقلیدِ ذات کو عام طور پر ذات کا تقرب بتایا جاتا ہے مگر ہم تقربِ ذات کی بات یہ بتا رہے ہیں کہ یہ منشائے ذات سے ہے۔ بس پھر ذات آپ کے ساتھ چلے گی۔ تو تقلید بھی ہو اور محبت بھی ہو۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی اطاعت در اطاعت کر رہا ہو مگر اُسے محبت کا پتہ ہی نہ ہو۔ مثلاً کوئی اللہ کی بات کر رہا ہو اور سرکارِ دو عالمؐ کی آواز آ جائے تو اگر وہ کہے کہ

میں تو اللہ کی بات کر رہا ہوں تو یہ اطاعت نہیں ہے۔ تو جس ذات نے ایمان عطا فرمایا اس پر سب قربان ہے۔ ایک روز آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کہ تمہیں ایمان کے بارے میں کیا سمجھ آیا۔ سب نے جواب دیے۔ یہ کہا کہ اللہ ایک ہے' اللہ کی ہر ایک چیز پہ ایمان رکھنا ہے' آپؐ کی ذات پر یقین رکھنا ہے۔ ایک آواز آئی کہ ہم تو یہ سمجھے ہیں کہ دین یہ ہے کہ دین بھی آپؐ پر نثار ہے۔ تو یہ اور راز ہے۔ یہ راز جو ہے یہ آپ کو اطاعت سکھاتا ہے۔ اس کو ضرور پہچاننا' یہ ادب کا مقام ہے۔ فقیر کا دین تقلید میں نہیں ہے' ہر چند کہ تقلید لازم ہے' بلکہ محبت میں ہے۔ فقیر کی نماز محبت کی ہے' یہ قضا نہیں ہوتی' اس کی قضا ہی نہیں ہے' وہ اس خیال سے غافل ہی نہیں ہوتا۔ محبت ایک ایسی چیز ہے جو آپ کو محبوب سے کبھی غافل نہیں ہونے دے گی۔ کیا خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو محبت بھی ہو اور اطاعت بھی ہو یعنی کہ شریعت بالمحبت ہو۔ وہی آدمی تو ہمیں چاہیے۔

سوال :-

حضور پاکؐ کی ذات کے بعد کی بات......

جواب :-

حضور پاکؐ کی ذات کے بعد نقشہ حضورؐ ہی کا رہتا ہے' Follower ہوں یا لیڈر رہوں' یہ انہی کا احسان ہے۔ حضور پاکؐ کی ذات کے بعد بھی

حضورؐ ہی ہیں۔ کسی سٹیج پر اس Sanctity میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اس لیے جب کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم حضور پاک ﷺ کے دور میں تو نہیں ہیں پھر یہ بات کیسے کھلے گی، تو انہوں نے کہا کہ شیخ کامل بھی حضور پاکؐ کا فیض ہے تو یہ راز ہے کہ۔

ہمیں سجدہ کرنے سے کام ہے
جو وہاں نہیں تو یہیں سہی

اگر آپ نے سمندر میں چراغ جلانا تھا تو سمندر گزر گیا، اب آپ کے پاس دریا ہے تو پھر دریا میں چراغ جلالیں۔ وہ بھی سمندر میں چلا جائے گا۔ اس لیے آپ کی وابستگی یہیں سے ہوگی۔ اب ۱۹۸۶ء کا سال ہے لیکن آپ آج ہی درود بھیجیں گے، اسی ذات پر جو چودہ سو سال پہلے تھی۔ درود میں وہی اثر ہوگا جو آپؐ کی موجودگی میں بھیجنے سے تھا۔ جب آپ لوگوں کا وجود نہیں تھا تو آپ کی روح حضور پاکؐ کی محفل میں زیرِ تربیت تھی۔ یہ روحیں اس محفل میں تھیں۔ تب ہی آپ کو یہاں آ کے وہ محبت ملی۔ یہ روحیں روزِ ازل سے پرورش پا چکی ہیں۔ عالمِ ارواح میں آپ اسی محفل میں ہوں گے۔ ورنہ یہاں یہ کیسے محبت ہو سکتی ہے۔ یہی تو اُن کی مہربانی ہے۔ پھر آپ کو بیٹھے بیٹھے کبھی یاد آ جاتا ہے۔ تربیت پہلے ہی ہو چکی ہے، صرف اس کی دریافت یا Discovery ہونی ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، کلمہ آپ نے پرانا پڑھا

ہوا ہے......

سوال :-

کیا یہ ’’ قالوا بلیٰ ‘‘ کے وقت کی بات ہے؟

جواب :-

ہاں یہ ’’الست بربکم ‘‘ کے وقت کی بات ہے جب یہ جواب دیا گیا کہ ’’ قالوا بلیٰ ‘‘ ۔جب یہ واقعہ مالکِ کائنات نے کیا تھا تو اس کو ہمیں اب بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ نے پوچھا کہ ہے کوئی تمہارا رب میرے علاوہ‘ کیا میں تمہارا رب ہوں کہ نہیں ہوں؟ روحوں نے کہا آپ ہی ہمارے رب ہیں۔اب یہ کیوں بتایا جارہا ہے؟ راز یہ ہے کہ یہ واقعہ ابھی بھی ہو رہا ہے‘ جو چیز آپ کو عبادت کے راستے میں روک رہی ہے وہاں یہ آواز آتی ہے کہ الست بربکم کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔وہاں آپ اس چیز کو چھوڑ دیں اور آگے نکل جائیں۔تو ’’ قالوا بلیٰ ‘‘ کا طریقہ یہ ہے۔تو اللہ کے راستے سے جو چیز روک رہی ہے وہاں یہ آواز محسوس کرو کہ ’’الست بربکم اور ’’بلیٰ ‘‘ حاضر کہہ کے آگے پہنچ جاؤ۔قدم قدم پر آپ کو ’’الست بربکم ‘‘ کی آواز آرہی ہے‘ اس لیے قدم قدم پر ’’بلیٰ ‘‘ کا ورد شروع کر دو۔تو ’’ازل ‘‘ کہاں ہے؟ آپ کے ساتھ۔ابھی ’’ازل‘‘ ہے۔تو یہی لمحہ آپ کے لیے ازل ہے۔جہاں آپ اللہ کو یاد کریں گے وہ اللہ کی محفل ہو جائے گی۔اللہ کو

جب یاد کرو گے وہ وہیں ہو گا۔ اللہ کو جب پکارو گے وہ وہیں ہو گا۔ اللہ کو کس نے یاد کرنا ہے؟ آپ نے۔ اللہ کب آپ کے ساتھ ہوتا ہے؟ جب آپ اس کے ساتھ ہو جاؤ۔ اللہ کب آپ کو چھوڑتا ہے؟ جب آپ اسے چھوڑ دیں۔ دھیان کرنا' یہ ہو سکتا ہے' کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تیرا حسنِ خیال ہی تکمیلِ جمال ہو۔ بس دھیان کرنا' اگر کہیں ایسا ہو تو پھر کیا ہو گا...... یہ بیان کی بات نہیں بلکہ یہاں پر بیان بند ہے۔

اب آپ لوگ اور سوال کریں۔ میں نام لے لے کے کہہ رہا ہوں کہ سوال پوچھیں...... بولیں...... اگر سوال نہیں پوچھنا تو پھر دعا کرو...... دعا سے پہلے بولو کہ کیا دعا کریں۔ کچھ لوگ زندگی سے بتدریج رخصت ہوتے ہیں' پہلے اُن کے اعضاء رخصت ہوتے ہیں' کبھی کوئی حصہ رخصت ہو گیا' کبھی بینائی رخصت ہو جاتی ہے اور کبھی توانائی رخصت ہو جاتی ہے اور کبھی رعنائی رخصت ہو جاتی ہے۔ آہستہ آہستہ سب رخصت ہوتے جاتے ہیں حتیٰ کہ آخری سانس جو ہے وہ بھی رخصت ہو جاتی ہے اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مکمل طور پر Total collapse ہو جاتے ہیں' ہر شے ٹھیک ہوتی ہے' چلتے پھرتے ہیں اور پھر یک لخت سب ختم۔ وہ اس طرح رخصت ہوتے ہیں۔ آپ دعا یہ کیا کریں کہ یا اللہ ہم جس طرح بھی رخصت ہوں ہم نے آنا تیرے پاس ہے اور ہم یہاں بھی تیرے پاس ہیں' ہمارے ایمان

کوتو اپنے فضل سے محفوظ رکھ، حالات ایسے ہیں کہ ہم اپنے ایمان کو محفوظ نہیں رکھ سکتے، ہم جانتے ہیں کہ ہمیں اپنا ایمان محفوظ رکھنا چاہیے لیکن اس میں ہم بڑے کمزور ہیں، یارب العالمین ہمیں اپنے ایمان کو قائم رکھنے میں دقت پیش آتی ہے، ہماری مدد فرما۔ یا رب العالمین ہمیں ہماری زندگی کے وسیع عنوانات میں آپ اپنے حبیبِ پاکؐ کی محبت عطا فرما، سچی محبت عطا فرما۔ یا اللہ ہمیں زندگی میں کامیابی اور ناکامی کے حوالے سے سفر نہ کرانا بلکہ ہمیں زندگی میں رضا کے حوالے سے سفر کرا، ہماری رضا ہو تو بھی تُو راضی رہے اور تیری رضا ہو تو ہم راضی رہیں۔ ہمیں ایسی زندگی ملنی چاہیے۔ ہمیں دنیا کی دی ہوئی کامیابیوں اور ناکامیوں سے بچا۔ یا اللہ جتنے لوگ ہم سے وابستہ ہیں ہمیں ان میں خوشی دے تاکہ ہم اپنے وابستہ لوگوں میں Disturbed نہ Feel کریں، جہاں تو نے وابستگی دی ہے وہاں آسودگی دے، وہاں خوشی دے۔ یارب العالمین ہم نے چھوٹے چھوٹے مقاصد رکھے ہوئے ہیں، مہربانی فرما کے انہیں پورا فرما تاکہ ہم شکر کا کلمہ بجالائیں۔ یارب العالمین ہمیں شکر ہی کا راستہ دکھا، احسان کا راستہ دکھا، اپنے فضل کا راستہ دکھا، اپنے حبیب پاکؐ کی محبت کا راستہ دکھا، دنیا میں ہمیں انسانوں کے غضب سے بچا اور اپنی ذات کا تعاون عطا فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء

والمرسلین حبیبنا وشفیعنا سیدنا وسندنا ومولٰنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔
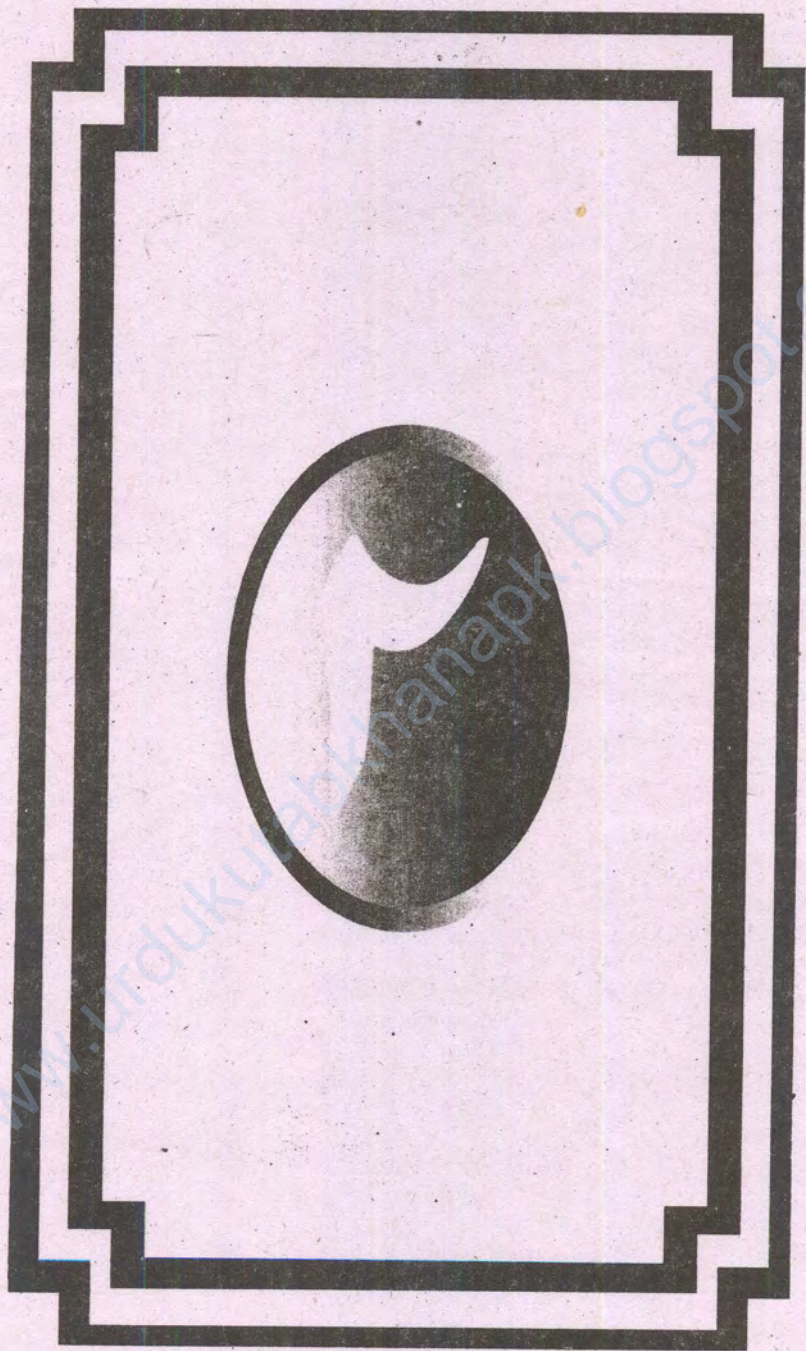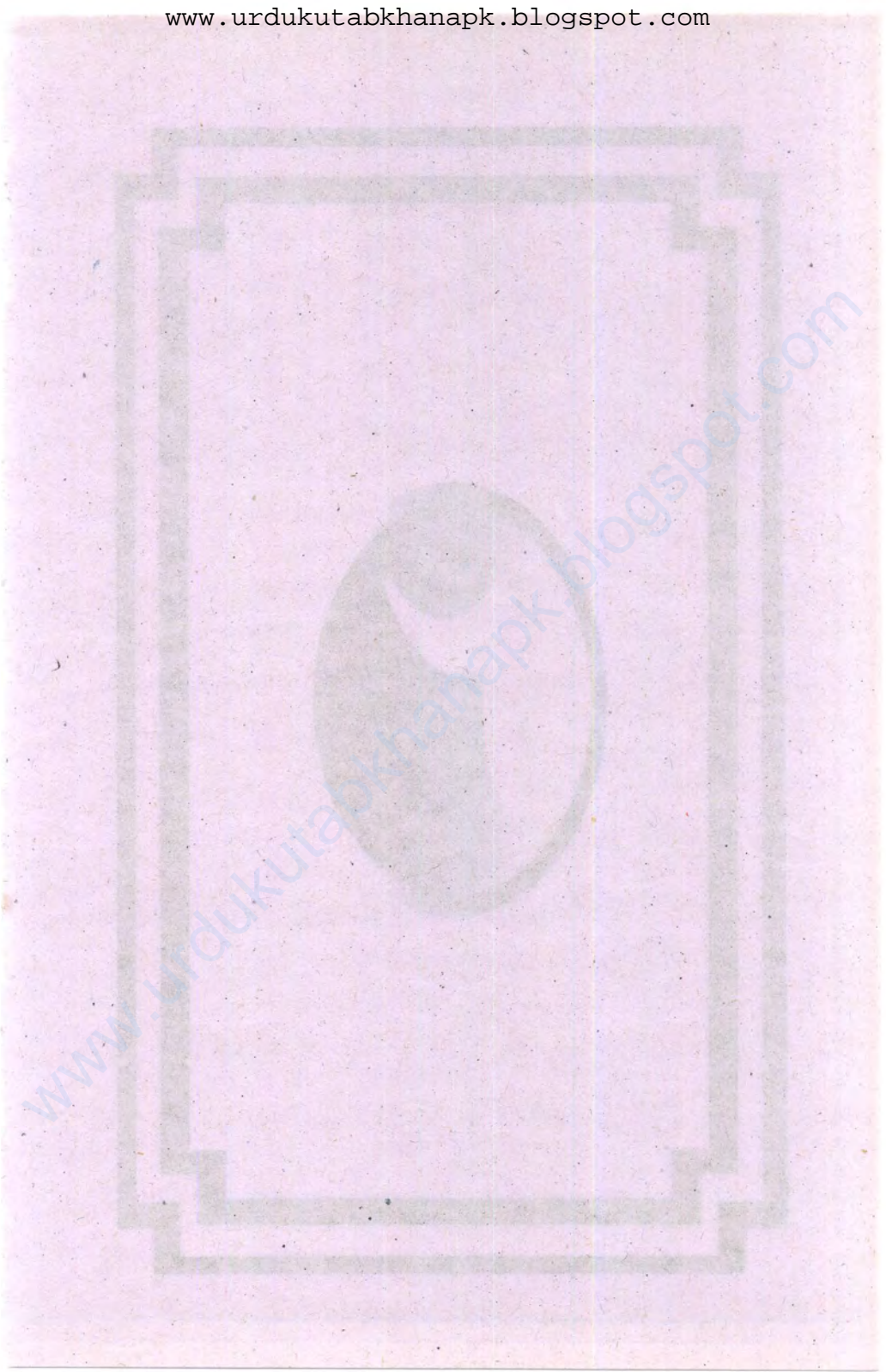
۱ کیا ہم ایسی تبلیغ کیا کریں کہ لوگوں کا ایمان مضبوط ہو جائے؟

۲ پیر یا شیخ کا اصل کام کیا ہے؟

۳ اگر آدمی کوئی کام کرنا چاہتا ہو اور اس کی استعداد نہ ہو تو پھر کیا کرے؟

سوال:-

کیا ہم ایسی تبلیغ کیا کریں کہ لوگوں کا ایمان مضبوط ہو جائے؟

جواب:-

جب آپ کسی کی اصلاح کرنے لگیں تو یہ ضرور دیکھیں کہ کیا یہ شخص خوش نصیبی کے قابل ہے۔ اگر آپ کے خیال میں وہ خوش نصیب نہیں ہوسکتا اور بدنصیب ہے' اُسے ڈانٹ دیا تو پھر تبلیغ کیا کریں گے۔ یہ نہ کہنا کہ وہ بڑا پاگل آدمی ہے۔ پھر اس کو کاہے کی تبلیغ کرنی ہے۔ اصلاح اس کی کریں جو آپ کے خیال میں ذرا خوش نصیب ہے۔ وہ خوش نصیب کیسے ہوسکتا ہے؟ جو آپ کے خیال میں آپ کا محبوب ہو۔ تو محنت کہاں کرنی ہے؟ وہاں کرنا جہاں محبت ہو جائے۔ اگر بچہ آپ کا ہے تو پھر آپ محنت کریں گے اور آخری دم تک کریں گے' اولاد کے لیے ضرور محنت کریں گے' جاتے جاتے کان میں بات کہہ جائیں گے کہ اگر اور کچھ نہیں کر سکتے تو توبہ تو کرلو۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ وہاں آپ کی محبت ہے۔ اب آپ یہ برداشت نہیں کر سکتے

کہ بچے اِدھر اُدھر ہو جائیں۔ تو یہ محبت جائز ہے۔ کسی دوست سے اگر پرانا ساتھ ہے اور آپ نے کوئی نیا ساتھ اختیار کر لیا' نیا راستہ اختیار کر لیا تو دوست سے کہو کہ میں نے نئی چیز دریافت کر لی ہے' تم بھی آ ؤ۔ اب وہاں توجہ کرو اور محنت کرو' جھگڑا کہیں نہ کرنا' نہ اولاد کے ساتھ اور نہ دوست کے ساتھ۔ اور جو آپ کی بیوی ہے اس کی مجبوری ہے کہ یہاں بھی ساتھ رہے اور آگے بھی ساتھ ہو۔ تو اس کو بھی بتا دو۔ اور جہاں جہاں آپ کا جی کرتا ہے تبلیغ کریں مگر تبلیغ کی شرط یہ ہے کہ پہلے ان لوگوں سے محبت ہو۔ تو اس کا کیا مفہوم نکلا؟ اگر اس سے آپ کی محبت نہیں ہے تو یہ رحمت سے باہر ہے۔

جب انسان کو صحیح عبادت کا مفہوم ملتا ہے تو پھر وہ توبہ کرتا ہے اور رجوع کرتا ہے۔ نتیجہ کیا نکلا؟ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ شخص جو نفرت کے ساتھ' ضد کے ساتھ اور غصے کے ساتھ نصیحت کر رہا ہے یا تبلیغ کر رہا ہے وہ شخص خود قابلِ غصہ ہے۔ اسے نظر انداز کر دو لیکن وہاں غصہ نہ کرنا۔ جو آدمی ڈانٹ ڈپٹ کے' گالی گلوچ کر کے اصلاح کرتا ہے وہ اصلاح نہیں کر سکتا۔ اصلاح اس کی کرو جس کے ساتھ محبت ہو۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے لکم دینکم ولی دین : تمہارے ساتھ تمہارا دین اور ہمارے لیے ہمارا دین...... تو ان لوگوں سے رحمت کو چھپا دیا گیا' کافروں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی کہ دین چھپا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو صاحب آئے تھے انہوں نے ھٰذا فراق بینی و

بینکم : اب ہمارے تمہارے درمیان جدائی ہے' یہ راز ہم نہیں دے سکتے' یہ راز اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سونے والا اور جاگنے والا برابر ہوجائیں' ناممکن ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ چلنے والا اور ٹھہرنے والا برابر ہوجائیں' جو چل رہا ہے وہ چلتا جارہا ہے اور جو ٹھہر گیا وہ ٹھہر گیا۔ لہٰذا جب آپ گفتگو کے آداب سیکھیں تو یہ ضرور دیکھیں کہ کیا یہ آدمی ٹھہرنے والا ہے یا چلنے والا ہے' جاگنے والا ہے کہ سونے والا۔ اگر جاگنے والا مل جائے تو سونے والا اس کے ساتھ تیز بات مت کرے۔ کیونکہ اس کے پاس ایک پورا شعبہ ہے یعنی جاگنا۔ اگر وہ صرف جاگے اور ستارے گنتا جائے تب بھی اس کے پاس ایک خاص بات ہے۔ تو جاگنے والا سونے والے کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری راہ میں خرچ کرنے والا اور جمع کر کے گنتی کرنے والا' دو مختلف لوگ ہیں۔ جمع کرنے والا کہتا ہے کہ اس کا بڑا افضل ہے اور اس کی راہ میں خرچ کرنے والا کہتا ہے کہ بڑا ہی کرم ہے کہ اللہ کے راستے میں دے دیا۔ اب ان دونوں کا نام ایک ہے لیکن کام مختلف ہے۔ یہ برابر کیسے ہوسکتے ہیں۔ ایک کو اللہ مل جائے تو وہ کہے گا کہ یا اللہ تجھے کیا پیش کروں اور دوسرے کو اگر اللہ مل جائے تو وہ سوچے گا کہ میں نے اس سے کتنی ہی چیزیں لینی ہیں۔ تو مدعا یہ ہے کہ یہ دونوں مختلف Attitudes ہیں۔ یہ آپ نے خود دیکھنا ہے کہ آپ نے کیا کرنا

ہے۔ Throughout the history یہی بات چلی آ رہی ہے کہ تبلیغ وہاں بند ہے جہاں ضد ہو گی۔ وہاں اصلاح کرنی بند کردو جہاں ضد آ جائے۔ یہ ضد ہے کہ تم ایک طرح کی عبادت کرتے ہو، ہم اور طرح سے عبادت کرتے ہیں، تم یارسول اللہ سے انکار کرتے ہو...... بحث کرنی بند کردو۔ آپ یہ کام نہیں کرتے اور وہ لوگ وہ کام نہیں کرتے۔ اگر آپس میں محبت ہو جائے تو شاید دونوں کوئی کام کرنے لگ جائیں۔ آپ دونوں کو پیسے سے تو محبت ہے اس لیے دونوں مل کے بینک میں جاتے ہیں لیکن جہاں ضد کرتے ہو وہاں لڑتے ہو۔ میں نے سنا ہے کہ شاہی مسجد میں نعرۂ رسالت پر بندہ قتل ہو گیا تھا۔ کیا ایسا اتفاق ہوا؟ یہ اخبار میں آیا تھا۔ جب تحقیق ہوئی تو پتہ چلا کہ نعرہ لگانے والے بھی جھوٹے تھے اور قتل کرنے والے بھی، اور جو جاننے والے تھے وہ ایک طرف کھڑے تھے۔ تو یہ نعرہ بنانا، جھگڑا کرنا ہے کہ نعرۂ رسالت لگا دیتے ہیں اور جو انکار کرنے والے ہوتے ہیں وہ اسے کفر کہہ دیتے ہیں۔ جو یارسول اللہ کہتا ہے اُسے کہنے دو اور جو نہیں کہتا اُسے نہ کہنے دو۔ جس طرح محبت ہے چلتے جاؤ۔ بحث نہ کرو۔ محبت کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ جس کو یہ علم نہیں ملا اس کے ساتھ بھی محبت سے بات کرو تا کہ اصلاحِ احوال قائم ہو جائے ورنہ جھگڑا کرو گے تو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ تو کسی آدمی پر رحمت کے دروازے بند نہیں ہونے چاہییں، تمہارا غصہ سب پہ یہ

بند کرتا ہے۔ حالانکہ وہ آدمی خوش قسمت ہوسکتا ہے' کسی کو کیا پتہ۔ بندوں کو یوں پہچانا کرو کہ کیا یہ آدمی خوش قسمت لگتا ہے' اگر ہے تو اس کو اچھی سی بات بتا دو یا اس سے اچھی سی بات سن لو۔ اصل میں اسلام بڑا آسان سا دین ہے' اس کا اگر مختصر سا ترجمہ کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ ایک کتاب ہے' ایک علم اور ایک عمل ہے۔ عمل یہ ہے کہ آپ گھر سے دفتر تک جا رہے ہیں اور علم یہ ہے کہ آپ نے دو کتابیں فقہ کی پڑھ لیں۔ کتابوں کا علم آپ کے پاس محفوظ ہے لیکن عمل یہ ہے کہ آپ نے یہاں سے دفتر تک جانا ہے۔ اس کے لیے کون سا علم چاہیے؟ اگر آپ کے پاس گاڑی ہے تو پٹرول سمیت ٹھیک ٹھاک ہو' مستری سے اور پنکچر سے بچو۔ یہ علم Operative ہے جو آپ کے روز مرہ میں استعمال ہوتا ہے اور دوسرا علم جو ہے وہ خالی علم ہے اور اس کا استعمال یہ ہے کہ اگر مسجد میں کنویں کے اندر کبوتر گر جائے تو پچاس بو کے نکال دو' کوئی اور چیز گرے تو اتنا پانی نکال دو۔ عام طور پر اب یہ Operative نہیں رہ گیا۔ کیونکہ ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں' اب کنواں نہیں ہے۔ اب آپ کو اسلام سے یا قرآن پاک سے وہ علم چاہیے جو آپ کی Operative life میں کام آئے۔ اب آپ ایمانداری سے غور کریں کہ دفتر جانے میں آپ کو اسلام نہیں ملا' فائلیں بھی انگریزی میں چھپی پڑی ہیں' آپ کے واقعات بھی باہر سے آ رہے ہیں' بلین ڈالرز کے ساتھ کاروبار

ہو رہا ہے' تو یہ آپ کی Dealing ہے۔ پھر آپ نے دفتر سے پیسے لیے' ڈرافٹ لیے' اوورڈرافٹ لیے' حصہ لیا' حصے سے زیادہ حصہ لیا' پھر آپ گھر آ گئے اور بازار گئے۔ بازار میں بھی اسلام کی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ نے چیز خریدنی ہے اور اس نے مہنگی دینی ہے اور آپ نے پھر بھی لے لینی ہے۔ اس سارے واقعے میں اسلام نے کہیں Matter نہیں کیا۔ اگر شادی ہوگئی تو اسلام کے نام پر نکاح ہوگا کہ ہم لوگ حاضرین کی موجودگی میں قبول کرتے ہیں اِس کو اُس کے ساتھ اور اُس کو اِس کے ساتھ۔ پھر سب کو مبارک دیتے ہیں۔ یہ تو ہوگئی اسلام کی بات اور اس کے بعد جتنا بھی ہوا اینٹی اسلام ہوا کہ آج مہندی ہے' ویڈیو ساتھ ہے وغیرہ وغیرہ۔ جب سے ویڈیو بننا شروع ہوئی ہے لوگوں نے سادہ لباس پہننا ختم کر دیا' پارلر جانا پڑتا ہے' دلہن کو بجائے اس کے کہ نیک دعا اور درود کے ساتھ رخصت کیا جائے' دلہن کو ایک ایسے لباس میں رخصت کرتے ہیں جو نہ اس بیچاری کے کام آئے گا اور نہ اس کے مزاج میں رہے گا۔ ماں باپ الگ پریشان۔ اس واقعے کا فائدہ کس کو ہوا؟ بنانے والوں کو۔ آپ صرف رنگ دیکھ کے خوش ہوئے' پھر مٹھائی کھا لی۔ تو یہ سلسلے بند کرنے چاہییں۔ آپ پر یٹو اسلام تو اتنا سارا ہے کہ ''آپ سے مل کر خوشی ہوئی ہے''۔ خوشی دل سے ہونی چاہیے۔ اظہار کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ یہ جو Celebrations ہیں یا اور کام ہیں یہ فالتو

ہیں۔شادی ہو نہیں سکتی جب تک شادی ہال نہ ہوں' شادی ہو نہیں سکتی جب تک فائیوسٹار ہوٹل میں واقعات نہ ہوں۔ شریعت کے لحاظ سے شادی صرف نکاح ہے اور شادی میں صرف مولوی صاحب شریعت کا بندہ ہوتا ہے اور باقی سارے واقعات سماج کے ہیں۔اس طرح ساری بات ہی غلط ہوگئ' بات ختم ہوگئی۔اس لیے آپ اس بات کو سمجھیں کہ آپ کیا کرر ہے ہیں۔ آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسلام کا علم کیا ہے اور عمل کیا ہے۔اسلام اگر عمل کی دنیا میں آجائے تو پھر آسانی ہوجائے گی۔ابھی یہ عمل کی دنیا میں نہیں آیا۔اس لیے عام لوگ اور ذہین لوگ پریشان ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو آج کل کی زندگی میں تو اسلام کا کام ہی کوئی نہیں ہے۔آج کل کا انسان بس میں گھر سے دفتر اور دفتر سے گھر تک ہے' مہینے کے بعد تنخواہ لے لی' اسلام تو راستے میں آیا نہیں۔دیکھنا یہ چاہیے کہ آپ اپنی زندگی کو اعمال کی روشنی میں اسلام میں کیسے ڈھالتے ہیں۔علم کی وجہ سے یہ نہیں ہوگا کہ یہ کتاب پڑھ لی ہے' دوسری کتاب پڑھ لی ہے' سب پڑھ لیا ہے۔اسلام کے نام پر لکھی ہوئی کتابوں کی لائبریری دنیا کی سب بڑی لائبریری ہوگی اور اسلام کے نام پر عمل جو ہے یہ سب سے کم ہوگا۔تو یہ اتنا بڑا فرق کیسے ختم ہوگا؟ یا تو کتابوں کو آگے پیچھے کردو' صرف قرآن پاک اور حدیث کی کتابیں رہ جائیں یا پھر اپنے عمل کو تیز کردو۔یہ فیصلہ کون کرے گا؟ یہ آپ لوگ کریں گے۔تو آپ

سے یہ سوال ہے کہ اپنی زندگی میں اپنے پڑھے ہوئے علم اور کیے ہوئے عمل کے درمیان فاصلہ کیسے Bridge کرو گے، کیسے پورا کرو گے۔ آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ دوسرے کی اصلاح کیسے کرنی ہے، آپ سے آپ کے علم کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے یہ نہ پوچھنا کہ یا اللہ تم نے یہ کیا کِیا بلکہ تیار رہو کہ اللہ پوچھے گا کہ تم نے یہ کیا کِیا تھا اور کیوں کِیا تھا بل هم یسئلون: بلکہ وہی لوگ پوچھے جائیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مدعا یہ ہے کہ پوچھے جانے کی تیاری کرو کیونکہ تم سے پوچھا جائے گا، دوسرے کے عمل کے بارے میں نہیں بلکہ اپنے کِیے ہوئے پر، اس خفیہ عمل کے بارے میں جس کے گواہ آپ خود تھے، وہ جو تنہائی میں آپ نے کام کیا تھا۔ تو آپ سے آپ کی تنہائیوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، آپ سے آپ کی باتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، آپ سے آپ کے خیال کے بارے میں پوچھا جائے گا، آپ سے آپ کے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور آپ سے دوسرے کے عمل کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ اس لیے کوئی کسی کے کہنے پر کچھ نہیں کرے گا، کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا لا تزر وازرہ وزر اخری: اور نہیں اٹھائے گا کوئی کسی کا بوجھ۔ اگر وہاں پر ماں سے کہیں کہ یہ چھوٹی سے گٹھڑی ہے، اُٹھا لو تو وہ کہے گی کہ زندگی میں تو ہم نے مصیبتِ اٹھائی ہے، تکلیف پر تکلیف اٹھائی ہے، تیرا بوجھ بھی اٹھایا ہے لیکن

اب میں تو خود آپ پریشان ہوں۔ اب تو حقیقت کا سامنا ہے، کوئی بھی دوست نہیں، بھائی نہیں، بہن نہیں، عزیز نہیں اور رشتے دار نہیں۔ کوئی آپ کو ایک نیکی تک نہیں دے گا۔ تو سب لوگ بدل جائیں گے۔ پھر جب انسان دوستوں سے نامراد ہو آئے گا تو اللہ تعالیٰ کہے گا کہ These are the persons یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے تو نے مجھے چھوڑا تھا۔ جس اولاد کے لیے آپ سب کچھ کرتے تھے وہ تو یہاں کام نہ آئی، ماں باپ بھی کام نہ آئے، ایک بھی نیکی کوئی نہ دے گا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کہے گا کہ اس کو ایک نیکی دے دو کیونکہ یہ مسلمان ہے۔ تو جہاں آپ کی فائنل نجات ہے وہاں ابھی سے رجوع کر لو۔ وہاں کوئی کام نہیں آئے گا ...... بس آپ لوگوں سے محبت کرو، Posessed نہ ہونا اور نہ Posess کرو یعنی نہ کسی پہ قابو پاؤ اور نہ ان کے قابو میں آؤ بلکہ ان کو گائیڈ کردو، ان کی اصلاح کردو اور اپنا راستہ لو۔ پھر آپ کو نجات کی راہ مل جائے گی۔ جس ذات کے آگے آپ کو جا کے جواب دہ ہونا ہے اس کو ابھی سے جواب دہ ہو جاؤ۔ جس طرح یہ کہتے ہیں کہ ایک آواز آئی تھی کہ الست بربکم : کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو روحوں نے کہا کہ ہاں آپ ہی ہمارے رب ہیں، یہ اب آپ کو یاد نہیں مگر اب یہ لہر ہر طرف سے آواز آرہی ہے۔ وہ کب رب ہے؟ جب کوئی غلطی کرنے سے پہلے تھوڑا سا پاؤں رُکے تو سمجھو کہ آواز آرہی ہے کہ دھیان کرنا، کیا میں رب نہیں؟ کیا غریبی

سے ڈر رہے ہو؟ کیا میں پالنے والا نہیں ہوں؟ رب کا معنی معبود نہیں ہے بلکہ رب کا معنی پالنے والا ہے۔ کیا وہ پالنے والا نہیں ہے، تمہیں کس چیز کا خوف ہے؟ آپ کہہ دیں کہ وہ ہمارا رب ہے اور پھر اس پہ چھوڑ دیں۔ جس نے غیب کے ایمان کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ یا اللہ تو ہی ہمارا رب ہے، غریبی بھی تیری طرف سے ہے اور دولت بھی تیری طرف سے ہے، ہم راضی ہیں، تو پھر اس آدمی کے لیے نجات ہے، دین کی بھی اور دنیا کی بھی۔ تو یہ رب کی بات ہے۔ رب کا معنیٰ پالنے والا، ربوبیت دینے والا، جس نے آپ کو پالا ہے اور جس نے آپ کو پالنا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان جو بھی چیز ہے میں اس کو پالنے والا ہوں، اس بات کا اندیشہ نہ کرنا کہ میں پالوں گا نہیں، میں پیدا کروں گا تو پالوں گا کیوں نہیں۔ تو وہ پیدا بھی کرتا ہے اور پالتا بھی ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رزق کے اندر کوئی ایسی بات ہو جائے جس سے اس کا منشا نہ رہے۔ آدھی دنیا تو اس وجہ سے پکڑی جاتی ہے کہ رزق کا ذریعہ غلط ہوتا ہے یا رزق کا استعمال غلط ہوتا ہے۔ اس کا آپ خیال رکھنا۔ رزق کے ذریعے کا خیال رکھنا مشکل بھی ہے کیونکہ یہ معاملے گورنمنٹ کے ہوتے ہیں، کنٹری کے ہوتے ہیں، بہر حال اگر رزق کے ذریعے کی اصلاح بھی ہو جائے تو یہ اچھی بات ہے اور اگر یہ ذریعہ اصلاح میں نہیں آتا، رزق میں کمی بیشی آ جاتی ہے تو آپ اس کمی بیشی کو

Edit کرتے جائیں، قینچی لگاتے جائیں۔ مثلاً گھر میں کوئی فالتو چیز آ گئی، خوشبو کی بجائے بُو آ گئی، کوئی فالتو سامان آ گیا، کوئی پریشانی آ گئی، کوئی لقمہ پریشان کن آ گیا تو اُسے نکال دو۔ بس اتنا سا کام آپ کرلو۔ یہ آپ کر سکتے ہیں۔ یہ آپ کو کب آئے گا؟ جب آپ کو خوشبو یا بدبُو آنا شروع ہوگی، آپ ذرا Watchful ہو جائیں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ یہ چیز غلط ہے۔ غلط چیز اگر دور نہیں ہو سکتی تو اس غلط چیز کی تاثیر دور کر دو۔ اگر پیسہ کمائی کے دوران ناجائز ذرائع کو نہیں روک سکے تو جائز ذرائع سے حاصل ہونے والا مال تو اللہ کی راہ میں دے دو۔ تو یہ تاثیر ہے، غلطی کا ریکارڈ جو ہے ناں اُس کو Clear کر دو۔ اگر کوئی اور غلطی ہے جس میں پیسہ شامل نہیں ہوتا تو اس پہ توبہ ہونی چاہیے کہ یا اللہ غلطی ہوگئی ہے، صرف آپ جانتے ہیں اور میں بھی جانتا ہوں، گواہ تو سارے مر گئے ہیں، لٰہذا گواہوں کی عدم موجودگی میں اور آپ کی موجودگی میں، میں موجود ہوں اور توبہ کرتا ہوں ...... اب اس گناہ کا اثر ختم ہو گیا جس پہ گرفت ہونی ہے۔ جب ماں باپ زندہ تھے اور کسی سے غلطی ہوگئی تو اس کا کوئی علاج نہیں، یہ مجبوری ہے کہ توبہ نہیں کر سکتے۔ شیطان اگر توبہ شروع کر دے تو یہ نہیں ہو سکتا، اگر فرعون یہ کرے تو نہیں ہو سکتا۔ فرعون کا معنیٰ ہے جس نے دین کو برملا شکست دینے کی کوشش کی اور نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔ فرعون ایک Symbol ہے، دین ابھی بچپن

میں تھا یعنی موسیٰ علیہ السلام اور فرعون براجمان تھا' دین کا اینٹی تھا' اگر وہ قوت جو پیدا ہونے والے دین کے خلاف ہوتو پھر اس کی معافی نہیں ہے۔ خواہ فرعون جتنی توبہ کرے اس کی معافی نہیں ہے' اس کو لعین قرار دیا گیا ہے۔ تو وہ شخص جو قوت میں ہے اور وہ کسی دینی تحریک کو' دینی واقعہ کو یا اصل دین کو بچپن سے تکلیف دینا شروع کر دے تو اس کے لیے بخشش نہیں ہے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہ فرعون ہے! میری بات سمجھ آئی؟ تو فرعون کے لیے معافی نہیں ہے۔ اور کس کے لیے معافی نہیں ہے؟ اس آدمی کے لیے معافی نہیں ہے' توبہ نہیں ہے جس شخص سے سہواً یا عمداً یا اعلانیہ حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی ہو جائے۔ بزرگ یہاں تک بھی کہتے ہیں کہ اگر تم نے انہیں مفرد ضمیر سے پکارا' تب بھی بخشش نہیں ہوگی۔ مقصد یہ کہ ادب اور احترام ہو۔ یہ کہا گیا ہے کہ حضور پاک ﷺ کے سامنے آواز اونچی نہ کرنا ورنہ حبطت اعمالھم اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اونچی آواز سے یہ بھی مراد ہے کہ برملا اپنی بات کی صداقت کی زیادہ وضاحت نہ کرنا۔ کیونکہ تمہیں تو سمجھ نہیں آ سکتی۔ تو

پست ہر آواز کا قد آپؐ کی آواز سے

تو صحابہ کرامؓ میں سے کوئی ایسے نہیں بولا کرتا تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ وہ آپؐ کی محفل میں ایسے بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بولنا نہیں ہوتا بلکہ سننا ہوتا تھا۔ ان سے اگر کوئی پوچھتا کہ کیا بات

سمجھ آئی ہے تو وہ کہتے تھے کہ اللہ اور اللہ کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ فتح مکہ کے وقت آپؐ نے پوچھا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ آج ہم تم سے کیا سلوک کرنے والے ہیں۔ انہوں نے کہا اب تو آپ کا حق ہے کہ جو چاہیں سزا دیں، ہم شکست کھا گئے ہیں۔ آپؐ نے ان سے Conventional سلوک نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ وہ سلوک کر رہا ہوں جو مجھ سے پہلے میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا اور وہ یہ تھا کہ لا تثریب علیکم الیوم : آج کے دن تم پر کوئی سزا نہیں ہے۔ تو انہیں معافی دے دی۔ یہ حاصل حضور پاک ﷺ کا اپنا ہے۔ اگر ان کی شان میں کوئی گستاخی کرتا ہے تو اگر آپؐ چاہیں تو اُسے معاف کر دیں ورنہ بخشش نہیں ہوگی۔ وادیٔ طائف میں جب واقعہ ہو گیا تو حکم ہوا جبریل امین کے ذریعے کہ اگر کہیں تو انہیں ختم کر دیا جائے مگر آپؐ نے فرمایا کہ ؎

بشر ہیں بے خبر ہیں کیوں تباہی کی دعا مانگوں

آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ نہیں تو ان کی اولادیں کبھی مسلمان ہو جائیں گی۔ تو آپؐ اسلام کے فروغ کے لیے کوشاں رہتے تھے، ذہین آدمیوں کے لیے دعا کرتے تھے کہ یہ کافروں میں کیسے چلا گیا، یا اللہ اسے ہمارے حوالے کر۔ وہ زمانہ ہی اور تھا۔ تب کافر جو تھے وہ جھوٹے نہیں تھے، منافق نہیں تھے، منافق لوگ تھوڑے ہوتے تھے۔ آج کل لوگ دوسرے کے مسلمان ہونے پر شک

کرتے ہیں۔ آپ لوگ سادہ ہیں کہ میری محفل میں آتے ہیں، آج کل تو لوگ پتہ نہیں کیا کیا کرتے ہیں۔ کئی لوگ اس طرح کی محفل سے ڈرتے ہیں، عقیدتوں سے ڈرتے ہیں کہ پتہ نہیں کہاں جا کے کیا ہو جائے۔ لوگوں نے مشائخ کرام کے ہاتھ چوم چوم کے گھسا دیئے۔ پتہ نہیں کیا کچھ کرتے ہیں۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ تو میں نے آپ کو وہ باتیں بتائی ہیں جن کی توبہ منظور نہیں ہوتی۔ ایک اور بات بتاتا ہوں کہ کب توبہ منظور نہیں ہوتی۔ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ قبرستان تشریف لے گئے۔ وہاں ایک قبر کے پاس رُک گئے، پوچھا یہ کس کی قبر ہے۔ پتہ چلا کہ فلاں کی ہے۔ پوچھا اس کا کوئی ولی وارث ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ اس کی ماں ہے۔ اس سے آپؐ نے فرمایا کہ اپنے بیٹے کو معاف کر دو۔ ماں نے کہا نہیں کروں گی کیونکہ اس نے میرے دل کو اذیت پہنچائی ہے۔ آپؐ نے یہاں یہ واقعہ دکھایا کہ میں اس کو براہِ راست معاف کر سکتا ہوں، اللہ ناراض ہو جائے تو معاف کرا سکتا ہوں کہ یا رب العالمین معافی دے دے، مگر ماں ناراض ہوئی تو اس سے معافی دلوائی۔ تو ماں ناراض ہو جائے یا باپ ناراض ہو جائے تو اس سے اس کی معافی لینی ہو گی۔ یہ معافی کون دے گا؟ براہِ راست۔ اگر ماں باپ ناراض تھے اور مر گئے تو توبہ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ان کی بچی ہوئی نشانیوں یعنی بہن بھائیوں کی خدمت کرو۔ اگر وہ راضی

ہو گئے تو شاید ماں باپ مان جائیں۔ ورنہ ماں باپ کی ناراضگی کی Otherwise معافی نہیں ہے...... جب وہ ماں نہ مانی تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو۔ وہاں اسے دکھایا کہ غور کرو۔ اس نے دیکھا تو وہ عذاب میں تھا۔ تب ماں نے اُسے معاف کر دیا...... یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ ماں باپ اپنی اولاد کی اذیت کو کبھی برداشت نہیں کر سکتے اور اولاد کا یہ حال ہے کہ وہ گمراہ ہو جاتی ہے اور ماں باپ کو نظر انداز کر دیتی ہے۔ وارننگ کے طور پر آخری بات یہ ہے کہ جہاں اللہ کا کلام آ جائے وہاں بحث نہیں کرنی۔ صرف یہ دیکھ سکتے ہو کہ کیا یہ واقعی کلام ہے، کتاب میں لکھا ہوا ہے؟ اگر یہ پتہ چلے کہ کلام الٰہی یہی ہے اور اس میں لکھا ہے کہ تم ظالم اور جاہل ہو تو آپ کہیں کہ ہم واقعی ظالم اور جاہل ہیں، آگے سے Second Thought نہ دینا، جواب نہ دینا۔ اگر یہ لکھا ہوا ہے کہ تم بے وقوف ہو تو آپ کہنا کہ ہم بے وقوف ہیں۔ تو کلامِ الٰہی کے سامنے کوئی اور دلیل نہیں لانی۔ بس یہ End ہے۔ اور جب یہ پتہ چل جائے کہ یہ حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے تو آپ کہنا کہ آمنّا وصدّقنا، آپؐ نے جو کچھ فرمایا وہ ٹھیک ہے، اس میں ہمارے لیے جو بھی نسخہ لکھا ہوا ہے وہ ہمیں منظور ہے۔ جب حضور پاک ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ ہم آسمانوں پہ گئے، دیدار ہوا، دوسرے واقعات بھی ہوئے۔ کافروں کو بڑا موقع مل گیا اور وہ صحابہ کرامؓ کے پاس

آئے، جید صحابہ کرامؓ کے پاس، اور کہنے لگے کہ آپ لوگ یہ بتائیں کہ آپ کے رسول، پیغمبر نے ایک نئی بات کردی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر آپؐ یہ سب کچھ فرما رہے ہیں تو پھر یہ ٹھیک ہے، تو یہ ہے صداقت اور یہ ہے اس پر ایمان۔

سوال:-

پیر یا شیخ کا اصل کام کیا ہے؟

جواب:-

جو استاد یا ٹیچر ہے اس کا تعلق امتحان سے ہے اور اس کا کام ہے پاس کرانا۔ پیر یا شیخ کی جو اصلاح ہے وہ آپ کی غلطی کو ٹھیک کرتی ہے، دین کی اصلاح کرتی ہے اور دنیا کی بھی اصلاح کرتی ہے۔ آپ کی تقدیر تو آگے جا کے بدلے گی مگر آپ کا مزاج یہاں سے ہی بدل جائے گا۔ اس طرح آپ بدلیں گے۔ ایک تھا شیر۔ اس نے ایک روز چلتے چلتے دیکھا کہ بھیڑوں کا ایک گلّہ جا رہا ہے اور ان میں شیر کا ایک بچہ بھی چل رہا ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ یہ بھیڑوں کی طرح چل رہا ہے اور بھیڑوں میں گزارہ کرتا جا رہا ہے۔ شیر نے اُسے بلایا اور کہا کہ تُو تو شیر ہے، اِدھر آؤ۔ اس نے کہا آپ پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہیں، ہم تو بھیڑوں کے ساتھ چل رہے ہیں۔ محبت کا اثر یہ ہوا کہ وہ بھی بھیڑوں کی طرح رہنے لگا۔ شیر نے کہا کہ میں تم سے

بات کرنا چاہتا ہوں' میری بات سُن' پھر تیری مرضی جو کرنا۔ شیر نے اسے پکڑا اور تالاب پر لے گیا۔ پھر بولا اب پانی میں ہم دونوں کا عکس دیکھو' کیا ہماری شکل ایک جیسی ہے؟ اُس نے کہا شکل تو برابر ہے۔ اس نے پہچان تو لیا۔ شیر نے کہا اب عمل بھی برابر ہونا چاہیے۔ شیر نے ایک بھیڑ کو پکڑا' اُسے چیر اپھاڑا اور کھا گیا۔ پھر اُسے کہا کہ یہی تیرا عمل ہونا چاہیے۔ تو اس نے بھی ویسا کر دیا۔ تو جو پیر ہوتا ہے وہ یہی کچھ بتائے گا کہ آپ کا عمل کیا ہے۔ ورنہ تو انسان کا بعض غیر جنس لوگوں کے ساتھ' غیر لوگوں کے ساتھ رہتے رہتے خیال غیر ہو جاتا ہے۔ تو پیر صاحب جو ہیں وہ خیال کی اصلاح کرتے ہیں۔ یہ اسی دنیا میں ہو جاتا ہے۔ دنیا میں ہی اُسے توبہ کرا دی جاتی ہے بلکہ دنیا ہی میں اس کو بہشت کی ہوا اور بہشت کی سیر کرا دی جاتی ہے۔ بہشت کیا ہے؟ دوسرے کو دینا۔ دنیا کیا ہے؟ لینا۔ دینے کی تمنا بہشت ہے اور لینے کی تمنا دنیا ہے۔ حاصل کرنے کی فکر ہو تو یہ دنیا ہے اور اگر ایثار کرنے کی خواہش ہو تو یہ بہشت ہے۔ بہشت والے کے لیے یہ فقرہ ہوگا کہ Brother, thy need is greater than mine کہ بھائی صاحب' آپ کی ضرورت مجھ سے زیادہ ہے۔ وہ واقعہ آپ نے سنا ہوگا کہ کئی لوگ زخمی تھے اور پانی کا صرف ایک پیالہ تھا۔ جب وہ پہلے آدمی کے پاس جاتا ہے تو دوسرا آواز دیتا ہے "پانی"۔ وہ پانی دوسرے کو دے دیتا ہے تو تیسرے کی آواز آتی ہے۔

اس طرح پیالہ آگے چلتا جاتا ہے' بندے دم توڑتے جاتے ہیں۔ جب آخری آدمی کے پاس پیالہ پہنچا تو پہلا بندہ مر گیا۔ اب پتہ نہیں اس آخری آدمی نے غم کے مارے پانی پیا یا نہ پیا' یہ الگ کہانی ہے لیکن دین اور بہشت یہی ہے' کہ بھائی جو ہے اس کی ضرورت تمہاری ضرورت کے برابر ہونے کے باوجود اس کی ضرورت زیادہ ہے۔ یہی بات تو آپ کو سمجھاتا رہتا ہوں۔ کیا؟ اگر تم اور تمہارا بھائی ضرورت میں برابر ہیں اور وہ طاقت میں کمزور ہے یا وسائل اس کی دسترس سے باہر ہیں' تمہیں بہتر چانس مل گیا اور تم اس سے بہتر ہو گئے' اب وہ چانس جو تمہیں ملا وہ اس کو نہیں مل سکا' چاہے وہ ماں باپ کی شفقت' محبت اور دعا کا چانس ہو' تو اب تم اسے وہ مقام دے دو۔ تو اتنی ساری کہانی ہے۔ اگر یہ کرو گے تو بہشت کا یہ سارا واقعہ یہیں سے شروع ہو جائے گا۔ تو بہشت کیا ہے؟ بہشت ہے ایثار' دینے کی تمنا' دوسرے کو Share کرانے کی آرزو...... یہاں تو لوگ یہ کرتے ہیں کہ لوگ دوسرے کو ترسانے کی کوشش کرتے ہیں' پیسہ اس لیے بناتے ہیں' دوسروں کو پریشان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ This mountain belongs to me یہ پہاڑ ہمارا ہے۔ اگر شیئر کرنا چاہو تو آپ کہو گے کہ یہ پہاڑ آپ کا بھی ہے' جو لینا ہے لے لو۔ تو اس طرح شیئر کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آؤ میری دنیا میں آبادی کرو' شیئر کرو' اسلام شیئر کرو' بھائی شیئر کرو' تلواریں شیئر'

جان شیئر اور دوسرے واقعات بھی شیئر۔ یہاں یہ مسئلہ ہے کہ شیئر کرنے کی بجائے الگ ہیں، تخلیہ کیا ہوا ہے، بھائی کو علیحدہ کیا ہوا ہے اپنے اختیار سے، اپنے مقامات سے اور اپنی صفات سے۔ تو آپ بھائی کو اپنے پاس بلا کے رکھیں، بھائی کو Equally رکھیں، برابر رکھیں، اپنے اختیار اور اپنے وسائل کے ساتھ رکھیں۔ دنیا کی مجبوریوں کا خیال رکھنا۔ بہشت کی کمی نہیں ہے، بھائی کے لیے بہشت چاہنا۔ اپنے بھائی کو اپنے پاس ملازم رکھنا بڑے ظلم کی بات ہے۔ بھائی کو برابر رکھنا چاہیے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ کرے تیرا بھائی دوزخ میں چلا جائے تو کیا یہ آپ کے لیے مبارک بات ہے، کیا اس سے آپ خوش ہوں گے؟ اگر آپ کا بھائی دوزخ میں چلا گیا تو آپ بھی گئے۔ تو بھائی کو دوزخ میں بھیجنا اچھی بات نہیں ہے۔ یہ نہ کہنا کہ اس نے مجھے پانی نہیں پلایا تھا، میرا کام نہیں کیا تھا وغیرہ وغیرہ ...... اب ایف آئی آر نہ کرا دینا، مقدمہ نہ کرا دینا اور اسے گرفتار نہ کرا دینا۔ اُسے یہ کہو کہ یہ تمہارا حصہ میں کھا گیا تھا، اب تم لے لو۔ اس طرح وہ خوش ہو جائے گا۔ اس سے پہلے کہ اس پر کوئی عذاب آئے اُسے سنبھالو۔ آدھی قوم تو اپنے بھائیوں کو دوزخ میں ڈالنے میں خوش ہے۔ کسی نے پوچھا کہ بارش کا فائدہ کیا ہے؟ کہتا ہے اس سے میرے کھیت تر ہوتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ بارش کا نقصان کیا ہے؟ کہتا ہے میرے بھائی کا کھیت بھی تر ہوتا ہے۔ تو لوگ اس لیے!

بارش کو نقصان دہ سمجھتے ہیں کیونکہ اس سے بھائی کا کھیت بھی تر ہوتا ہے۔ تو اگر آپ کوئی چیز اپنے بھائی کو، بہنوں کو یا عزیزوں کو دے دیں گے تو وہ بہت خوش ہوں گے۔ Jealousy تو ایک عذاب ہے۔ اپنے بھائی کو گرفتار کرانے والا خود گرفت میں آ جائیگا' بھائیوں کو دوزخ میں بھیجنے والا خود دوزخ میں پہنچ گیا اور بھائیوں کو معاف کر دینے والا بہشت میں چلا گیا۔ اب یہ آپ نے خود سوچنا ہے کہ آپ بھائی کو معاف کر دیتے ہیں یا پھر ویسے رہتے ہیں۔ اس وقت بال آپ کے کورٹ میں ہے۔ اگر سب دنیا نے غلطی کی ہوئی ہے تو سب دنیا کو معافی دے دو اور خود نجات حاصل کر لو۔ آپ یہاں ٹھہر نہیں سکتے۔ اگر آپ یہاں ٹھہر سکتے تو پھر میں آپ کو اجازت دیتا کہ یہاں ٹھہر جاؤ لیکن مجھے اتنا پتہ ہے آپ یہاں ٹھہر نہیں سکتے' یہ پھسلن ہے' بندہ گیا۔ کمال تو یہ ہے کہ اگر آپ کچھ نہ بھی کریں تو صرف گھر بیٹھے بیٹھے عمر گزر جائے گی۔ ایک تو یہ ہوتا ہے کہ بیمار ہو کے عمر گزرے گی لیکن یہ ویسے بھی گزر جائے گی۔ پھر پتہ چلے گا کہ Suddenly your time is up اچانک آپ کا وقت ختم ہو جائے گا۔ جب آپ ہی نہیں ہوں گے تو کیا دنیا اور کیا دنیا کے واقعات۔ یہ دنیا ایک سفر ہے اور ماں باپ آپ کا آخری سفر ہیں۔ اسلام کتنا Operative ہے؟ اتنا ہے کہ چار روحیں' چند لوگ آپ نے راضی رکھنے ہیں' جو آپ کو حاصلِ ہو اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے

اور عبادت کرنی ہے۔ عبادت کا شوق رکھنا ہے اور لوگوں کو راضی رکھنے کا مشغلہ رکھنا ہے۔ اس طرح آپ اپنا سفر آسان کریں۔ جب کوئی رشتہ دار ملے، غریب ہو اور جاہل ہو تو یہ خدمت کرنے کا شاندار موقع ہے، غریب کی مدد کرو اور جاہل آدمی کو آرام سے سمجھاؤ۔ کہیں کسی علم والے کو نہیں دیا جاتا علم جب تک اسے یہ برداشت نہ دی جائے کہ جاہلوں سے کیسے بات کرنی ہے اور انہیں کیسے علم دینا ہے۔ تو کسی علم والے کو تب تک علم عطا نہیں کیا جاتا جب تک اُسے یہ حوصلہ نہ عطا کیا جائے کہ جاہلوں کے ساتھ کیسے Deal کرنا ہے۔ کسی فلاح والے کو اس وقت تک فلاح Certify نہیں کی جاتی جب تک وہ محروم کو محبت سے اپنے پاس نہ بلائے۔ وہ پیار سے بلاتا ہے، غصے سے نہیں۔ جو بات ایک دفعہ سن لی جائے، سمجھو کہ وہ دور سے آئی ہے۔ پھر وہ بات نہیں آئے گی بلکہ مسئلہ آئے گا، پرابلم آئے گا لیکن حل نہیں آئے گا۔ اگر پرابلم سے پہلے حل آ گیا تو تم خوش نصیب ہو۔ ورنہ یہ بڑی بدنصیبی ہے کہ پرابلم کا حل پہلے بتا دیا گیا تھا، اس وقت وہ آپ نے نہیں مانا اور پھر پرابلم آ گیا، خطرہ آ گیا۔ ایسا آدمی بدقسمت ہے جس کے پاس حل موجود ہو اور وہ حل نہ کرے۔ اس لیے کہیں کوئی زندہ آدمی مل جائے تو اس کے پاس جاؤ۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو بلاوجہ غصہ کرتے ہیں، ناراض ہوتے ہیں، آپ ان کے پاس جا کے معافی کروالو، ان کو راضی رکھو اور اپنی فائل Clear رکھو۔

اور کوئی سوال پوچھ لو...... کوئی بندہ بولے...... بولیں آپ۔

سوال:-

اگر آدمی کوئی کام کرنا چاہتا ہو اور اس کی استعداد نہ ہو تو پھر کیا کرے؟

جواب:-

مثلاً کوئی آدمی نیکی کرنا چاہتا ہے' اسے قدرتی شعور ہے' وہ ایک ایسی مسجد بنانا چاہتا ہے جو شاہی مسجد سے بڑی ہو یا پھر چار پانچ نمازیوں کی مسجد لیکن اس کی اسے قدرت نہیں تو وہ کیا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا راستہ کبھی ناممکن نہیں بنایا۔ یہ کمال کی بات ہے ناں کہ دنیا میں رہ کے اللہ سے ملنا۔ اور یہ آسان بات ہے کیونکہ اللہ نے اپنا راستہ آسان بنایا ہے۔ جب آپ اللہ کا راستہ چلنا چاہیں اور محسوس ہو کہ دقّت پیدا ہو گئی ہے تو آپ یہ سمجھیں کہ Something is wrong somewhere کہیں کوئی غلطی ہے۔ تو آپ اپنی ہستی میں رہ کے نیکی کرو' اپنی Capacity سے باہر نہ جانا۔ اگر ایک آدمی نے اللہ کی راہ میں پھول خرچ کیا اور دوسرے نے اللہ کی راہ میں کچھ اور خرچ کیا تو وہاں یہ دیکھنا کہ اللہ نے مادیت کو نہیں دیکھنا' وہ Materialist نہیں ہے۔ مسجد بنانے کے لیے چندے میں چار روپے اور چار بلین برابر ہو سکتے ہیں' کیونکہ وہ شخص Infinity کے سامنے جا رہا ہے'

لامحدود کے سامنے جارہا ہے تو وہاں اس کی کیا وقعت ہے' سمندر کو اگر کسی نے تھوڑا سا پانی پیش کرنا ہے تو وہ تو پہلے ہی پانی سے بھرا ہوا ہے' اسے اگر چار دریا پیش کرو تو بھی تھوڑے ہیں...... سمندر کے سامنے چار دریا یا پچاس دریا برابر ہیں۔ تو آپ نے اپنی چیز دنیا کو تو پیش نہیں کرنی بلکہ اللہ کو پیش کرنی ہے اور Allah knows it اللہ اسے جانتا ہے' وہ جانتا ہے کہ اس نے تم کو کیا دیا ہوا ہے اور اس کا کیا راز ہے۔ تو تم نے اللہ کی خدمت میں' اللہ کی معلوم شدہ استعداد کے مطابق' اللہ کی دی ہوئی قدرتوں کے انداز کے مطابق خود پیش کرنا ہے۔ تو یہ استعداد ہے۔ استعداد سے کبھی باہر نہ ہونا۔ ایک سائل بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ نے کہا تجھے جو چاہیے وہ بول۔ اس نے کہا جہاں پناہ آدھی سلطنت عطا فرما دیں۔ بادشاہ نے کہا یہ تیری اوقات سے بہت زیادہ ہے' یہ ہم نہیں دے سکتے۔ اس نے کہا جہاں پناہ پھر ایک روپیہ دے دیں تاکہ میں اپنے کام میں چلا جاؤں۔ بادشاہ نے کہا یہ میری شان کے خلاف ہے۔ تو بادشاہ کو یہ استعداد نہ ہوئی' نہ تو اس نے بادشاہت دی اور نہ روپیہ دیا۔ آپ اللہ کو دل سے پیش کردو جو کرنا ہے' سجدہ پیش کرو۔ کیا کہا؟ اگر اللہ کو معذرت کا سجدہ پیش کردو تو پھر وہ راضی ہے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے حکم دیا کہ اللہ کے لیے اپنا مال لے آؤ۔ سب اپنی استعداد کے مطابق کچھ مال لے آئے اور کچھ گھر میں چھوڑ آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب

کچھ ہی لے آئے

پروانے کو چراغ، بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس

گھر میں صرف آپؐ کی یاد چھوڑ آئے۔ کسی کو یہ نہیں کہا گیا کہ تم بہت اچھا کر گئے یا کہ تم کم کر گئے، سب ٹھیک ہے۔ ایک روایت ہے کہ ایک بندے کے پاس دانے نہیں تھے، وہ کچھ غلّہ لے آیا۔ پوچھا گیا کہ یہ کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا جہاد کا وقت ہے، یہ مجاہدین کے کام آئے گا۔ پھر پوچھا گیا کہ یہ آیا کدھر سے ہے؟ اس نے کہا یہ پھر بتاؤں گا۔ وہ چیونٹیوں کے بلوں سے لایا تھا...... تو اس نے سوچا کہ اس وقت مجاہدین پر وقت آیا پڑا ہے، اس کو جو کچھ جہاں سے ملا وہ لے آیا۔ یہ روایت چلی آ رہی ہے۔ استعداد کی بات ہے۔ دراصل استعداد دنیا داری کا نام ہے اور نیت اللہ کا نام ہے۔ اللہ کے ساتھ دنیا داری نہ کرنا۔ اللہ کو صرف Material contribution نہ کرنا، گنتی کی چیزیں نہ دینا بلکہ محبت کی Contribution کرنا۔ محبت میں تمہارا سب کچھ اللہ کا ہے، وہاں اڑھائی فی صد نہیں ہوتا، وہ سب کچھ لے جاتا ہے، وہ مانگے تب اس کا ہے، نہ مانگے تب اس کا ہے۔ اللہ اگر مانگے تو دے دو اور دل کرے تو دے دو۔ اب یہاں پر اپنی خواہش کو دیکھیں۔ اگر آپ اللہ ہی کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو پھر اللہ کے سامنے معذرت کیسی، پھر

آپ کہیں کہ I know میں جانتا ہوں کہ جو میں نے کیا وہ میں نے ہی کیا۔
کیونکہ دیکھنے والا کون ہے؟ اللہ۔ اللہ سے آپ نے کیا چھپانا اور اللہ کو آپ
نے کیا بتانا۔ نہ آپ نے اُسے کچھ بتانا ہے اور نہ اس سے کچھ چھپانا ہے۔
بس اپنا عمل کرتے چلے جاؤ۔ اگر آپ زندہ ہیں تو بھی اللہ کے لیے اور اگر مر
گئے تو بھی اللہ کے لیے...... یہ آسان سی بات ہے۔ اب دعا کریں۔

یارب العالمین ہم پر نیکی کے دروازے کھول' یارب العالمین
آسانیاں عطا فرما' جہاں جہاں مقامات رُکے ہوئے ہیں' جہاں بلاک لگا ہوا
ہے اُسے کھول دے یا اللہ۔ اپنے محبوب ﷺ کی محبت عطا فرما۔

آمین برحمتک یاارحم الراحمین۔
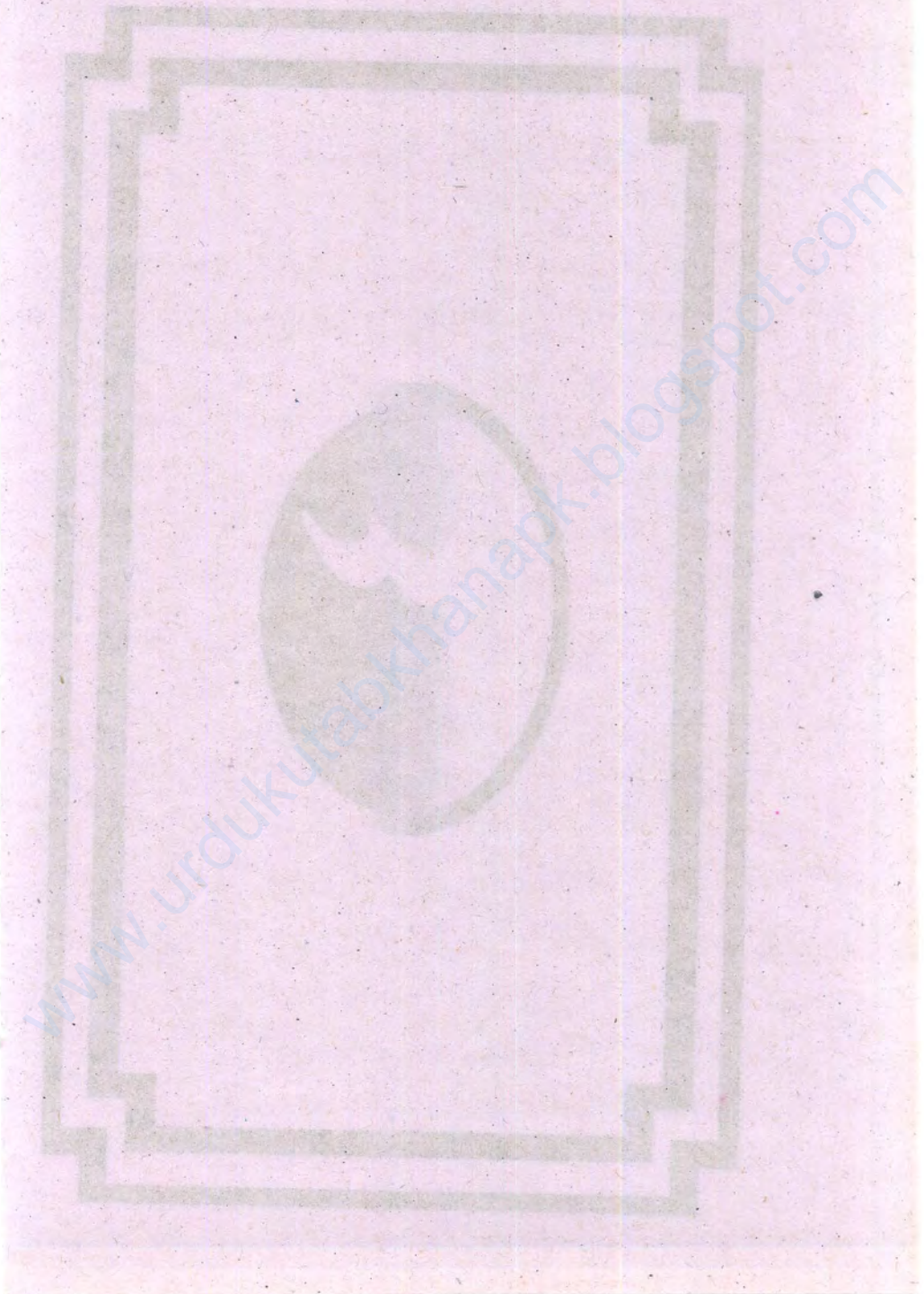
۱ یہ فیضانِ نظر کیا ہوتا ہے؟

۲ کیا ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کو پتہ ہی نہ چلے کہ فیض کہاں سے ملا ہے؟

۳ کہتے ہیں خواجہ غریب نوازؒ کا مزار وہاں نہیں ہے جہاں ہم جاتے ہیں، تو پھر فیض کیسے ملتا ہے؟

۴ ہم تو یہ سوچ کے جاتے ہیں کہ وہ بزرگ وہاں موجود ہیں......

۵ اگر جلوہ ہر جگہ ہے تو اس جگہ کی تخصیص کیوں ہے؟

۶ بعض اوقات انسان کو صاحبِ مزار وہاں بیٹھا ہوا نظر آتا ہے......

۷ میں روزانہ داتا دربار جاتا ہوں، میں کسی سے بیعت بھی نہیں اور نہ کسی نے مجھے وہاں بھیجا ہے تو پھر فیض......

۸ یہ جو مزاروں پر لوگ جھک جاتے ہیں تو کیا یہ شرک نہیں؟

۹ جس طرح اللہ تعالیٰ کا کرم مخصوص لوگوں پر ہوتا ہے، کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کرم مخصوص مقامات پر بھی ہو سکتا ہے؟

۱۰ اس دور میں ہمارے شہر میں ایک جگہ مسجد گرا کے بلڈنگ بنا دی گئی ہے......

۱۱ انڈیا میں اگر ایسا ہوتا تو آگ لگ جاتی۔

۱۲ یہ تو آیت سے ثابت ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مر گئے وہ زندہ ہیں مگر کیا یہ آیت سے ثابت ہے کہ جو اللہ کی یاد میں مر گیا وہ زندہ ہے؟

۱۳ جس طرح ہم کہہ رہے ہیں کہ یہ لوگ زندہ ہیں' یاد میں ہیں تو دوسری طرف Evil forces بھی ہیں' تو کیا وہ بھی Eternal ہیں۔' یاد تو وہ بھی رہتی ہیں......

۱۴ عقیدت اندھی کیسے ہوتی ہے' جیسے Blind faith ہوتا ہے۔

سوال :-

یہ فیضان نظر کیا ہوتا ہے؟

جواب :-

کیا آپ سب کو سوال سمجھ آ گیا کہ فیضان کیا ہوتا ہے؟ لفظ تو سنا ہوا ہے سب نے کہ فیضان کیا ہوتا ہے؟ فیضان کو جاننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ چند لفظوں کے بارے میں علم ہونا چاہیے۔ ایک تو یہ ہے کہ انسان کی محرومی کیا ہے' انسان کا حق کیا ہے' انسان کا حاصل کیا ہے اور پھر انسان کا فیضان کیا ہے؟ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی بڑا محروم ہے۔ تو یہ محروم کیا ہوتا ہے؟ محروم کا مطلب یہ ہے کہ جو اُس کو جائز ضروریات یا جائز حقوق میسر ہونے چاہیے تھے وہ اسے میسر نہیں آئے۔ اب یہ جائز کا کیا مطلب ہے؟ جائز کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کا جتنا Birth right تھا یعنی Right by birth' کہ انسان کا یہ پیدائشی حق ہے کہ اُسے کھانا ملے' رہنے کو جگہ مل جائے' بارش کے لیے

چھت مل جائے، دھوپ سے بچنے کی صورت ہو جائے اور زندگی کا وقت سرسری اور مسلسل گزرتا چلا جائے۔ تو یہ عام طور پر حق گنا جاتا ہے کہ اُس کے بچے وغیرہ جو پیدا ہوں اُن کے لیے تھوڑا سا گورنمنٹ انتظام کرے، کچھ محلّہ انتظام کرے اور جب اُس کو خدانخواستہ کچھ ہو جائے، انا للہ سفر پورا ہو جائے تو اُسے یقین ہو کہ اُسے کہیں نہ کہیں قبر میسر آئے گی۔ یہ نہ ہو کہ زندگی میں بندہ مرنے سے پہلے پریشان ہو کہ بعد میں مجھے قبر نصیب ہونی ہے کہ نہیں ہونی۔ تو اُسے کچھ نہ کچھ یہ یقین ہونا چاہیے کہ قبر مل جائے گی اور دفن کرنے کے لیے کچھ عزیز رشتہ دار تیار ہوں گے۔ اتنا پتہ ہونا چاہیے ورنہ یہ تو نہیں ہو گا کہ کوئی کارپوریشن آئے گی اور لے کے چلی جائے گی۔ بہر حال یہ حقوق بھی شامل ہیں کہ بڑوں کی دعا میسر آئے اور چھوٹوں کی شفقت میسر آئے، اس کا ادب کیا جائے گا، محلے میں رہنا ہے تو جہاں وہ رہتا ہے، وہاں آسودگی حال ہوگی، اُس کی راتیں پریشان نہیں ہوں گی، کوئی آدمی بغیر Knock کیے ہوئے اُس کے گھر میں داخل نہیں ہوگا۔ اگر Knock کیے بغیر لوگ گھر میں داخل ہونا شروع ہو جائیں تو سمجھو کہ وہ شخص محروم ہو گیا۔ کس سے محروم ہو گیا؟ عافیت سے محروم ہو گیا۔ اس سے پوچھو کہ بھئی تُو کون ہے جو گھر میں داخل ہو گیا تو وہ کہتا ہے میں اطلاع بغیر ہی آیا کرتا ہوں، میرا نام ہی یہی ہے۔ اگر یہ واقعات شروع ہو جائیں تو سمجھو کہ انسان جائز Birth right سے

محروم ہو گیا۔ یہ تو ہو گئی محروم کی بات۔ اسی طرح محروم کے بڑے بڑے واقعات ہیں۔ پہلے محروم کا پورا پتہ ہونا چاہیے۔ مثلاً محروم یہ بھی ہے کہ علم حاصل کرنے کا اُسے حق ہے اور وہ محروم ہو گیا۔ ضروری نہیں ہے کہ وہ ایم اے اور پی ایچ ڈی ہو جائے لیکن کم از کم اتنا حق ہونا چاہیے کہ دو لفظ لکھ پڑھ سکے، خط کا پتہ نوٹ کر لے، اپنا کوئی شناختی کارڈ ہونا چاہیے، علیٰ ہٰذ القیاس۔ تو یہ حق ہے۔ اگر اس سے محروم ہو گیا تو وہ محروم ہو گا حالانکہ یہ اُس کا حق تھا۔ حاصل کے بارے میں لوگوں کے اندر بڑا اختلافِ رائے پایا جاتا ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حاصل وہ ہے جو انسان سے وابستہ ہو لیکن انسان کے علاوہ ہو۔ حاصل کیا ہوتا ہے؟ اُسی آدمی سے منسوب ہو پر اُس کے علاوہ نظر آئے کہ وہ بندہ جس کا یہ حاصل ہے وہ وہاں بیٹھا ہوا ہے، وہ اگر باہر بھی چلا جائے تب بھی حاصل نظر آئے۔ تو یہ اولادیں حاصل ہیں، آپ کے مکانات حاصل ہیں، آپ کے سرمائے، آپ کے بینک، آپ کے کاروبار، آپ کا لینا دینا، آپ کے اضافی دوست، غیر اضافی دوست، Insincere اور Sincere، Even دشمن بھی آپ کا حاصل ہے۔ انسان بڑی محنت سے دشمن بناتا ہے۔ تو دشمن بھی انسان کی زندگی کا حصہ ہے اور بڑا اہم حصہ ہے۔ تو یہ حاصل گنا جاتا ہے۔ اور اگر وہ جائز حقوق سے رہ گیا تو محروم گِنا جاتا ہے۔ تو حاصل کے بارے میں لوگ اور بھی بہت کچھ کہتے ہیں۔ حاصل جو ہے، اصل میں یہ آپ

کے علاوہ کا نام نہیں ہے۔ حاصل وہ ہے جو آپ کے اندر حاصل ہو گیا' تو وہ حاصل ہے۔ مثلاً شخصیت کیا ہوتی ہے؟ آپ کا اندر' باطن' آپ کی Development' آپ کا شعور ان کو بھی حاصل کہتے ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حاصل یہ ہے کہ آدمی کتنی دور تک پہچانا جاتا ہے۔ تو یہ اُس کا حاصل ہے مثلاً بندہ لاہور میں رہتا ہے اور کراچی میں لوگ اُسے جانتے ہیں۔ تو یہ اُس کا حاصل ہے۔ کیا حاصل ہے؟ لاہور کے اندر پیدا ہونے والا شہرت حاصل کرے یا شہرۂ آفاق ہو جائے یا پھر اس کا شہرہ ہو جائے۔ تو وہ بھی حاصل گنا جاتا ہے۔ لیکن اصل حاصل جو ہے وہ ہمارے ہاں یہی ہے کہ آپ کا اپنی ذات کے اندر جو ہے قد کتنا ہے' باہر کے قد کی بات نہیں ہو رہی ہے بلکہ اندر کا قد کتنا ہے' اندر کا شعور کتنا ہے' اندر کا عرفان کتنا ہے اور اندر کی پہچان کتنی ہے؟ ایک بندہ زندگی میں آتا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ وہ نگاہ سے فیض دے گیا۔ یہ فیض کیا ہوتا ہے؟ یہ فیض ایسے آدمی دیتے ہیں' ایسے لوگ دیتے ہیں جو پہچاننے والے ہوتے ہیں۔ کبھی آپ نے سنا ہے کہ کتابوں میں لکھا ہوتا ہے کہ فیض والے نے بچے کو بچپن میں کہہ دیا کہ یہ بڑا ہو کے فلاں چیز بنے گا۔ کچھ نجومی' کچھ Astrologist' کچھ ستارہ شناس' کچھ قیافہ شناس اور کچھ لوگ اپنی مرضی سے کہہ جاتے ہیں۔ یہ اپنی مرضی والے بڑی عجیب و غریب لوگ ہوتے ہیں۔ کہتا ہے نہ کوئی ستارہ مجھے پتہ ہے اور نہ کوئی

اور چیز مجھے پتہ ہے' میں نے جو کہہ دیا سو کہہ دیا۔ تو وہ ایک اور مضمون ہے' کون سا مضمون ہے؟ یہ اُس کی مرضی کا مضمون ہے۔ وہ کہتا ہے یہ بچہ جو ہے یہ گانا گائے گا۔ اُسے کہتے ہیں جناب اس کے خاندان میں کسی نے نہ سارنگی دیکھی نہ ساز دیکھا نہ اِس آدمی نے گانا سیکھا' آپ کیسے کہہ رہے ہیں' کیا اس کی لائن میں لکھا ہوا تھا؟ کہتا ہے یہ میرے مزاج میں لکھا ہوا تھا' میں نے کہا کہ یہ گانا گائے۔ پس وہ گانا گانے لگ گیا۔ یہ لوگ ہوتے ہیں جو دنیا کو Stamp کرتے ہیں اپنے مزاج سے۔ اِن کا نام ہی ایسا ہوتا ہے' جو وہ کہتے ہیں تقریباً پورا ہوتا رہتا ہے۔ انہی لوگوں میں سے ایک طبقہ تو وہ ہے جو اپنی مرضی سے جو مرضی کہتا جائے' مثلاً کسی کو کہا کہ اوہو! تو بڑا بدقسمت آدمی ہے۔ اس طرح وہ اپنی مرضی پر قسمت بنا گیا۔ تو جو اپنی مرضی سے قسمت بنا گیا تو یہ ہے اُن کی مرضی۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی مرضی تو نہیں کرتے لیکن تمہاری زندگی کا اندازہ مکمل کر لیتے ہیں' اور دیکھتے ہی نگاہ سے بھانپ لیتے ہیں کہ اس میں کس بات کی کمی ہے۔ پھر وہ کہیں گے کہ اگر تُو جھوٹ بولنا چھوڑ دے تو تُو بڑا Great آدمی ہے۔ اُس نے مزاج میں دیکھ لیا کہ یہ آدمی تصنع والا ہے۔ اب اُس آدمی نے دیکھا کہ یہ بزرگ مجھے صحیح کہہ رہا ہے۔ اور اُس بزرگ کے کہنے میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ شخص جھوٹ بولنا بند کر جاتا ہے اور پھر وہ واقعی Great ہو جاتا ہے۔ اِسے کہتے

ہیں نگاہ کا فیض۔ مطلب یہ ہے کہ نگاہ نے دیکھ لیا کہ یہ شخص کہاں جا سکتا ہے، اب کہاں پر رکا ہوا ہے اور کہاں اٹکا ہوا ہے۔ اور پھر اُس کو کہہ کر ٹھیک کر دیا۔ اور کچھ بزرگ کہے بغیر ٹھیک کر دیتے ہیں۔ اب یہ دیکھو کہ کہے بغیر کیسے فیض ہوتا ہے۔ کبھی آپ نے دیکھا، یہ تو آپ کا عام، روزانہ کا مشاہدہ ہے، کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مہمان آ جائیں گھر میں تو نوکر ہوں یا گھر کے رہنے والے لوگ ہوں، اُنہیں زبانی آپ کچھ نہیں کہتے بلکہ اشاروں سے کہتے ہیں، آنکھوں سے کہتے ہیں۔ گویا کہ آنکھیں جو ہیں وہ اشارہ کر سکتی ہیں، آنکھوں سے غصہ ظاہر ہوتا ہے اور غصہ ظاہر ہو جائے تو دوسرے آدمی کو خوف ضرور پیدا ہو جائے گا۔ آپ نے اسے دیکھا ہی ایسے کہ خوف پیدا ہو گیا۔ تو آنکھ جو ہے یہ خوف پیدا کر سکتی ہے، آنکھ شوق پیدا کر سکتی ہے، آنکھ جو ہے مشتاقِ گناہ بنا سکتی ہے، دعوتِ گناہ آنکھوں کے ذریعے دی جاتی ہے، دعوتِ گناہ آنکھوں ہی سے قبول ہوتی ہے اور آنکھوں کے ذریعے بڑے تماشے ہو جاتے ہیں۔ تو گویا کہ آنکھ جو ہے یہ دوسرے انسان کی زندگی میں عمل کرتی ہے اور عمل دیتی ہے۔ تو اپنے دل کا حال جو ہے دوسرے کے دل تک پہنچانے کا زبان کے علاوہ جو ذریعہ ہے وہ آنکھ ہے۔ بعض اوقات زبان کا ذریعہ تو اگلے تک پہنچتا ہی نہیں ہے۔ مقصد ہے میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا، اس کو تھوڑا سا Change کر کے یوں کہتے ہیں۔

آنکھوں نے بیاں کر ہی دیا رازِ تمنا
ہم سوچ رہے تھے ابھی اظہار کی صورت

تو ابھی زبان نے صورتِ اظہار بنائی نہیں ہے مگر آنکھ پہلے ہی بتا دے گی۔ پھر اگر پوچھو کہ سمجھ آ گئی ہے تو وہ کہے گا کہ سمجھ آ گئی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ آپ سے ایک بات کرنی ہے، سمجھ نہیں آتی کہ کہاں سے بات شروع کروں...... تو وہ کہے گا بولنا بند کر، مجھے پتہ چل گیا ہے کیا بات ہے، تم سائل ہو، تمہیں دس روپے چاہییں یا تم طالب ہو اور تمہیں کوئی محبت نامہ چاہیے یا تم غلط بات کرنے لگے ہو، مجھے پتہ ہے تم غلط بات ہی کرو گے۔ اسی طرح اگر کوئی آپ سے کہے کہ آپ میری بات Mind نہ کرنا، ایک بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں...... اب آپ نے Mind کیا کرنا ہے کیونکہ پتہ تو لگ گیا ہے کہ کیا بات ہے، اس کے لہجے سے پتہ چل گیا کہ کیا بات ہے، وہ نہ کہے تب بھی پتہ چل گیا...... اب یہ Mind کرنے والی بات تو ہے ہی سہی۔ لہٰذا آنکھ جو ہے یہ ابلاغ کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اور آنکھ جو ہے، میرا خیال ہے اس کائنات میں زیادہ تر اظہار جو ہے وہ آنکھوں کے ذریعے ہوا۔ آنکھ Capture بھی کرتی ہے اور آنکھ جو ہے یہ بولتی بھی ہے، آنکھوں کے اندر گویائی بہت زیادہ ہے۔ اصل میں انسان کی جان ہی آنکھ کے اندر ہے۔ تو بے شمار راز جو ہیں یہ آنکھ کے ذریعے ٹرانسفر ہوئے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی جو

کہ نوکر ہے، غلام ہے، وہ سوچ رہا ہے کہ اُس نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے، تھر تھر کانپ رہا ہے مالک کے سامنے کیونکہ بہت بڑی غلطی کی ہے، جب مالک اُسے محبت سے دیکھتا ہے تو وہ کہتا ہے مجھے تو پرواہ نہیں کہ وہاں کیا ہے۔ مالک کو اطلاع مل گئی تھی کہ اس نے آپ کا قیمتی برتن توڑ دیا ہے، اب وہ غلام مالک کے سامنے کھڑا ہے، مالک نے محبت سے اُس کو دیکھا تو اس کا مطلب کیا ہوا؟ کہ وہ معاف ہو گیا۔ نہ اُس نے معافی مانگی اور نہ معافی Announce کی گئی ہے، لیکن صرف دیکھنے سے، آنکھوں سے معافی ہو گئی۔ یہ سارے فیض کے کرشمے ہیں۔ یہ آنکھیں جو ہیں یہ بتاتی رہتی ہیں کہ وہ فیض ہو گیا۔ تو انسان اگر آنکھوں سے غور سے دیکھے تو فیض ہوتا ہی آنکھ کے ذریعے سے ہے، انسان خاموشی سے Transform کرتا چلا جاتا ہے اور فیض Transform ہوتا چلا جاتا ہے۔ تو Transformation آنکھوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ ۹۰ فی صد جو فیض ہے وہ بولے بغیر ہی مل جاتا ہے۔ یعنی کسی نے بغیر بولے ہی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اِسے کہتے ہیں کہ وہ ایک آدمی آیا اور اُس نے ہاتھ لگائے بغیر دوسرے انسان کے اندر انقلاب پیدا کر دیا۔ یہ ہاتھ لگائے بغیر جو انقلاب ہوتا ہے وہ بہت بڑا انقلاب ہوتا ہے۔ ایک ہوتا ہے ڈسپلن یعنی کہ لیفٹ رائٹ سکھاؤ، اپنے ساتھ ملاؤ، لیفٹ رائٹ، ورزشیں، دائیں بائیں ہلاؤ اور پھر اُسے کھڑا کر دیا،

اُس کو الرٹ کر دیا۔ تو اس کو ادب سکھایا گیا کہ اگر جرنیل آ جائے یا بڑا افسر آ جائے تو کیا کرتے ہیں، تو یہاں کھڑے ہو کے، اٹین شین ہو کے سلام کرتے ہیں۔ ایک تو یہ طریقہ ہے۔ دوسرا ایک اور طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جب وہ آئے تو ویسے ہی ادب آداب شروع ہو گئے، اُس کے آنے سے اتنا ادب پیدا ہو گیا کہ وہ ادب کسی نے سکھایا ہی نہیں ہے اور وہ ادب پیدا ہو گیا۔ یہ جو سکھائے بغیر خود بخود ادب پیدا ہو جاتا ہے یہ اصل ادب ہوتا ہے۔ مثلاً ابا حضور کمرے میں آئے تو کسی نے کچھ نہیں کہا، بیٹا ویسے ہی السلام علیکم کہہ کے کھڑا ہو گیا، سگریٹ پی رہا تھا، ابا حضور آئے تو سگریٹ بند کر دیا۔ عام طور پر سگریٹ پینے والے بتاتے رہتے ہیں کہ اب اتنی ہماری بڑی عمر ہو گئی لیکن ابا حضور جب بھی آتے ہیں اب بھی ان کے سامنے سگریٹ نہیں پیتا ہوں۔ تو یہ ادب خود بخود پیدا ہو جاتا ہے، سکھاتا کوئی نہیں ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص جب بھی سامنے آتا ہے خود بخود ہی غصہ پیدا ہو جاتا ہے، نہ وہ بولا اور نہ آپ بولے، صرف آنکھوں کے ذریعے بات شروع ہو گئی۔ تو اس طرح غصہ پیدا ہو جائے گا۔ اور اگر وہ پسند کا آدمی آ جائے جس کی اب شکل بدل گئی ہے، تمہاری بھی شکل بدل گئی ہے، کیونکہ ایک زمانہ ہو گیا، نہ وہ وہ رہا اور نہ تم، تم رہے، اگر اتنی مدت کے بعد بھی وہ سامنے آ جائے تو ع

تم آج بھی آ جاؤ تو سر آج بھی خم ہے

گویا کہ وہاں بولنے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ہے۔ تو بولنا جو ہے یہ تو ابلاغ کا بہت کمزور ذریعہ ہے۔ اصل ابلاغ کا ذریعہ جو ہے وہ آنکھ ہی ہے اور سارا اسی کا فیض ہے۔ تو اب یہ دیکھو کہ آنکھیں جو ہیں وہ خواب میں بھی بولتی ہیں' کچھ لوگوں کو خواب میں دیکھا اور دیکھتے ہی زندگی بدل جاتی ہے۔ یہ جو لوگ سناتے ہیں کہ ہم نے خواب میں حضور پاک ﷺ کو دیکھا تو حضور پاک ﷺ نے یہ فرمایا...... تو زمانے میں فرمانے کی بات کوئی نہیں ہے بلکہ دیکھنا فیض ہے۔ جب دیکھا تو فیض شروع ہو گیا' اور جو شروع ہو گیا وہ شروع ہو گیا' بتانے والی بھی کوئی بات نہیں ہے کہ آپ ؐ نے ہمیں یہ فیض دیا کہ تم آج سے میری جماعت کے سردار بنو گے۔

اس میں کوئی جاندار بات نہیں ہوتی۔ جس کو فیض دینا ہوتا ہے اُسے فیض ہو جاتا ہے۔ فیض بتایا نہیں جاتا بلکہ فیض چلایا جاتا ہے اور یہ چلتا رہتا ہے۔ فیض کا فیصلہ صاحبِ فیض نہیں کرتا بلکہ وہ جو فیض Receive کرنے والے ہیں وہ کرتے ہیں۔ خود والے کہتے ہیں کہ میں صاحبِ فیض ہو گیا اور اُس کے بعد میں نے ایک جماعت بنالی' میں اُس کا ہیڈ ہو گیا۔ تو کامیابی کا فیصلہ آپ نے نہیں کرنا۔ کس نے کرنا ہے؟ بعد والوں نے کرنا ہے۔ تو فیض ہوتا ہی نگاہ سے ہے اور اس کو فیض ہی بولتے ہیں کہ جس آدمی نے زندگی میں بولے بغیر انقلاب پیدا کیا وہی انقلاب ہے۔ انقلاب کا پتہ نہیں چلتا کہ کب

آ جائے۔ سڑک کے کنارے اچانک اپنی گاڑی چلاتے ہوئے، تم نے ایک آدمی دیکھا، اچانک تم نے گاڑی بند کر لی اور اچانک رُک گئے۔ یہ جو اچانک دیکھتے ہی دفعتاً رک جانا ہے۔

وہ میرا ہم سفر ہو ممکن ہے
زندگی یوں بسر ہو ممکن ہے
دفعتاً وقت ہی بدل جائے
اتفاقاً نظر ہو ممکن ہے

اتفاقاً نظر ہوتے ہی دفعتاً وقت بدل جاتا ہے اور زندگی بدل جاتی ہے۔ کہتا ہے ہم وہاں جا رہے تھے اور راستے میں ہم نے ایک آدمی کو دیکھا، پھر وہاں جانا بھول گئے اور ہم اُدھر دوسری طرف چلے گئے۔ کہتا ہے بندہ کون تھا؟ بولا تو وہ نہیں ہے؟ نہ وہ بولا اور نہ تم بولے مگر زندگی کا رخ بدل گیا۔ یعنی ہم دیکھتے ہی دیکھتے بالکل بدل گئے۔ یہ تو معمولی سی بات ہے کہ ایک بچہ سکول جا رہا ہوتا ہے، راستے میں وہ رنگین تتلی کو دیکھتا ہے اور پھر تتلی کے پیچھے وہ چلتا چلتا جنگل کو چلا گیا۔ اس طرح تتلی کے پیچھے راستہ بھول گیا۔ اب تتلی کو نگاہ نے دیکھا، خوب صورت چیز کو نگاہ نے دیکھا اور انسان کو خوب صورت چیز کے لیے منزل بھول گئی۔ تو منزل بھول جاتی ہے، تتلی کے لیے بچے کو راستہ بھول جاتا ہے، تتلی کیا چیز ہے، آپ کٹی ہوئی پتنگ کو دیکھیں، سڑک کے کنارے

بے شمار لوگ جا رہے ہوتے ہیں، سٹارٹ کی ہوئی کار وہیں کھڑی کر دی اور پتنگ کے پیچھے چل پڑا۔ اس کے ذہن میں بچپن کا، پرانا شعور تھا۔ تو پتنگ لوٹنے کے لیے، کٹی ہوئی پتنگ کو لوٹنے کے لیے بھاگ پڑا! چابی کار کے اندر ہی تھی اور کوئی کار لے گیا۔ تو مدعا یہ ہے کہ انسان جو ہے وہ اس طرح بھی کرتا ہے اور دفعتاً ایسا ہو جاتا ہے۔ تو فیض نظر، نگاہ سے ملتا ہے، یہ لینے والوں کو پتہ ہوتا ہے اور باقیوں کو پتہ نہیں ہوتا کہ کیا مل گیا اور کیا نہ ملا۔ بس دینے والے نے دے دیا اور لینے والے نے لے لیا۔ فیض جو ہے وہ کمی بھی پوری کرتا ہے اور بعض اوقات حق سے زیادہ بھی دیتا ہے۔ تو بعض اوقات وہ کمی پوری کرتا ہے اور بعض اوقات اس کی قسمت کا فیصلہ اُسے بتاتا ہے کہ تم نے یہ بننا ہے، خیال کرنا۔ مثلاً تم نے بہت بڑا گانے والا بننا ہے، ابھی سیکھو سارے گاما۔ بعض اوقات وہ کہتا ہے کہ میں نے خواہش یہ کر لی ہے کہ تم نے یہ بننا ہے، اب تم میں یہ صفت تو نہیں ہے لیکن تم نے بننا ضرور ہے، اس لیے دھیان کرنا، تم نے بننا اس لیے ہے چونکہ ہم یہ بتا چلے ہیں اور ہم یہ خواہش رکھ چلے ہیں۔ تو فیض ملنا بڑا آسان ہے، فیض جو ہے وہ ہوتا ہی نگاہ سے ہے۔ نگاہ ہماری زندگی میں انقلاب پیدا کرتی ہے۔ اور وہ انقلاب جو ہے وہ بعض اوقات اُس کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے، تمہارے لیے بہتر ہوتا ہے اور بعض اوقات پتہ نہیں ہوتا کہ وہ تمہارے لیے ہوتا ہی نہیں لیکن وہ کر دیتا

ہے۔ یہ کارساز لوگ ہیں، تقدیروں کو آگے پیچھے کرنے والے ہیں، مزاجوں کو بدلنے والے۔ وہ مزاج کو Change کر دیتے ہیں۔ ایسا کرتے ہیں لوگ ......

اب اور سوال پوچھو...... جلدی جلدی بولو......

سوال :-

کیا ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کو پتہ ہی نہ چلے کہ فیض کہاں سے ملا ہے؟

جواب :-

یا تو یہ پتہ ہی نہ چلے کہ یہ فیض ہے کہ نہیں ہے۔ فیض کا جب پتہ چل جائے تو زندگی کے جس حصے میں فیض ملتا ہے اُس حصے میں ہونے والے واقعات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ عام طور پر یہ پتہ چلتا ہے کہ پچھلے اتوار سے یہ فیض شروع ہو گیا۔ کہتا ہے کہ پچھلے سنڈے کو ہم لوگ گئے تھے مچھلیاں پکڑنے کے لیئے، یہ دریا کے کنارے کا واقعہ ہے۔ اوّل تو فیض اپنے نصیب کا ہی نام ہے۔ اگر نصیب جاگنے والا ہو تو کہیں سے فیض مل جاتا ہے۔ کچھ لوگ اگر بتا جائیں کہ کدھر سے فیض ملا ہے تو یہ بھی قسمت کی بات ہے تاکہ تمہاری عقیدت وہاں وابستہ رہے۔ اور کچھ لوگ ہوتے ہیں کہ انہیں تم پر زیادہ بھروسہ نہیں ہوتا کہ تم ادب کرو گے، تو وہ اپنا نام ہی نہیں بتاتے، صرف فیض دے کے چلے جاتے ہیں۔ وہ یہ اس لیے کرتے ہیں تاکہ تم سے ان کی جان

بخشی رہے۔ کہ تم میں ان کا ادب کرنے یا اُن کا شکریہ ادا کرنے کا ظرف نہ ہو‘ انہیں تم پر بھروسہ نہیں ہوتا ہوگا اس لیے وہ اپنا نام نہیں بتاتے اور یہ پتہ نہیں لگنے دیتے کہ کہاں سے فیض آیا ہے۔ ورنہ تو فیض کا پتہ چل جاتا ہے کہ یہ نعمت کدھر سے ملی ہے۔ تو عام طور پر یہ پتہ چل جاتا ہے۔ اتنا تو ضرور پتہ چل جاتا ہے کہ یہ میرے اپنے اندر نہیں تھا اور کہیں اور سے آیا ہے۔ تو وہ چیز جو پہلے نہیں تھی اور کہیں سے آئی ہے‘ تو عام طور پر پتہ چل جاتا ہے کہ اس کا تعلق کس سے ہے۔ اس کو جاننے کا ایک اور آسان طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اُس دور کے اندر جب یہ فیض محسوس ہوتا ہے اُس دور کے اندر آپ جو ہے کن لوگوں سے محبت رکھتے ہیں اور آپ کن لوگوں کا حکم مانتے ہیں۔ تو یہ فیض اُنہی میں سے کسی کا حصہ ہوگا‘ یا اُنہی کے ذریعے کسی اور جگہ سے یہ فیض آیا ہو گا۔ تو فیض کا بالعموم پتہ چل جاتا ہے یہ کہاں سے آیا ہے‘ کہ یہ ہندوستان سے آیا ہے یا افغانستان سے آیا ہے‘ آخر یہ آیا کہاں سے ہے؟ تو یہ بالکل پتہ چل جاتا ہے۔ فیض والے کے اندر وہ الفاظ آنا شروع ہو جاتے ہیں کہ جس سے پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کس قسم کے الفاظ ہیں اور یہ کس قسم کا مزاج ہے۔ اگر کوئی گانا شروع کر دے گا تو فیض دینے والا ضرور میوزک آشنا ہوگا۔ تو یہ پتہ چل جاتا ہے کیونکہ فیض دینے والے کا لہجہ آ جاتا ہے‘ اُس کی خوشبو آ جاتی ہے۔ ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا کہ یہ کس کا فیض ہے؟ تو وہ کہتا

ہے کہ وہ مولانا رومؒ کا فیض ہے' اقبالؒ کے لیے یہ بتانا ضروری نہیں ہے کیونکہ اُس کے شعر میں رومیؒ کا تصور خود بخود آ گیا' حالانکہ وہ رومیؒ بہت دور سے آیا ہے لیکن آیا ہے۔ اس لیے یہ پتہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی بلکہ عام طور پر پتہ چل جاتا ہے۔ فیض اگر گمنام ہو تب بھی پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کہاں سے آیا ہے۔ یوں کہو' جس طرف سر جھک جائے فیض اُدھر سے ہی آیا ہے۔ ایک شخص کو یہ پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ جگہ داتا صاحبؒ کی ہے' وہ جب وہاں جا رہا تھا تو روضہ سا بنا ہوا تھا' اُسے تو پتہ نہیں ہے کہ یہ کس کا ہے' وہاں گیا تو یک لخت سر جھک گیا۔ کسی نے کہا بھئی تیرے سر کو کیا ہو گیا ہے جو جھک گیا ہے' یہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کوئی آستانہ لگتا ہے کسی بزرگ کا۔ پھر اُسے پتہ چل گیا کہ یہ بزرگ تو جانا ہوا بزرگ ہے۔ مقصد یہ کہ پھر اُسے پتہ چل گیا۔ عام طور پر جب گستاخ انسان مؤدب ہونا شروع ہو جائے تو پتہ چلتا ہے کہ فیض والی کوئی چیز آ گئی ہے۔ جہاں صاحبِ فیض ہو یعنی جس نے فیض تمہیں دیا ہو یا جن اداروں نے فیض دیا ہے تو ایک بات واضح ہے کہ وہ فیض دینے والے ادارے تمہیں اپنے لیے مؤدب ضرور کر جاتے ہیں۔ بس یہ یاد رکھنا۔ میرا مطلب ہے آپ میں ان اداروں کا ادب ضرور پیدا ہو جاتا ہے۔ فیض کا نتیجہ یہ ہے کہ عام طور پر منقبت جو ہے وہ سُنی شعراء نے لکھی ہے۔ یہ سُنّی شعراء نے اس لیے لکھی ہے کیونکہ ان کو مولا علیؑ کی بارگاہ سے فیض ملا ہے۔ پھر مولا

علیؑ کا یہ جو فیض ہے اس نام سے نسبتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ تو پتہ چلتا ہے کہ یہ فیض ہے اور یہ دور کا فیض ہے۔ خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا کہ شاہ ہست حسینؑ، پادشاہ ہست حسینؑ، تو یہ سارا فیض ہے، پھر فیض رساں کا نام سمجھ آ جاتا ہے، فیض رساں کا پتہ چل جاتا ہے، یہ پتہ چل جاتا ہے کہ وقت پر کون فیض رساں ہے اور پیچھے وقت پر کون ہے۔ تو یہ بالکل پتہ چل جاتا ہے۔ تو سوال کا جواب کیا ہوا؟ کہ فیض رساں کا پتہ چل جاتا ہے کہ کون دینے والا ہے......

اور سوال پوچھو............ بولو۔

سوال:-

کہتے ہیں خواجہ غریب نوازؒ کا مزار وہاں نہیں ہے جہاں ہم جاتے ہیں، تو پھر فیض کیسے ملتا ہے؟

جواب:-

دیکھو، یہ واقعہ چلا تھا داتا صاحبؒ کے بارے میں بھی، کہ داتا صاحبؒ یہاں نہیں ہیں بلکہ قلعے کے پاس ہیں، مدفون وہاں ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کا مزار دریا برد ہو گیا تھا، مگر لوگوں نے مزار یہاں بنا دیا...... تو یہ کسی نے اعلان کیا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ نہ عقیدت رہے اور نہ جگہ رہے۔ تو یہ لوگوں کو وہاں کی جامعیت سے ہٹانے کا طریقہ ہے۔ اگر مزار، صاحبِ مزار

کا ہے، جس کے پاس کوئی قدرت ہے، کوئی طاقت ہے تو اس نے مرنے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں پر چھاپہ قائم رکھا ہوا ہے۔ آپ دیکھو کہ زندگی میں کوئی کسی پر اثر نہیں کرتا، یہاں پر باپ کی محبت بھی زندگی تک رہتی ہے، اور مرنے کے بعد جو دلوں پر حکمرانی کرنے والے لوگ ہیں، اُن کے پاس کچھ اختیارات ضرور ہوں گے۔ اگر خواجہ غریب نوازؒ کا مزار وہاں پر ہے یعنی پہاڑی کے اوپر اور بنانے والوں نے مزار یہاں بنا دیا ہے تو وہ اب اسی مزار میں ہیں۔ اصل مزار تو

؎ میرا مزار سینۂ اہلِ نظر میں ہے

تو ان کا سینۂ اہلِ نظر میں مزار ہے، وہاں تو مزار ہے ہی نہیں، اب بھی نہیں ہے وہاں کیا ہڈیوں کا نام مزار ہے؟ وہاں ہڈیاں نہیں ہوتیں بلکہ وہ نور ہوتا ہے، روح ہوتی ہے اور روح، روحوں میں مل جاتی ہے، نور، نور میں مل جاتا ہے اور محبت یاد میں چلی جاتی ہے اور یاد منقبت بن کے آتی ہے، خواجہ غریب نوازؒ کی......

سوال:۔

یہ تو پھر ویسا ہوا کہ ماننے والوں نے جہاں چاہا منا لیا......

جواب:۔

نہیں، نہیں۔ جس جگہ کو آپ عقیدت سے جا رہے ہیں وہ سچ ہے

اور حقیقت میں مزار ہے تو یہ مزار' حقیقت ہے۔ اگر آپ جو کہ زندہ انسان ہیں چودہ سو سال کے بعد جا رہے ہیں تو آپ کدھر جا رہے ہو؟ تو مزار کے اندر کوئی چیز ہے جس کے پاس آپ جا رہے ہیں۔ بعض دفعہ کسی بزرگ کا شکستہ مزار دیکھنے والے کا ایمان زخمی ہو جاتا ہے' وہ کہتا ہے مزار شکستہ حال تھا' بڑا افسوس ہوتا ہے یہ کتنے زمانوں کے بزرگ ہیں' مگر مزار شکستہ ہے۔ یہ سوچو کہ شکستہ مزار سے بزرگ کا کیا تعلق ہے' اُس بات سے اس بزرگ کا کیا تعلق ہے جو آپ بتا رہے ہیں' اور اس چیز سے کیا تعلق ہے جو مزار کے اوپر لگائی ہوئی ہے اور اُن چادروں سے کیا واسطہ ہے جو تم چڑھاتے ہو' اور جس چیز کی عقیدت میں آپ جاتے ہیں وہ مرتی نہیں ہے۔ کیا وہ عقیدت مرتی ہے؟ وہ نہیں مرتی۔ آپ کی عقیدت جو ہے وہ قبر کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ذات کے ساتھ ہے۔ یہ تو نہیں کہ قبر یہاں نہیں ہونی چاہیے اور وہاں ہونی چاہیے' نہ۔ تو جہاں بھی قبر ہے وہ Genuine ہے۔ اس لیے عقیدت قبر سے نہیں ہے بلکہ وہ صاحبِ مزار سے ہے' جو مالک ہے اور جو زندہ ہے اور جو مرتا نہیں ہے۔ اگر اُس ذات سے محبت نہیں ہے تو تم بے کار ہو گئے' تمہارا ایمان خراب ہو گیا کیونکہ تمہارا سر انسان کے آگے جھک گیا۔ بلکہ اگر انسان کے آگے جھکتا تو پھر بھی میں معافی دے دیتا' یہ تو تم لوگ مٹی کے آگے جھک گئے اور خدا تو پیچھے رہ گیا۔ تمہارے اوپر کئی دفعہ کفر کا فتویٰ لگ جائے گا اور

تمہیں پانچ دفعہ پھانسی لگائیں گے۔ کیونکہ یہ تو تم خود کہہ گئے اور تم تو مٹی کے آگے جھک گئے۔

سوال :-

ہم تو یہ سوچ کے جاتے ہیں کہ وہ بزرگ وہاں موجود ہیں......

جواب :-

کون، کہاں ہے؟ وہاں ہیں؟ کدھر ہیں؟ وہ اندر ہیں کہ باہر ہیں؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ اندر بھی ہوں اور باہر بھی۔ اگر وہ باہر ہیں تو پھر ہمارے گھر میں بھی ہیں اور اندر ہیں تو چلو تھوڑی دیر کے لیے سمجھ لو کہ اندر ہیں۔ اچھا۔ کہاں پر؟ مزار کے اندر۔ کبھی کسی کا مزار آپ نے بنایا ہے؟ کسی کی قبر کھودی ہے تم نے؟ کیا کبھی قبر نہیں کھودی اپنے ابا حضور کی یا دادا کی۔ جب قبر بنائی ہے تو اس میں کسی کو لٹایا ہے؟ کتنی جگہ ہوتی ہے؟ کیا کبھی آپ نے اس طرح قبر بنتی دیکھی ہے؟ کتنی ساری ہوتی ہے وہ؟ اتنی ساری ہوتی ہے جتنا کہ انسان ہوتا ہے۔ وہاں مشکل سے بیٹھنے کی جگہ ہوتی ہے۔ کیا قبر میں بیٹھ کے بندہ قرآن پڑھ سکتا ہے؟ آپ بتاؤ، پڑھ سکتا ہے کہ نہیں پڑھ سکتا؟ کیا اتنی مدت گزرنے کے بعد پڑھ سکتا ہے؟ تو وہ یہ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ بزرگ وہاں زندہ ہوتے ہیں اور جو جاتے ہیں ان کو زندہ سمجھ کے، وہ صحیح انسان ہیں۔ مگر درمیان والا بندہ مر جاتا ہے یعنی جس کے پاس یقین نہ ہو اور

سفر کرنا شروع کردے تو وہ سفر کبھی شرک ہوگا اور کبھی کفر ہوگا' پھر کبھی شرک ہو گا' کبھی کفر ہوگا۔ ایسا آدمی کہتا ہے کیونکہ سارے ادھر جا رہے ہیں میں بھی چلا جا رہا ہوں۔ اگر کسی کو قبر کے اندر جانا نہیں آتا ہے تو پھر وہ پریشان ہو جائے گا۔ جس طرح لوگ وہاں جا کر کہتے ہیں کہ سلام یا غریب نوازؒ تو وہ بھی ایسا کرے گا اور پھر مٹی پر آ جائے گا۔ اگر انسان کو سجدہ شرک ہے تو مٹی کو سجدہ چار دفعہ شرک ہے' تو یہ چار دفعہ شرک کرتے ہیں۔ اور جو کہتا ہے ہمارا داتا زندہ ہے' بلکہ عین حق ہے' بلکہ برحق ہے بلکہ جلوۂ حق ہے وہ بے شک وہاں جائے جو اسے جلوۂ حق نہیں سمجھتا وہ تو وہاں جا نہیں سکتا' وہ تو مارا گیا۔ اس لیے لوگ پریشان ہو کے آ جاتے ہیں۔ ہم داتا دربار کو داتا صاحبؒ ہی سمجھتے ہیں

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

بلکہ نورِ خدا ہی نورِ خدا' بس اللہ ہی اللہ۔ وہاں تو کہانی ہی اور ہے۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ مزار کے اندر جو شخص بیٹھا ہوا ہے ہم اُس کو ملنے گئے' ہم کب کسی اور سے ملنے گئے ہیں اور اُس کو پتہ ہوتا ہے کہ ہمارے کیا پرابلم ہیں۔ وہ جو اندر آدمی گیا تھا نہ ماننے والا' وہ کہتا ہے کہ وہ تو سو سال پہلے کا آدمی تھا' وہ اُس وقت کی زبان کو' لینگویج کو جانتا تھا اور صرف اُن مسائل سے آشنا تھا' اب وہ ہمارے مطلب سے آشنا ہی نہیں ہیں' ہم ٹیکنیکل پرابلم لے کے

جاتے ہیں کہ داتا صاحبؒ کمپیوٹر کا یہ مسئلہ حل نہیں ہو رہا اور پھر جواب بار بار غلط آ جاتا ہے۔ مگر ماننے والے کا ہر مسئلہ ٹھیک ہو جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ ہمارا داتا کمپیوٹر جانتا ہے، وہ دورِ حاضر کے پرابلم جانتا ہے اور مسائل کو حل کرتا ہے۔ تو ہمیں تو پتہ ہے کہ داتا کہتے کسے ہیں۔ کوئی کہے گا کہ اندر شے ہی کوئی نہیں ہے اور ماننے والا کہے گا کہ ساری شے وہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مزاروں پہ گستاخ لوگ آپ کو ملتے ہیں اور برباد نہیں ہوتے۔ برباد کدھر سے ہوں؟ کہتے ہیں وہاں چوری ہو گئی، بندہ غائب ہو گیا، گناہ گاریاں ہو گئیں۔ داتا صاحبؒ تو عقیدتوں کی کہانی ہے، اللہ کی راہ کا ایک چراغ ہے، ان کے بارے میں صرف اللہ کی راہ پر چلنے والوں کو معلوم ہوتا ہے اور باقی جان نہیں سکتے۔ باقیوں کا کیا تعلق اُن سے؟ باقی سارے جھلّے لوگ ہیں، وہ رشوت سے پیسے اکٹھے کرتے ہیں اور اُس کی دیگ پکا دیتے ہیں، چور چکار لوگ کھا کر آ جاتے ہیں، ساتھ تھیلا ہوتا ہے، رومال ہوتا اور لنگر لے جاتے ہیں، قصور کے اندر سے بھی لے جاتے ہیں اور ساتھ ہی پیسے بھی آ گئے، ساتھ اور بھی چیزیں ...... داتا صاحبؒ کون تھے؟ داتا صاحبؒ شگفتگی کا نام ہے، داتا صاحبؒ جلوے کا نام ہے، وہ جلوہ کہاں تک ہے؟ گلی تک؟ قبر تک؟ آستانے تک؟ سارے شہر تک؟ پھر کہاں تک؟ جہاں تک محبت کرنے والا جاتا ہے وہ داتا صاحبؒ کا ہی جلوہ ہے۔ اگر کوئی محبت کرنے والا ہو ہی نہیں تو داتا

صاحبؒ نہیں ملیں گے داتا صاحبؒ محبت کرنے والے کا اپنا ایک روپ ہے۔ کیا ہے؟ محبت کرنے والے کا ایک اپنا روپ ہے اور چاہنے والے کی عقیدت کا اپنا جلوہ ہے۔ اگر آپ کے اندر جلوہ نہ ہو تو پھر داتا صاحبؒ جا کر آپ نے کیا کرنا ہے' ایسے شخص کے لیے خدا کام نہیں آ سکتا تو داتا صاحبؒ کیا کریں گے۔ خدا کے کام سے مراد یہ ہے کہ تمہاری زندگی میں اللہ کی کوئی مثال نہیں ہے۔ نہ ماننے والا کہے گا کہ کیا خدا کام نہیں آتا جو بندے کی ضرورت پڑ گئی' داتا صاحبؒ کی ضرورت پڑ گئی' اس سے بڑا کوئی شرک نہیں ہے' وہاں جانا بہت بری بات ہے' خدا سے کام لو۔ تو جہاں سے کفر کے فتوے آتے ہیں وہ لوگ کہتے ہیں کہ چھوڑو' کیا اللہ کافی نہیں ہے تمہارے لیے' کہاں جاتے ہو داتا صاحبؒ پہ۔ مگر ماننے والا کہتا ہے کہ اللہ ہی کافی نہیں تمہارے لیے کیونکہ تم تو پرابلم میں ہو اور جس نے اللہ تعالیٰ کو داتا صاحبؒ کے مقام پر جانے سے منع کر دیا اُس کا اللہ ہی نامکمل ہے۔ اور وہ اللہ اس کا ہے ہی نہیں۔ تو اللہ جو ہے وسیع ہے۔ اللہ کے چاہنے والے جو ہیں' سجدہ کرنے والے' وہ ایک مسجد میں رہیں گے۔ وہ کہتے ہیں ہم نے اللہ کو مان لیا' سجدہ کرنے کا نام ہے اللہ۔ اللہ کیا ہے؟ سجدہ کرنے کا نام اللہ ہے۔ اور جب ہم کہتے ہیں پیسہ دے دینے کا نام اللہ ہے' دے دو سارا خدا کی راہ میں' تو وہ کہتا ہے نہیں ہم تو اڑھائی فی صد دیں گے اُس کو۔ تو اب یہ اپنے

اپنے اللہ کی بات ہے۔ محبت کرنے والے کا اللہ ہر جگہ ہوگا' جو اللہ کی راہ میں چلتے ہیں' اللہ سے محبت کرتے ہیں' وہ جہاں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا شخص پائیں گے وہاں جائیں گے۔ جہاں کا پتہ چلے کہ یہ لوگ اللہ کے ذاکر رہے ہیں' یہ جو پرانے لوگ فقیر رہے ہیں' یہ درویش رہے ہیں' اللہ کے طالب رہے ہیں' اللہ کی تمنا کرنے والے' چاہنے والے ہیں' عاشق لوگ ہیں' تو وہ وہاں چلا جاتا ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ کے چاہنے والے تھے۔ تو وہ اللہ کی چاہت کی طرف جاتے ہیں۔ چاہت کی طرف جانے والا' چاہنے والوں کے پاس جا رہا ہے اور یہ داتاؒ ہے۔ اگر اللہ کی چاہت تمہارے اپنے اندر نہیں ہے تو وہاں داتا صاحبؒ کو تم نے کیا کرنا ہے۔ پھر اگر تم وہاں چادر چڑھاؤ گے تو دوسرا بندہ جا رہا ہے وہی چادر اتارنے کے لیے کیونکہ وہ چادر بیچنے کا پہلے انتظام کر آیا ہے۔ تو پھر یہ سارے کا سارا فراڈ بن جائے گا اور چکر بازی ہو جائے گی۔ پھر جو بھی گناہ گار ہوگا' کوئی گورنر ہوگا' کوئی اور ہوگا' وہ وہاں جا کے رسم تاجپوشی' رسم چادر پوشی' کر کے آ جائے گا۔ قوال جو ہے داتا صاحبؒ کے نام پر گائے گا اور پیسے تم سے وصول کرے گا۔ جس کے پاس حرام کے پیسے ہیں وہ وہاں جا کے داتا صاحبؒ کے نام پر دے آئے گا۔ تو یہ سارا ڈرامہ اور سارا فراڈ ہے۔ اور محبت کرنے والے کے لیے داتا نہ اندر ہے اور نہ باہر ہے بلکہ جب اُس نے آنکھ ملائی ہے تو اندر باہر قوالی

ہو رہی ہے۔ اگر آنکھ ہے تو پھر یہ ہوگا! تو چاہنے والے کے لیے داتاؒ کا جلوہ ہر جگہ، ہر ہر جا ہے۔ ہر، ہر جلوے کا نام ہے داتاؒ۔ کیا نام ہے اُس کا؟ داتائے ہَر جائی۔ یعنی ہر جگہ کا داتا۔ اس کا ہَر جا جلوہ ہے۔ اگر تم وہاں جا رہے ہو یہ سمجھ کر کہ مزار کے اندر کوئی شے ہے جس کا نام داتاؒ ہے تو یہ تمہارا شرک ہو جائے گا۔ اگر یہ سمجھا کہ اس قبر کا نام ہے داتاؒ تو یہ شرک ہو جائے گا، اس آستانے کا نام ہے داتاؒ تو یہ شرک ہو جائے گا اور پھر اس طرح تم اللہ کی راہ کے مخالف ہو جاؤ گے، نہ اللہ ملے گا اور نہ فقیر ملے گا۔ بلکہ شرک پیدا ہو جائے گا۔ کہتا ہے جلوہ ہے، رونق ہے۔ اور جب ماننے والا یہ کہے کہ وہ اللہ کا جلوہ ہے، ہمارا جلوہ اس جلوے کا طالب ہے۔ کیا ہے؟ ہمارا جلوہ اس جلوے کا طالب ہے، ایک ہی جلوہ ہے یعنی اگر جلوہ آئے گا تو جلوہ ایک ہی ہے...... تو پھر وہاں پر جانا جائز ہے اور جلوہ نہیں ہے تو جانا ناجائز ہے، ہزار بار ناجائز ہے، آپ کو سمجھ نہیں آئی بات؟

سوال:۔

اگر جلوہ ہر جگہ ہے تو اس جگہ کی تخصیص کیوں ہے؟

جواب:۔

یہ اس جگہ پر آنے والوں کے ملنے کی جگہ ہے۔ کیا کہا؟ جگہ پر آنے والوں کے ملنے کی جگہ ہے۔ اگر شیخوپورہ کا فقیر آ گیا، اُدھر سے افغانستان

والا فقیر بھی آ گیا' کوئی اور بھی آ گیا' تو وہ اور وہ سارے مل کر بیٹھ گئے اور اپنی رونق لگائی۔ یہ کوئی داتا صاحبؒ کی مخصوص جگہ نہیں ہے۔ اس طرح جگہ نہیں ہوتی ورنہ تو پھر یہ کہانی اور ہو جائے گی۔ حتّٰی کہ خانہ کعبہ شریف' اللہ کا گھر ہے مگر وہ جگہ اللہ کی مخصوص جگہ نہیں ہے' اگر دل میں اللہ نہ ہو تو کعبہ میں اللہ نہیں ہے' دل میں تمہارے اگر کوئی چوری چکاری ہو تو کعبہ میں اللہ کدھر سے آئے گا۔ تو یہ کن لوگوں کی جگہ ہوتی ہے؟ وہ لوگ جو کہ تھوڑا تصور رکھتے ہیں' وہ لوگ جو دھندلا تخیل رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو چھوٹے خیال کے ہوتے ہیں' اُن کو جگہ بنا کے دیتے ہیں کہ وہ یہ ہیں۔ آپ نماز کے لیے کہتے ہیں کہ منہ طرف خانہ کعبہ شریف' اور خانہ کعبہ اُدھر تو نہیں جدھر تم منہ کر رہے ہو' زمین کی گولائی دیکھو کہ کعبہ کدھر ہے' کعبہ شاید دوسری طرف ہو' یہ سمجھانے کے لیے بتا رہا ہوں مثلاً آپ اُس وقت مغرب کی نماز پڑھ رہے ہیں اور دنیا میں کہیں اِسی ٹائم پہ صبح کی اذان ہو رہی ہے' کہیں اِسی ٹائم پر دوپہر ہو رہی ہے۔ اِس لیے آج کی رات جو ہے وہ کسی اور جگہ آج کی رات نہیں ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ آج کا موسم کسی اور دن کا موسم ہے۔ جگہ کا اس لیے کہا گیا ہے تاکہ زندگی میں ترتیب اور نظام قائم ہو جائے اور اس لیے کہ تم لوگوں کو بات سمجھ آ جائے۔ ورنہ یہ بات تو نہیں ہے جس طرح آپ سمجھ رہے ہو۔ تو وہ ایک جگہ پر محدود نہیں ہیں' He can go anywhere کسی بھی Form

میں جاسکتے ہیں۔ اگر تمہاری عقیدت نہ ہو اُس ذات سے جس نے ''کشف المجوب'' لکھی ہے تو تمہارا اس جگہ پر جانے کا حق ہی نہیں بنتا۔ عقیدت کس سے ہے؟ کتاب سے ہے اور کتاب کے ذریعے داتا صاحبؒ جانا ہوا ہے' یا کتاب کے ذریعے داتا صاحبؒ کو پہچانا یا اپنے پیر کے ذریعے پہچانا' یا براہِ راست کوئی توجہ اُدھر سے آئی۔ اِس کے علاوہ تو آپ پہچان نہیں سکتے' تو کیسے انہیں پہچاننا ہے؟ اگر پیر کے ذریعے پہچانا تو پیر ہی کا نام داتا ہے' وہ کہتا ہے داتا صاحبؒ چلو تو جواب ملتا ہے کہ بس ادھر ہی رہو' ادھر ہی رہو...... پھر پیر کہتا ہے جاؤ' اب چلے جاؤ تو آپ چلے جاؤ اور اگر وہ کہتا ہے کہ اب بند کر دو تو بند ہو جاؤ۔ اُسے آپ اگر یہ کہیں کہ جناب عالی! داتا صاحبؒ کے پاس آپ نے بھیجا تھا اور میں چلا گیا' اب میں وہیں رہوں گا۔ تو آپ کا ''داتا'' پھر بند ہو جائے گا۔ تو ''داتا'' کیا ہوا؟ پیر کا حکم! پیر حکم دے دے تو وہاں جاؤ اور حکم نہ دے تو پھر وہاں نہیں جاؤ۔ یہ بات سمجھ آئی؟ اگر ''کشف المجوب'' کے ذریعے پہچانا تو کتاب کا نام ہے داتا اور پھر مزار سے بہتر کتاب ہے۔ انہوں نے اگر توجہ کے ذریعے بلایا تو وہ توجہ اگر آپ کو شہر میں بلا لے تو آپ شہر میں چلے جاؤ' وہیں ''داتا'' ہے۔ توجہ کی بات سمجھ آئی؟ ایسا شخص کہتا ہے میں خواب میں رات کو اُٹھا' اچانک توجہ محسوس ہوئی' توجہ میں کشاں کشاں چلتا چلتا داتا صاحبؒ جا پہنچا...... تو ایسی توجہ تھی کہ وہاں لے گئی۔ گویا

کہ وہاں لے جانے والی توجہ آپ کو سمجھ آ گئی۔ اگر یہ توجہ آپ کو میاں میرؒ صاحب لے جائے پھر داتا صاحبؒ میاں میر بیٹھے ہوئے ہیں۔ پھر فاصلہ کیا اور جگہ کیا، اگر توجہ کو Read کرنا آ گیا! اگر توجہ بھی حاصل نہیں ہے، اپنا پیر بھی ہم سفر نہیں ہے، ''کشف المحجوب'' سے بھی آشنائی نہیں ہے تو پھر یہ شرک، Pure شرک ہے۔ یہ تو ہے ہی نہیں، لکھا ہی نہیں ہوا۔ تو جگہ کا نام نہیں ہے داتا، داتا یا تو ''کشف المحجوب'' کا نام ہے یا پیر کے فرمان کا نام ہے یا پھر اُن کی اپنی توجہ کا نام ہے کہ کہیں سے بھی عرفان ہو جائے۔ عرفان نہ ہو تو پھر ''داتا'' کیسے ملے گا آپ کو۔ قبر کی پوجا نہیں کرنی بلکہ اُس خیال کی پوجا کرنی ہے جو قبر میں ہے، صاحبِ مزار کے ساتھ ہے، وہ جلوہ دیکھو جو وہ پیش کر گئے، پھر آپ کو زندہ ملیں گے، انسان کے طور پر ملیں گے۔ اگر کوئی اللہ کی راہ میں شہید ہو جائے تو وہ زندہ ہے۔ کیا شہید کبھی زندہ ملا آپ کو؟ باپ کہتا ہے کہ میرا بیٹا زندہ ہے کیونکہ اللہ کا حکم ہے کہ وہ شہید ہے، لیکن باپ کو شاید مل جائے، روتے روتے خیال آیا کہ بیٹا آیا ہوا ہے لیکن وہ نہیں تھا، عام طور پر بہنوں کو بھائی نہیں ملتے کیونکہ جو چلا گیا سو چلا گیا۔ ملتے ہیں تو خیال میں ویسے ملتے ہیں مگر یوں تو نہیں ملتے جس طرح اللہ نے کہا ہے کہ ''وہ زندہ ہیں کھاتے ہیں، پیتے ہیں''۔ اگر یہ پتہ چل جائے کہ وہ واقعہ کیا ہے تو پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی کہ شاید موت ہے ہی کچھ نہیں۔ پھر تو موت ہے ہی

نہیں۔ اگر اللہ کی راہ میں مرنے والا شہید ہے تو اللہ کی یاد میں مرنے والا اُس سے بڑا شہید ہے، پھر تو داتا صاحبؒ ہزار بار زندہ ہیں۔ آپ زندہ شخص کے پاس جائیں گے تو محبت لے کے آئیں گے اور اگر زندہ کے پاس نہیں جائیں گے تو پھر شرک لے کے آئیں گے۔ اگر وہ زندہ ہے تو پھر زندگی کا احساس ہونا چاہیے۔ زندگی کو قبر میں کیوں دفن کرتے ہو، اندر بند کیوں کرتے ہو۔ داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ میں زندہ ہوں جہاں مرضی رہوں۔

؎ میرا حق ہے فصل بہار پہ میں چمن میں چاہے جہاں رہوں

اب وہ زندہ ہیں، جس دل میں مرضی چلے جائیں۔ یعنی کہ وہ محدود زندگی سے نکل کے وسیع زندگی میں آ گئے ہیں۔ اب ان کا جلوہ ہر تمنا کرنے والے کے پاس ہے۔ اب مزار کیا رہ گیا؟ وہ جن کو علم نہیں ہے اُن کے لیے مزار کیا شے ہے؟ شرک کا ذریعہ۔ اور جن کو علم ہے اُن کے لیے مزار کیا ہے؟ آزاد...... پھر بھی مزار، مزار ہے۔ نظام چلانے کے لیے کیا ہے؟ مزار ہی ہے......

سوال:-

بعض اوقات انسان کو صاحبِ مزار وہاں بیٹھا ہوا نظر آتا ہے......

جواب:-

یہ اس لیے ہے کہ وہاں پر توجہ رہے، باقی جو اصلی مقام ہے اُن کا تو یہ لوگ چلتے پھرتے، لیتے دیتے اور جاگتے رہتے ہیں۔ کبھی آپ نے بیعت کی

ہے اپنے پیر کے ساتھ؟ آپ کا پیر' چاہے وہ رخصت ہو چکا ہو' اگر کبھی آپ کو زندگی میں تکلیف ہو تو وہ صرف خواب میں نہیں ملے گا بلکہ زندہ بھی مل سکتا ہے۔ پھر انسان کہتا ہے کہ میں وہاں بیٹھا ہوا' بڑا پریشان تھا' اور وہاں پر پیر صاحب آئے' اور بتا کے چلے گئے' پھر مسئلہ حل ہو گیا۔ تو وہ آ سکتے ہیں! اگر تم لوگوں کا پیر پر ایمان نہ ہو تو پھر یہ سوچنا شرک ہے کہ مرا ہوا بندہ باہر آ گیا۔ بس شرک اور ایمان کی انتہا کے درمیان یہ کہانی ہے۔ عرفان پہ اگر یقین نہ ہو تو عرفان کے اندر ہی سارا شرک ہے' اگر یقین نہ ہو تو فقیر سارا ہی شرک ہے' دیکھنے والے کے لیے عام طور پر شرک ہے لیکن یقین والے کے لیے ایمان کا یہی راستہ ہے' عرفان یہی ہے۔ اگر یقین ذرا تذبذب میں آ گیا تو مارے گئے' برباد ہو گئے۔ تو یا یہ نور کا سفر ہے یا پھر کفر کا سفر ہے' درمیان میں کچھ نہیں ہے۔ یا پیر عین اللہ ہے یا غیر اللہ ہے' درمیان میں کچھ نہیں ہے۔ اگر غیر اللہ ہے اور سجدہ کر گئے تو مارے گئے' برباد ہو گئے۔ اور اگر عین اللہ ہے' وہی آپ ہی ہے۔ وہ تو آپ ہی بیٹھا ہوا ہے۔ اس لیے اتفاقاً بات ہو گئی' جو ہو گئی۔ کیا ہو گیا؟ جو ہو گیا سو ہو گیا اور اتفاقاً ہو گیا۔ مولانا رومؒ نے کہا ہے کہ

ے ہر کہ پیر و ذاتِ حق را یک نہ دید
نے مرید و نے مریدو نے مرید

جو پیر اور ذاتِ حق کو اکٹھا نہ سمجھے اُسے چاہیے کہ وہ مرید نہ ہو۔ اُس کے لیے مرید ہونا منع ہے۔ شرک ہوگا اور وہ مارا جائے گا۔ کیا ہوگا؟ جس نے پیر اور اللہ کو الگ الگ سمجھا وہ مارا جائے گا اور جس نے ایک جانا وہ بھی مارا گیا۔ کیا کہا؟ ایک سمجھو گے تو پھر مارے جاؤ گے' دو سمجھو گے تو پھر برباد ہو جاؤ گے۔ اسی کے اندر ساری کہانی ہے۔ اور انہوں نے تمہیں یہ راز بتا دیا کہ اگر پیر اور اللہ دو ہیں تو پھر پیری ختم ہو گئی۔ اور اگر پیر اور اللہ ایک ہی ہیں تو بھی آپ مارے گئے اور برباد ہو جاؤ گے۔ تو نہ ایک ہے اور نہ وہ دو ہیں اور جو چاہیں کریں وہ ایک بھی ہیں اور دو بھی ہیں۔ بس اس کے اندر ہی اندر کہانی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ کی بات کرتے ہیں۔ اگر یہ کہو کہ اللہ اور اللہ کے محبوبؐ ایک ہی بات ہے تو آپ گناہ گار ہو گئے۔ اور اگر یہ کہا کہ اللہ اور اللہ کے حبیبؐ دونوں الگ الگ ہیں تو پھر بھی آپ گناہ گار ہو گئے۔ یہاں سے آپ کی قوم کے آدھے لوگ گمراہ ہوئے۔ کہاں پر گمراہ ہوئے؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کل نفس ذائقة الموت۔ سب لوگ مر جائیں گے' جو بھی پیدا ہوئے' حضور پاک ﷺ آئے تھے' تشریف لائے تھے' آپؐ کا حکم نافذ ہوا اور پھر وہ تشریف لے گئے' موت آ گئی' زندگی ختم ہو گئی جس طرح سب کی ختم ہو جاتی ہے' اب اُن کا دیا ہوا عمل رہ گیا ہے' ذات کی بات نہ کرو' یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسولؐ اللہ' تو یہ لوگ گناہ کرتے

ہیں، وہ تو زندہ نہیں ہیں اب یاد کیا کر رہے ہو، اللہ اللہ ہی ہے، اُسی کی اطاعت کرو اور اللہ کے حبیبؐ پیغام لائے ہیں اللہ کا، اس لیے ہم اُن کی اطاعت کرتے ہیں...... اور آپ اگر اللہ کے پاس جائیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں تو وہاں اللہ درود پڑھنے میں مصروف ہوگا ؎

میں تیری نماز ادا کروں تُو ہو محوِ ذکرِ حبیبؐ میں

تو کمال یہ ہے، کہ ہم آپ کی نماز پڑھیں لیکن یا اللہ آپ کہیں اور مصروف ہیں، تو ہم بھی ادھر جاتے ہیں۔ اس لیے لوگ یہاں آ کے آگے چلے جاتے ہیں۔ تو اللہ آپ کدھر مصروف ہے؟ وہ درود پڑھ رہا ہے، تو ہم درود شریف پڑھنے لگ جائیں گے۔ تو جو اللہ کا عمل ہے ہمارا بھی وہی ہے۔ اگر یہ کہیں کہ اللہ اور اللہ کا رسولؐ ایک ہیں تو یہ تو بڑے گناہ کی بات ہے کیونکہ اللہ کے حبیبؐ نے یہ نہیں کہا۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں بھی سجدہ کرتا ہوں، تم بھی سجدہ کرو۔ ورنہ تو ہم ایک کہہ دیتے۔ لیکن جب حضور پاک ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں، جس کی پڑھ رہے ہیں، اُسی کا نام اللہ ہے۔ تو ہم بھی اللہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ یہ اللہ کے حکم پر حضورؐ نے کیا۔ لہٰذا اللہ کو حضورؐ سے علیحدہ جانو۔ حضورؐ جو ہیں یہ بندہ ہیں اور اللہ مالک ہے، حضورؐ پیدا ہوئے ہیں اور اللہ پیدا نہیں ہوا۔ اللہ ہر پیدائش سے پہلے کی بات ہے۔ حضورؐ تشریف لے گئے ہیں، اللہ تشریف نہیں لے جائے گا، اللہ ہر ابتداء سے پہلے ہر انتہا کے بعد ہے،

اللہ خالق ہے اور حضورؐ مخلوق ہیں۔تو یہ ہمارا ایمان ہے۔لیکن یہ ایسی مخلوق ہے جو خالق کے دل میں رہتی ہے' جو خالق کے دل میں جلوہ کرتی ہے' اس لیے پھر وہ مخلوق ہمارے علاوہ ہے' کوئی اور شے ہے۔اس لیے بعض بزرگ انہیں محبت میں سجدہ بھی کر جاتے ہیں لیکن وہ اللہ والا سجدہ نہیں کرتے' اللہ کا سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے......اگر یہاں بات سمجھ آتی ہے تو آپ بات سمجھ جاؤ' اگر نہیں سمجھ آتی تو اِس Topic پہ آپ نہ الجھنا بلکہ آپ خاموش ہو جاؤ۔ پھر جو کچھ ہے وہ ٹھیک ہے۔ پھر مزار' مزار ہیں اور صاحبِ مزار' صاحبِ مزار ہیں۔اس لیے داتا صاحبؒ اگر مزار سے باہر ہیں تو پھر جہاں بھی دل ہے وہاں وہ ہوں گے' دل والوں کے پاس ہوں گے اور دل والوں کی بستی میں ہوں گے۔

سوال:۔

میں روزانہ داتا دربار جاتا ہوں' میں کسی سے بیعت بھی نہیں اور نہ کسی نے مجھے وہاں بھیجا ہے تو پھر فیض......

جواب:۔

اگر آپ کو پتہ چلے کہ آپ مزار پر جا رہے ہیں اور داتا صاحبؒ آج کل شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں تو پھر؟ کیا پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی؟ یہ بات جن کو سمجھ آتی ہے اُن کو ہی یہ سمجھ آتی ہے۔حافظ صاحب سے پوچھو

کیونکہ یہ درویش آدمی ہیں۔ جب کبھی پیر صاحب سے ملنا ہو یا کچھ طلب کرنے کا خیال ہو تو کیا پیر کے آستانے پر جانا ضروری ہے یا یہیں سے یاد کرنا ضروری ہے؟ کیا یہیں سے وہ فیض ملتا ہے؟ پیر ادھر ہوتا ہے یا اُدھر ہوتا ہے؟ وہ تو ہر جگہ ہوتا ہے۔ پیر یاد کا نام ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ درود یاد کا نام ہے' درود شریف عقیدت کا نام ہے۔ اگر عقیدت بھی نہ ہو' یاد بھی نہ ہو تو ان الفاظ کا نام تو درود ہے ہی نہیں۔ جس نے یاد کیا اُسی نے پایا۔ یاد کون کرتا ہے؟ وہ جو آشنا ہوتا ہے۔ آشنائی کیسے ہوتی ہے؟ یہ دیکھو کہ کیسے ہوئی...... اگر وہ آشنا ہی نہ ہو تو پھر پتہ نہیں وہ کیا کر رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ پھر دھوکا ہو سکتا ہے۔ مثلاً وہ داتا دربار گیا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ داتا صاحبؒ اس ہجوم میں مل جائیں۔ اگر وہ مل گئے اور آپ پہچان نہیں سکے تو پھر آپ داتا صاحبؒ کے پاس کیا جا رہے ہیں...... اگر آپ سے کہیں کہ باہر جو آپ کو ملا تھا وہ داتا صاحبؒ تھے تو پھر؟ تو آپ نے وہاں بھی نہیں دیکھا جہاں دیکھا تھا' مزار کے اندر بھی آپ نہیں گئے' نیچے سیڑھیاں ہیں' یہ جو تعویذ ہے یہ اوپر ہے' کتنے فٹ اوپر ہے اور نیچے کچی قبر ہے۔ پتہ ہے آپ کو؟ تو درمیان میں تو گیپ ہے ایک منزل پوری کا' بلکہ ڈیڑھ منزل' نیچے ڈیڑھ منزل خالی ہے۔ تو مزار کیا ہے؟ تو یہ بات سمجھا کرو کہ داتا صاحبؒ کیا ہیں؟ داتا صاحبؒ بس داتا صاحبؒ ہی ہیں' جلوہ ہی جلوہ ہے۔ کیا جلوہ ہے؟ پیچھے ہٹ کے دیکھو تو

یہ جو عقیدت بنی ہوئی ہے داتا صاحبؒ کے سامنے' یہی داتا صاحبؒ
ہیں۔ مرنے کے کتنا عرصہ بعد عقیدت قائم ہے۔ اسی طرح کہتے ہیں کہ واہ
غریب نوازؒ! اور پھر آپ بابا صاحبؒ کے پاس جائیں تو رش میں پولیس
لاٹھیاں مارے جارہی ہے لیکن عقیدت والے کہتے جا رہے ہیں حق فریدؒ'
یافریدؒ۔ لوگ مار کھاتے جا رہے ہیں اور حق فریدؒ' یا فریدؒ کہتے جا رہے ہیں' تو
فریدؒ عقیدت کا نام ہے۔ یہ عقیدتیں کون پیدا کرتا ہے؟ اس پہ غور کرو' یہی سارا
راز ہے...... ورنہ مزار پر مت جاؤ اور اگر زندگی کے پاس جا رہے ہو تو اُسے
زندگی کہو' زندہ سمجھو' پھر تو وہ زندگی ہے۔ بلکہ زندگی دینے والی زندگی ہے بلکہ
وہ محبت پیدا کرنے والی محبت ہے۔ جب تم ڈرامہ کرتے ہو تو فراڈ میں
آجاتے ہو پھنس جاتے ہو۔ لوگ پہلے بندے کو مار دیتے ہیں اور پھر اس کی
پوجا کرتے ہیں۔ مرے ہوئے بندے کی پوجا دودفعہ شرک ہے۔ یہ ایک بے
ثبات' بے ذائقہ اور نامکمل شرک ہے۔ اگر کسی زندہ آدمی کو سجدہ کر لو تو اللہ تو
ناراض ہوگا ہی سہی لیکن وہ بندہ تو راضی ہو گیا۔ اور مرے ہوئے کے آگے
سجدہ کرنا تو میرا خیال ہے بالکل بے سواد کام ہے اور بے ذائقہ ہے۔ ایسی
غلط بات کی آپ نے۔ توبہ' توبہ' توبہ۔ توبہ کرو شرک سے۔ شرک ہے اور وہ
بھی بے ذائقہ۔ ایک شرک یہ ہے کہ کسی خوب صورت انسان کو سجدہ کر لیا۔
دوسرا کہتا ہے یہ کیا کیا؟ کہتا ہے اتنا بڑا اتنا خوب صورت انسان تھا' بس سجدہ

ہو گیا' شرک ہی سہی' سجدہ تو خوب صورت کو کیا ہے' بندہ خوب صورت تھا' خدا کی شان' قدرت کا بیان' یارب العالمین' سبحان اللہ' انسان ہے کہ آسمان سے اتری ہوئی کوئی شے ہے۔ تو جب خوب صورت کو سجدہ کر دیا' زندہ کو' تو شرک وہ بھی ہے' لیکن بڑا خوب صورت ہے اور یہ تم نے کیا کیا کہ بندہ مرا ہوا ہے اور مرے ہوئے کو سجدہ کر دیا۔ میرا خیال ہے اُس بندے کو پتہ نہ چلا ہو گا...... اگر آپ نے سوئے ہوئے بچے کا بوسہ لیا تو نہ اس کی ماں راضی اور نہ باپ راضی۔ یہ کیا کیا آپ نے۔ اُسے جگاؤ اور پھر عقیدت دکھاؤ' زندہ کرنے کے لیے محبت چاہیے۔ جب آپ خود زندہ ہوں گے تو وہ زندہ ہو گا۔ زندہ آدمی کا محبوب زندہ ہوتا ہے۔ آپ تو مرے پڑے ہیں' ساری مصیبتیں آپ کو پڑی ہوئی ہیں' اس لیے آپ کے لیے محبوب مر گئے ہیں۔ جس کے محبوب مر گئے' وہ آپ بھی مرا ہوا تھا۔ جب تک آپ زندہ نہ ہوں اور آپ کی محبتیں زندہ نہ ہوں آپ وہاں مت جایا کریں۔ بہر حال غور کرو' ان باتوں پہ ضرور غور کرو۔ یہ سب ڈرامہ کیا ہوا ہے ان لوگوں نے کہ انہوں نے زندگی اور موت کو ملا کے پیش کیا ہوا ہے۔ بہر حال اللہ کی راہ میں مرنے والا زندہ ہے اور اللہ کی یاد میں مرنے والا اُس سے زیادہ زندہ ہے۔ اللہ کے عشق میں مرنے والا زندہ ہے۔ اس زندگی کو پہلے پہچانو کہ یہ کیا زندگی ہے اور اللہ کی یاد میں مرنے والے کیسے زندہ ہوتے ہیں۔ وہ زندگی آپ کے علم میں ہونی

چاہیے۔ آپ خود اللہ کی یاد کرنے والے بنیں تو پھر یہ بات سمجھ آئے گی۔

سوال :-

یہ جو مزاروں پر لوگ جھک جاتے ہیں تو کیا یہ شرک نہیں؟

جواب :-

یہ شرک نہیں ہے۔ اگر وہاں وابستگی خود بخود ہو جاتی ہے، جھک جاتے ہو تو یہ اس کی مرضی ہے، ہماری مرضی نہیں ہے۔ اپنی مرضی سے سجدہ کرو گے تو شرک ہوگا، اور اگر ہو گیا تو شرک نہیں ہوگا۔ کرو گے تو شرک ہوگا، ہو گیا تو؟ کہتا ہے جانے دو، ہو گیا، جائز ہے۔ سر جھک گیا، کہتا ہے مجھے نہیں پتہ، خود بخود جھک گیا۔ جھک گیا تو جائز ہے، جھکاؤ گے تو مارے جاؤ گے۔ سر جھکانا نہیں ہے اور اگر جھک جائے تو اٹھانا نہیں ہے۔ بات ختم ہو گئی۔ جیسے مضمون چل رہا ہے، چلنے دو۔ آگے بولو...... چغتائی صاحب پوچھو......اور کوئی پوچھے
......

سوال :-

جس طرح اللہ تعالیٰ کا کرم مخصوص لوگوں پر ہوتا ہے، کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کرم مخصوص مقامات پر بھی ہو سکتا ہے؟

جواب :-

بات یہ ہے کہ جس جگہ سے دریا گزر جائے وہاں سینکڑوں سال تک

نشان رہتا ہے۔ جہاں اللہ کا جلوہ، جس میں ایک بار آ جائے گا، وہ جلوے والی جگہ ہی ہوگی۔ ہر چند کہ جلوہ پابند نہیں ہے دوبارہ دہرائے جانے کا، لیکن وہ اس جگہ کے لیے مقدس ہے کہ وہاں جلوۂ حق ہوا تھا۔ تو جہاں جلوۂ حق ہوا، وہاں جلوۂ حق ہوا۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، ہم نے نہیں کیا۔ مثلاً جہاں پر ایڑیاں رگڑی گئیں، زمزم آیا، تو جگہ کا نام زمزم ہی رہا۔ وہ مقام، جگہ قائم رکھی اللہ تعالیٰ نے۔ اللہ تعالیٰ کی جہاں جہاں وارداتیں ہوئی ہیں وہ مقام اللہ نے قائم رکھے ہیں۔ ہم اس لیے اس کو کعبہ، اللہ کا گھر کہتے ہیں، یہ اللہ کا گھر ہے، یہاں اللہ کی بات ہے، یہاں اللہ کا جلوہ تھا، یہاں فقیر کی دعا منظور ہوئی تھی۔ حالانکہ پابند نہیں ہیں ہم لوگ، کہ دعا وہیں منظور ہوگی بلکہ دعا ہزار جگہ منظور ہو سکتی ہے مگر واضح بات ہوئی ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں وہ واقعہ ہوا تھا۔ سلام ہو اُس جگہ پر اور سلام ہو ان لوگوں پر۔ اس لیے اس جگہ کی عزت کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کیا اور یہ ہے وہ جگہ جہاں امام حسین علیہ السلام نے اپنے بچوں کو پیش کیا۔ اس لیے جگہ محترم ہو جاتی ہے۔ وہ جگہ جہاں کسی محترم نے محترم بات کی ہے، وہ جگہ قابلِ احترام ہو جاتی ہے۔ اس جگہ کی عزت ہو جاتی ہے جہاں کسی عزت والے نے کوئی عزت والا کام کیا ہو۔ وہ جگہ اس لیے محترم ہو گئی کیونکہ وہاں اس کی افادیت یہ ہو گئی کہ

وہاں وہ واقعہ محفوظ ہو گیا۔ جہاں واقعہ محفوظ ہو گیا' وہاں کیفیت محفوظ ہو گئی۔ اس لیے وہ جگہ محفوظ کر دی جاتی ہے تاکہ وہ نشانی گم نہ ہو جائے' وہ صحیفہ گم نہ ہو۔ اللہ کی یہ شان ہے کہ وہ اپنی چیز ضائع نہیں ہونے دیتا' بس اللہ تو اللہ ہی ہے ناں۔ کتاب کی زیر زبر ضائع نہیں ہونے دیتا۔ حضور پاک ﷺ کو بنایا تو آج تک شان میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے' ورفعنالک ذکرک: ذکر بلند ہوتا جا رہا ہے۔ جس کے ساتھ اللہ نے محبت کی' وہ مرنے کے بعد بھی' کئی سو سال بعد بھی داتا صاحبؒ بنے پڑے ہیں۔ یعنی کہ پہلے سے زیادہ رش' اندازہ لگاؤ' Development ہو گئی ہے' ہزارہا ترقیاں ہوتی جا رہی ہیں' مسجد ہے تو مسجد ہی پھیلتی جا رہی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ جس کے اوپر رحم کرتا ہے یا فیض عطا کرتا ہے یا محبت کرتا ہے یا وہاں اپنا گزر کرتا ہے تو اُسے ضائع نہیں ہونے دیتا۔ تو اللہ تعالیٰ ضائع ہونے سے بچاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے مقامات' ان کے واقعات اور ان کی جگہ محفوظ فرما دیتا ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ سو انقلاب آئے' ہندوؤں کا زمانہ رہا' کافروں کا زمانہ رہا' سکھوں کا دور رہا' لیکن وہ جگہ محفوظ ہے' زمانے بدل گئے مگر

نہ بدلی ہے نہ بدلے گی حکومت میرے داتاؒ کی

تو وہ قائم رہا' وہ اپنی جگہ پر قائم رہا۔ طوفان گزر گئے لیکن چڑیا کا گھونسلہ قائم

رہا۔ یہ محبت کی بات ہے' بس محبت قائم رہی۔ یہاں دیکھو قبرستان کی بات ہے' کتنے مکان بن گئے' میانی صاحب کو دیکھو' سو دفعہ مکان بنے ہیں اور پھر سو دفعہ ٹوٹے ہیں' قبروں کے اوپر مکان بن گئے لیکن کسی صاحبِ مزار کے مزار کے اوپر مکان نہیں بنے گا۔ یہ صاحبِ مزار کی شان ہوتی ہے۔ یہاں پر بھاٹی میں Development ہوگئی' اب داتا صاحبؒ کے علاقے میں ٹریکٹر چلا کے دیکھو' ٹریکٹر نہیں چلے گا۔ آپ کو یاد ہوگا' یہاں فوت ہوئے تھے چھتری بابا' ایل ڈی اے نے بڑے تماشے لگائے' سڑک نکالنا چاہی لیکن اُن سے پہلے ہی لوگ راتوں رات وہاں مزار بنا گئے' اب بحال ہے' وہاں روضہ ہی بنا۔ انہوں نے کہا ہم نے دفن کر دیا۔ کس کو؟ چھتری بابا کو۔ اب وہاں پہ مزار بن گیا ہے۔ چاہے سڑکیں بدل لو' سکیمیں موڑ لو مگر اس کو بدل نہیں سکتے۔ جہاں چھوٹی سی مسجد بن گئی پھر ختم' مسجد بن گئی تو مسجد ہی رہے گی۔ سرکلر روڈ کتنی پھیل گئی ہے لیکن درمیان میں مسجد بنا دی تو بس قائم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں' جہاں وہ عطا فرماتا ہے وہاں قیام کر دیتا ہے' قائم کر دیتا ہے۔ تو یہ قائم کیے گئے لوگ ہیں' انہوں نے اللہ کی یاد قائم کی ہے' اللہ نے ان کے وجود ہی قائم کر دیے ہیں' ان کی زندگیاں قائم کر دیں' ان کی یادیں قائم کر دیں۔ اب اس کا نام ہے داتاؒ جو قائم کر دیا جائے......

تو آپ بولو! آپ اور سوال پوچھو......

سوال :-

اس دور میں ہمارے شہر میں ایک جگہ مسجد گرا کے بلڈنگ بنادی گئی ہے ......

جواب :-

اس پر آپ چپ ہی کر جاؤ۔ یہ دور ہی ایسا ہے۔ کیا یہ کسی اخبار میں آیا تھا؟ یا تو آپ خود کو اب تک ختم کر چکے ہوتے، پھر ہم کہتے کہ مسجد شہید ہو گئی، وہاں کسی نے کوئی آواز نہیں اُٹھائی، ایک ایمان والے صاحب جا کے لڑ پڑے اور شہید ہو گئے۔ ہم آپ کا جنازہ ساتھ لے کے نکلتے، قبر بھی بناتے اور مسجد بھی بناتے۔ آپ Compromise کر کے آ گئے، لٰہذا اب چپ کرو۔ تو یہ ہے ہمارے فکر دینے والے آدمی کی حالت، کہ اُس کے علم میں ہے اور وہ آرام سے رات کو کھانا کھاتا رہا، سو گیا اور زندہ رہا۔ اب کیا کہتے ہو؟

سوال :-

انڈیا میں اگر ایسا ہوتا تو آگ لگ جاتی۔

جواب :-

ہمیں انڈیا کی ضرورت نہیں ہے، ہمیں صرف تمہاری ضرورت ہے کہ تم نے کیا کِیا؟ قوم کو چھوڑ دو، یہاں کوئی قوم نہیں ہے، قوم فنا ہو چکی، انڈیا برباد ہو چکا، یہ دیکھو کہ آپ نے کیا کِیا؟ کیا اخباروں میں دیا؟ اگر صرف

اخباروں میں دیا تو پھر اس آدمی کے پاس کیوں نہ گئے۔ وہاں کیوں نہ شہید ہو گئے؟ شہید ہونے سے ڈر لگتا ہے؟ باقی ایک اور آسان طریقہ ہے' اللہ نے حکم دیا تو مسجد قائم رہی' آپ اللہ سے کہتے کہ مسجد قائم رکھ۔ یا تو طاقت والا وہ اللہ ہے' یا طاقت والا ماحول ہے یا تم طاقت والے بنو۔ آپ کے پاس طاقت نہیں ہے' ماحول راضی نہیں ہے اور اللہ خموش ہے' تو چلنے دو جو ہو رہا ہے۔ جب وقت آئے گا مسجدیں ہی مسجدیں ہو جائیں گی۔ آپ رپھڑ نہیں ڈالنا' جھگڑا نہیں کرنا۔ تو یہ جھگڑا ہے۔ یہ جھگڑا اُن کے ساتھ نہیں ہے جنہوں نے جرم کیا ہے بلکہ یہ تیسری جگہ پہ جھگڑا ہے۔ ''ہم کو جانا چاہیے تھا'' یہ نہیں کہنا چاہیے تھا بلکہ تم کو جانا چاہیے تھا' تم گئے نہیں ہو تو اب چپ کرو۔ کیونکہ تم نہیں جا سکے' لہٰذا خاموش۔ کرنے والے کرتے ہیں' بڑا کچھ کرتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ یہ دیکھو کہ بے شمار سکیمیں ضائع کر کے مسجدوں کا احترام کیا گیا ہے۔ ایک آدھ واقعہ خفیہ طور پر آگے پیچھے ہو گیا' وہ ان کا اپنا ذاتی گناہ ہے' وہ پبلک مسجد نہیں تھی۔ جو پبلک مسجد نہیں تھی' اس کا جرم جو ہے وہ پبلک کا جرم نہیں ہوتا۔ اُن کا ایک ایریا مخصوص تھا مسجد کے لیے' انہوں نے کہا اب لوگوں کے لیے مسجد اوپر بنا دیں گے۔ ہوٹل والوں نے وہ مسجد بنائی تھی اور ہوٹل والوں نے توڑ دی۔ کیا ہوٹل والے کافر ہیں؟ انہیں مسجد کی کیا ضرورت ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ مومن کا کیا فرض ہے۔ میں کہتا ہوں آپ فائیو سٹار

ہوٹل بناتے کیوں ہو یہاں پر۔ تمہاری تو قوم ہی آگے پیچھے ہوئی پڑی ہے۔
یہ دیکھنا چاہیے کہ اصل شرارت کیا ہے؟ جاننے والے خموش ہیں اور جو بول رہا
ہے وہ جانتا نہیں ہے۔ طاقت کہاں ہے؟ تو جس کو شعور تھا اور اس نے یہ ظلم
روکا نہیں ہے۔ یہ اس کا کام ہے' کس کا؟ جس کو پتہ تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا
کہ وہ دو چار' پانچ دس آدمی ساتھ ملاتا' جو کہ بات کا طریقہ ہے' تو پھر بات
چل جاتی۔ اس نے اُس وقت بات نہیں کی اور اب بات کر رہا ہے۔ اگر
ہمیں یہ بتاتا کہ مسجد شہید ہو گئی ہے تو ہم اتنے سارے آدمی چل پڑتے'
چاہے ہم خود شہید ہو جاتے۔ اب تو ہم لیٹ ہو گئے ہیں' ہمارا Casel تو اب
Infructuous ہو گیا' لیٹ ہو گیا' بہت لیٹ ہو گیا۔

تو آپ کے پچھلے سوال کا کیا جواب تھا؟ کہ جگہ مقدس ہوتی ہے'
جہاں کچھ ہوا' وہاں وہ ہوتا رہتا ہے۔

سوال:۔

یہ تو آیت سے ثابت ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مر گئے وہ زندہ ہیں مگر
کیا یہ آیت سے ثابت ہے کہ جو اللہ کی یاد میں مر گیا وہ زندہ ہے؟

جواب:۔

اللہ کی راہ میں مرنا کیا ہوتا ہے؟ اللہ کا عشق اللہ کی راہ ہے۔ یہی

آیت ہے' نئی آیت کی کیا ضرورت ہے ہمیں؟ یہی کافی ہے۔ گھر سے نکل کر اللہ کا ذکر ''اللہ ہو'' کرتے کرتے مارے گئے' یہی اللہ کی راہ ہے۔ مطلب یہ کہ یہ لوگ زندہ ہیں۔ اب یہ ہے کہ یہ ثابت کیسے کرو گے؟ کیا وہ ثابت ہوا؟ جو اللہ کی راہ میں مر گئے وہ زندہ ہیں' کیا وہ زندہ ہوا؟ یہ حکم ہے اور اس کا ثبوت صرف ایک ہے کہ یہ زندگی حضور پاک ﷺ کے نام لیواؤں کی زندگی ہے اور یہ اُن کے حوالے سے زندہ ہیں۔ وہ اللہ کے حوالے سے بات ہے' یہ حضور پاک ﷺ کے حوالے سے بات ہے' کہ یہ آپؐ کے چاہنے والے ہیں۔ حضور پاک ﷺ کے چاہنے والے جو ہیں یہ حضور پاک ﷺ کے ساتھ ہی رہتے ہیں' اگر حضور پاک ﷺ زندہ ہیں تو یہ بھی زندہ ہیں۔ اور زندہ کیوں نہیں ہیں' ضرور ہیں! حضورؐ کے نام پر مرنے والے زندہ ہیں' اس کو شہید بولیں گے۔ حضورؐ پہلے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ آپ اس طرح Strictly چلتے ہو تو پھر آپ راستے میں گم ہو جاتے ہو۔ مفہوم سمجھا کرو کہ اللہ کی راہ ہے کیا؟ جو اللہ کی راہ میں مارا گیا' کیا وہ کوئی رستہ ہے' کوئی فنکشن ہے؟ وہ اللہ کی محبت کا راستہ ہے۔ ایک فتویٰ لگاؤ تو نہ ماننے والے کہیں گے کہ یہ جو سپاہی ہیں وطن کے لیے مرنے والے' یہ شہید ہیں ہی نہیں' یہ تنخواہ کے لیے مرتے ہیں۔ لیکن پھر ایک بات ہے' وہ یہ کہ جس کے دل میں اگر اللہ کی محبت ہے' وہ زندہ ہے اگر مارا گیا تو۔ اسی طرح جس کے دل میں اللہ کی محبت ہے'

وطن کی محبت ہے تو پھر وہ زندہ ہے۔ یہ دل کی کہانی ہے۔ ایک بار مرنے کا تجربہ کر کے دیکھ لو تو پھر بات سمجھ میں آ جائے گی کہ کون کون زندہ ہے۔ جا کے دیکھ لینا۔ دعا کیا کرو کہ یا اللہ دکھا آگے کیا جلوہ ہے' پھر آپ دیکھ کے آ جاؤ کہ آگے کون کون زندہ ہے اور کون کون نہیں ہے۔ بس ایک دم دلچسپ واقعہ ہو گا کہ آپ کا دل نہیں کرے گا واپس آنے میں' کہیں باپ بیٹھا ہو گا' ماں بیٹھی ہو گی تو پھر آپ کا دل نہیں کرے گا ادھر آنے میں۔ Try کرو' مسئلہ حل ہو جائے گا۔ وہاں کی دلچسپ بات یہ ہے کہ جو گیا وہ واپس نہیں آیا یعنی صرف پتہ کرنے گیا تھا کہ کیا ہو رہا ہے' وہ گیا تو پھر واپس نہیں آیا۔ آج تک نہیں واپس آئے' کوئی اچھا ہی کام ہو رہا ہے وہاں......

سوال:-

جس طرح ہم کہہ رہے ہیں کہ یہ لوگ زندہ ہیں' یا دیں ہیں تو دوسری طرف Evil forces بھی ہیں' تو کیا وہ بھی Eternal ہیں۔' یادتو وہ بھی رہتی ہیں......

جواب:-

دیکھو یہ بڑا اسوال اچھا کیا آپ نے کہ ایک یزداں ہے' ایک اہرمن ہے' وہ بھی Eternal life والا ہوا کرے' شیطان والا بھی...... ہم یہی تو بتا رہے ہیں کہ اگر شیطان والا بھی آپ Eternal life مان رہے ہیں تو خالق

جو کہ ایک ہے' شیطان نے نہیں کہا کہ میں نے اللہ کو تخلیق کیا' اللہ نے کہا کہ میں نے شیطان کو تخلیق کیا ہے۔ لہٰذا اللہ نے کہا کہ یہ لعین ہے اور اس کو میں نے سزا دینی ہے۔ تو جو لوگ Eternal ہو گئے شیطان کے ساتھ' وہ Eternal ہی ہو گئے مان لیا اور Eternally ان کو سزا دی جائے گی۔ یہ زندگی بھی عذاب میں رہے گی اور وہ زندگی بھی عذاب میں رہے گی۔ اور خالق اللہ ہے۔ ہم اللہ کے ریفرنس میں چل رہے ہیں' شیطان کتنا ہی Eternal ہو جائے' شیطان پھر مارا جائے گا۔ اللہ کتنا ہی فانی تم سمجھ لو' وہ اللہ ہمیشہ ہی رہے گا' وہ اللہ ہے جو ہمیشہ ہی ثابت ہے اور حی و قیوم ہے۔ تو لہٰذا یہاں آ کے بات سمجھ آتی ہے کہ یہ شیطان جو ہے' یہ Evil forces جو ہیں' ایک وقت تھا کہ یہ پیدا نہیں ہوئی تھیں اور ایک وقت ہو گا کہ یہ نہیں رہیں گی' اور اُس وقت بھی اللہ رہے گا' تو لہٰذا اس کا Eternal ہونا ہمارے لیے پھر فانی ہے۔ کیا ہے؟ پھر فانی کا فانی ہے' کہ پیدا ہو بہت دیر پہلے' اور پھر مرے گا اور ضرور مرے گا' اور پھر یہ شیطان اپنے ٹولے سمیت Taste کرے گا اپنا عذاب۔ اس کا ٹولہ تم چاہے کتنا ہی غیر فانی کہہ لو...... تو اللہ کا غیر فانی ہونا اور بات ہے۔ وہاں ایک اور حقیقت ہے' ایک اور میدان ہے' وہ شیطان کے پاس نہیں ہے۔ شیطان جو ہے یہ عارضی غیر فانی ہے۔ جو مخلوق کا دور ہوتا ہے وہ تباہ ہوتا ہے' خالق کا جو دور ہوتا ہے وہ لافانی ہوتا ہے۔ تو خالق کے دور کی

بات ہو رہی ہے' وہ خالق ہے' اس کا جو دور ہے وہ لافانی ہے اور اس کے ساتھی بھی لافانی ہیں۔ تو یہ شیطان جو ہے یہ فانی ہے' اس نے سزا لینی ہے اپنی جگہ پر' اس نے جانا ہے' ایک وقت ہو گا کہ شیطان نہیں ہو گا' اس کو مار دیا جائے گا' ایک وقت ہو گا کہ عزرائیل اپنی جان نکال لے گا' پھر کچھ بھی نہیں ہو گا۔

آپ کہتے ہو کہ یہ کیسے ہو گا' بڑا مشکل ہو گا۔ اللہ کہتا ہے کہ میرے لیے پہلے کون سا مشکل تھا جو اَب مشکل ہو گا' میں کر لوں گا۔ اب شیطان جو ہے یہ فنا ہے اور اللہ بقا ہے۔ بقا کا لافانی ہونا اور بات ہے اور فنا کا لافانی ہونا اور بات ہے۔ پہاڑ ہمیشہ رہیں گے تمہارے مقابلے میں' پہاڑ فنا نہیں ہوتے تمہارے خیال کے مطابق' لیکن یہ پہاڑ فانی ہیں' آخر فنا ہو جائیں گے۔ تمہارے مقابلے میں پہاڑ ہمیشہ رہنے والے ہیں' تمہارے مقابلے میں سورج ہمیشہ رہنے والا ہے یعنی انسان کے مقابلے میں۔ کیوں کہ تم نے ساٹھ سال کے اندر مر جانا ہے' چلو جی ستر لگا لو' اسی پر ہی راضی ہو جاؤ۔ پھر تو تمہارے لیے مشکل ہو جاتی ہے' میڈیکل پرابلم۔ بہر حال تم عارضی ہو' پھر تمہارے مقابلے میں سورج ہمیشہ رہے گا' چاند ہمیشہ رہے گا' ستارے ہمیشہ رہیں گے' یہ کبھی نہیں ختم ہوتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں یہ سب فانی ہیں۔ یہ اتنے فانی ہیں جتنے سورج کے مقابلے میں تم فانی ہو۔ سورج کروڑ ہا سال کے بعد بھی زندہ رہے گا اور آپ کیا ہو؟ فانی! آپ معمولی ہو' آئے اور

گئے۔ اور اللہ کے مقابلے میں سورج کیا ہے؟ آیا اور گیا۔ یہ کائنات کیا ہے؟ آئی اور گئی۔ اُس نے توڑ لیا' توڑ دیا اور بنا لیا تو بنا لیا۔ اس لیے اللہ کے مقابلے میں شیطان کی بات سوچنا' یہ بھی ہمارے خیال میں گناہ ہے۔ اس Level کی بات سوچنا کہ اللہ طاقتیں رکھتا ہے' شیطان بھی طاقتیں رکھتا ہے' یہی شیطانی بات ہے۔ ہمارے خیال میں کیا ہے؟ یہی شیطانی بات ہے۔ اللہ کا Level اور ہے' شیطان کی گمراہی اور ہے۔ رستہ دینے والا' رستہ چلانے والا' محبت عطا کرنے والا' نیکیاں پیدا کرنے والے اللہ کی بات ہی اور ہے۔ اور گمراہ شیطان کی بات کدھر سے آ گئی؟ اس بات کی آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ استغفار پڑھ لو اور کہو کہ یا اللہ مجھے معافی دے دے۔ آپ کی غلطی تو میں نے بتائی نہیں۔ مثلاً بات ہو رہی ہے ایک حقیقت کی' شادی کی۔ ''شادی ہو رہی ہے ہمارے بیٹے کی' کیا خیال ہے' کیسی بارات ہونی چاہیے'' ''تم ریوڑیاں بانٹو......'' یعنی اس بے چارے کو ریوڑیاں اچھی لگتی ہیں۔ شادی کی بات کے دوران ایک آدمی کہتا ہے کہ وہ جو پچھلے سال چچا جان کا انتقال ہو گیا تھا اس کے بچوں کے بارے میں بڑی تشویش ہو رہی ہے۔ اُسے کہو کہ توبہ کرو' شادی کے اندر انتقال کا ذکر کدھر سے آ گیا کیونکہ غم کی اور کہانی ہوتی ہے' ہم شگفتگی کی بات کر رہے ہیں' Light کی بات کر رہے ہیں' روشنی کی بات کر رہے ہیں' اللہ کی بات کر رہے ہیں' اس کے

مقابلے میں اندھیرے کی بات کیوں آئی؟ تو وہ ہمارا شرک ہے۔ مثلاً ہم بات کر رہے ہیں کہ ایک بادشاہی مزاج ہوتا ہے۔ دوسرا کہتا ہے بادشاہی مزاج والو مجھے دو ہزار روپیہ چاہیے۔ اُسے کہو معافی مانگ' توبہ کر اور Get out۔ یہ کیا ہے؟ یہ بھکاری مزاج ہے۔ دو ہزار روپے مانگنے والے کا مزاج کیا نکلا؟ بھکاری۔ بادشاہی مزاج والے کا کیا کام دو ہزار مانگنے سے۔

تو جس قسم کی بات ہو رہی ہو تو اس کے علاوہ یا اس کے برعکس بات کرنے سے بات کا Momentum ٹوٹ جاتا ہے' بات کی رفتار ختم ہو جاتی ہے اور بات کا مزاج اگر تم بدلو گے تو جہاں سے باتیں آ رہی ہوتی ہیں وہاں پہ رگڑے جاؤ گے' مارے جاؤ گے' برباد ہو جاؤ گے۔ پھر تو لے گیا وہ' کون لے گیا؟ یا وہ نفرت کے ساتھ کاٹ دے گا یا وہ شدتِ جذبات میں کاٹ دے گا۔ خبردار! جہاں تیز باتیں ہو رہی ہوں' جہاں کوئی صاحبِ خیال خیال پیش کر رہا ہو وہاں متضاد خیال پیش نہ کرنا۔ متضاد یا برعکس خیال' حالانکہ وہ بھی ایک حقیقت ہے' ضرور حقیقت ہے' مگر وہاں حقیقت پیش کرنا جو خیال کی موجود فضا کے علاوہ ہو' خیال کی کیفیات' خیال کے ماحول کے برعکس ماحول پیش کرو گے تو پھر تمہارے لیے مصیبت آ جائے گی۔ ہر چند کہ زندگی زندگی ہے' شادی کی بات کرو تو غم کی بھی ہونی چاہیے' لیکن شادی کی بات کی شدت کے اندر غم کی بات نہیں ہونی چاہیے۔

تو یہ نُور کی بات ہو رہی ہے۔ داتا صاحبؒ کو مارے بیٹھے ہیں لوگ' کہ وہاں جانا گناہ ہے...... لیکن وہاں جانا نور ہے۔ تو وہاں شیطان کی بات ہوگئی۔ بڑی غلط بات ہوگئی۔ بے ماحولی ہوگئی۔ بے ماحولی سمجھتے ہیں؟ یعنی کہ ماحول غلط ہوگیا۔ اس لیے دعا کرو کہ کیفیت کے اندر بات ہونی چاہیے۔ Eternal اللہ ہی ہے۔ شیطان جو ہے وہ Eternal نہیں ہے۔ شیطان کو ہم Eternal مانتے ہی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ Eternal ہیں اور محبوب کے بندوں کی بات ہے۔ ''کُن'' سے پہلے بھی اللہ کے حبیبؐ تھے' محبت والوں کے لیے تھے' جن کو محبت نہیں اُن کے لیے آج بھی نہیں ہیں اور جن کو محبت نہیں ہے اُن کے لیے حضورؐ اپنے زمانے میں بھی نہیں تھے۔ جنگ نہیں لڑتے رہے وہ حضورؐ کے ساتھ؟ اور آپ حضورؐ کے دیدار کے لیے وظیفے پڑھتے ہو' مجھ سے پوچھتے ہو کہ دیدار ہونا چاہیے' چالیس دن کی رفتار کے ساتھ' ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ محبت کی بات ہے۔ محبت کرنے والے جلوے کو ترستے ہیں۔ محبت نہ کرنے والے حقیقت سے الجھ جاتے ہیں۔ آپ سمجھے ہیں بات؟

یہ روزِ کُن سے بھی پہلے زمانے کی کہانی ہے
دو عالم میں محمدؐ کا نہ تھا ثانی نہ ثانی ہے

فنا زیرِ قدم ' ان کی بقا پر حکمرانی ہے

محمدؐ کے غلاموں تک کی ہستی جاودانی ہے

وہ بقا اور ہے' ہمیشہ ہی رہتی ہے' ہمیشہ ہمیشہ رہتی ہے' جب کچھ نہیں تھا' تب بھی تھا' جلوہ یہ پھر بھی تھا۔ یہ جو آپ نے بات کی ہے یہ کل کی بات ہے۔ کل کو بندہ پیدا ہوا' کل کو شیطان آیا' اللہ کی محبت اور محبت کی جلوہ گریاں' اُس سے پہلے کی بات ہے' اپنے محبوبؐ کے ساتھ۔ کس کے ساتھ' بے شمار محبوب اللہ کے' ایک محبوبؐ کے کئی جلوے ہیں۔ وہ اللہ ہے۔

ہاں بولو سوال۔ بولو شاباش۔ بولنا ضرور ہے آپ نے......

سوال :-

عقیدت اندھی کیسے ہوتی ہے' جیسے Blind faith ہوتا ہے۔

جواب :-

عقیدت اندھی نہیں ہوتی' Blind faith نہیں ہوتا بلکہ Faith ہوتا ہی Blind ہے۔ دونوں باتیں صحیح ہیں۔ یہ ایسی بات ہے جو کہ Blind faith والی تم نے کی ہے' کہ اللہ پر ایمان' اللہ کی بادشاہی ہے' اللہ "ڈاڈھا" ہے' اُس نے کہا ایمان دیکھے بغیر لانا پڑے گا۔ اب Blind faith کیا ہوتا ہے؟ ہم سمجھدار بندے تھے' ہم نے کہا اللہ میاں پہلے نظر آ تو پھر ہم بات کریں گے۔ اُس نے کہا تم Get out' جاؤ! اُس نے کہا کہ یہ ماننا پڑے گا کہ میں ہوں۔

اُس نے کہا ہم نے دیکھا نہیں ہے۔ ایک بات اور ہے' ہمارے حضور پاک ﷺ
نے فرمایا کہ میں نے اللہ کو دیکھا ہے' اُنہوں نے کہا کہ "ہے" ہم نے کہا
کہ "ہے"۔ اب اللہ جو ہے تجربہ ہے حضور پاک ﷺ کا' یا مشاہدہ ہے حضور
پاک ﷺ کا۔ ہمیں حضور پاک ﷺ کے الفاظ ہی اللہ ہیں۔ آپؐ نے کہا' ہم
نے مان لیا۔ ہم نے خود اللہ کو دریافت نہیں کیا' لہٰذا "اندھی عقیدت" ہماری
بڑی دیکھی بھالی ہے۔ یہ عقیدت اندھی' ایمان ہمارا اندھا ہے' لیکن دیکھا
بھالا ہے' بندےؐ کو ہم دیکھتے رہے ہیں کہ اس نے ساری عمر سچ ہی بولا ہے'
وہ کہتا ہے اللہ ہے' ہم نے کہا اللہ ہے۔ انہوں نے کہا اللہ نے کہا ہے نمازیں
پڑھو' ہم نے کہا پڑھیں گے...... اللہ جو کہہ رہا ہے آپؐ ہی کہہ رہے ہیں' اب
یہ نہیں پتہ کہ اللہ کیا کہہ رہا ہے اور آپؐ کیا کہہ رہے ہیں' ہمارے لیے ساری
بات ہی اللہ ہے۔ اور پھر اللہ کہتا ہے کہ یہ تو بولتے نہیں جب تک میں وحی نہ
کروں۔ تو سارا ہی اللہ ہے۔ بلکہ حدیث کی بات ہمارے لیے قرآن ہی
ہے۔ یہاں سے ایک بات بنتی ہے کہ جو آپؐ نے فرمایا وہ اللہ نے فرمایا۔
فرق نہیں کر سکتے ہم لوگ۔ تو ممکن ہے کہ ہو اور ممکن ہے کہ نہ ہو۔ اتنی بات
پتہ ہے کہ حضور پاک ﷺ نے کہا کہ میں اللہ نہیں ہوں' اس لیے ہم کہتے ہیں
کہ وہ اللہ نہیں ہیں۔ لیکن یہ کیا ہیں؟ کہو گے تو جھوٹ ہے' مانو گے تو سچ ہے۔
کہنا جھوٹ ہے۔ اس لیے آپ بتاؤ کہ آپ کا کیا سوال تھا ابھی ...... کہ

اندھی عقیدت کیا ہوتی ہے؟ عقیدت ہمیشہ ہوتی ہی اندھی ہے۔ عقیدت جو ہے وہ جذبہ ہے جو مستقبل کے لیے ہے۔ آگے کیا ہونا ہے؟ یہ پتہ نہیں ہے۔ ہمیشہ یہ جو جذبہ ہے وہ آنے والے وقت کے لیے ہے۔ گزرا ہوا وقت تم نے دیکھا نہیں ہے اسلام کا' آنے والے وقت کے لیے تم تیار رہو' تو عقیدت ہے ہی تمہاری اندھی۔ دیکھ کے کیا کرو گے؟...... بڑے لوگوں نے کہانیاں بیان کی ہیں آپ کو سمجھانے کے لیے۔ ایک بزرگ تھا...... بہلول نامی' محل بنا رہا تھا' دریا کے کنارے' مٹی کے' ریت کے۔ وہاں سے خلیفہ کی بیگم گزری۔ ''بابا جی کیا بنا رہے ہو''۔ ''محل بنا رہے ہیں جنت میں''۔ وہ ریت کے گھروندے بنا رہا تھا۔ ''بیچو گے''۔ ''ہاں بیچیں گے''۔ ''کتنے درہم لگیں گے''۔ ''دو درہم لگیں گے''۔ اُنہوں نے کہا دو درہم' یہ لو۔ اُس نے کہا جا محل لکھ دیا جنت میں تیرے نام کا۔ خلیفہ ہارون الرشید گھبرا گیا کہ یہ کیا کر دیا تو نے' پیسے لگا کے آ گئی ہے۔ اُس نے کہا بابا جی نے کہا' میں نے سچ مان لیا۔ رات کو ہارون الرشید کو خواب آیا' دیکھا تو جنت میں سیر کر رہا ہے' محل ہے بیوی کا نام لکھا ہوا ہے' اندر جانے لگا' نہیں جانے دیا گیا' کہتا ہے میری بیوی ہے' کہتا ہے بیوی تو اُدھر ہوتی ہے شہروں میں' یہ تو بازار ہے دوسرا' یہ اور علاقہ آ گیا' اس میں وہ نہیں ہوتی ہیں' اُس نے کہا اندر آنے دو' کہتا ہے اندر آنے کا حکم نہیں ہے' اُس نے کہا یہ کون سا محل ہے اُس کا' اُس نے کہا کل خریدا ہے

اُس نے' باباجی نے بیچا ہے......

خواب ختم ہو گیا۔ سویرے بہلولؒ کے پاس چل پڑا۔ باباجی پھر مکان بنا رہا تھا' وہی درویش۔ خلیفہ نے کہا بیچو گے؟ کہتا ہے ہاں بیچوں گا۔ کہتا ہے کتنے میں؟ کہتا ہے دو لاکھ درہم میں۔ کہتا ہے کل تو دو درہم ریٹ تھا' آج دو لاکھ کیسے ہو گیا...... اس نے کہا زبیدہ نے یہ دیکھے بغیر خریدا تھا تو دو درہم کا تھا' تم نے دیکھ کر خریدنا چاہا ہے تو اب اس کی نئی قیمت ادا کرو......تو ایمان ہوتا ہی وہ ہے جو دیکھے بغیر ہو' عقیدت ہوتی ہی وہ ہے جو اندھی ہو۔

دعا کرو اللہ آپ کو یہ ایمان عطا فرمائے۔ سب کے لیے دعا ہے۔

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را راہنما

صلی اللہ تعالیٰ علٰی خیر خلقہٖ و نورعرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و اٰلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۱ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسولؐ اللہ پہ غور کریں تو یہ لگتا ہے کہ یہ اللہ کا درود ہے' کیا ایسا ہے؟

۲ دوسری قوموں کے ساتھ اللہ کیا کرے گا؟

۳ درود شریف کے آداب کے بارے میں ہمیں بتادیں۔

سوال :-

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسولؐ اللہ پہ غور کریں تو یہ لگتا ہے کہ یہ اللہ کا درود ہے، کیا ایسا ہے؟

جواب :-

یہ ٹھیک ہے، بات یہ ہے کہ جو الفاظ بتاتے ہیں وہ کسی کتاب کی بات ہے کہ اللہ کا درود کیا ہے؟ اور آپ کو اس سے اگلی بات یہ معلوم ہونی چاہیے کہ حضور پاک ﷺ کو بھی حکم ہے درود بھیجنے کا، پھر آپؐ خود کیا درود بھیجتے ہوں گے؟ یہ غور والی بات ہے۔ جس طرح اللہ نے حکم دیا ہے آپ ویسے ہی کریں، باقی سارے نکتے ہیں کہ اللہ درود کیسے بھیجتا ہوگا؟ ہم اللہ کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تُو درود بھیج اور اللہ ہمیں کہتا ہے، وہ ہمیں کہتا ہے کہ درود بھیجو، تو پھر یہ کیا بات ہوئی؟ یہ ساری باتیں نکتے اور بحثوں کی ہیں۔ اصل بات جو ہے وہ یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کے خیال میں بیٹھ جانا درود ہے۔ یہیں سے تو آپ

بس انہوں نے بگاڑ پیدا کیا کہ اللھم صل علی محمد کہ یا اللہ تو درود بھیج، یہ تو تم اللہ کو کہہ رہے ہو اور اللہ تمہیں کہتا ہے کہ یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما اے ایمان والو تم درود بھیجو، اور اللہ کو تم کہتے ہو کہ تم درود بھیجو، تو یہ کیا بات ہوئی؟ یہاں آ کے انہوں نے لوگوں کے ذہنوں میں درود کی بجائے بحث شروع کروادی۔ یہی تو کاریگری کی ہے منافقوں نے۔ پھر انہوں نے کہا کہ یہ درود ندائیہ ہے، یہ دعائیہ ہے، یہ درود پاس ہے اور وہ درود دُور ہے۔ لیکن سب ایک ہی بات ہے اور بس حضور پاک ﷺ کا نام ہی نام ہے۔ اس لیے کبھی بحث میں نہ پڑنا کہ کون سا درود کیا ہے۔ قرآن پاک کی کسی آیت کو کسی اور آیت کے اوپر یا علاوہ نہ سمجھنا۔ قرآن کا ہر حرف قرآن ہے بس۔ بس یہ بات یاد رکھنا کہ قرآن کا ہر پارہ قرآن ہے اور قرآن کی ہر آیت قرآن ہے، سارا بھی قرآن ہے اور ایک آیت بھی قرآن ہے۔ یہی تو کمال کی بات ہے، کہ قرآن کتنا سارا قرآن ہے؟ کوئی ایک آیت جو ہے وہ کیسے قرآن ہے؟ وہ بھی قرآن ہے، سارا ہی قرآن ہے۔ اور قرآن کا معنی؟ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب، نازل فرمائی ہوئی۔ اور پھر لوگ یہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی کائنات جو ہے وہ بھی قرآن ہے۔ اللہ نے مصنف ہو کر کبھی یہ کتاب بھیجی ہے اور کبھی بطور بنانے والا، صناّع کے طور پر یہ کائنات بنائی ہے، تو یہ بھی مقدس ہے۔ آپ بس رجوع رکھیں حضور پاک ﷺ سے۔

بحث کی بات نہیں ہے۔ ایسے بے شمار لوگ ہیں جنہوں نے قرآن شریف نہیں پڑھا ہوا اور درود پڑھتے ہیں' اور ایسے بے شمار ہیں جو درود کے الفاظ نہیں جانتے اور درود پڑھتے ہیں' درود بھیجتے ہیں حالانکہ درود کے الفاظ نہیں جانتے۔ تو رجوع ہونا مقصد ہے۔ رجوع جو ہے یہ ان کی اپنی عطا ہے' پہلے رجوع آپؐ خود ہی فرماتے ہیں۔ تو تم لوگ رجوع رکھو' ادھر خیال رکھو۔ تو خیال کا رکھنا سارا درود ہے' الفاظ نہ بھی ہوں تب بھی یہ درود شریف ہے' یہاں الفاظ کی بات ہی نہیں ہے کیونکہ اگر وہاں لفظ خاموش ہو جائیں، تب بھی درود چلتا ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ آنسوؤں کا نام بھی درود ہے' خاموشی کا نام درود ہے' اُس خیال کا نام درود ہے اور آپؐ کے کسی پسندیدہ آدمی کے قریب ہونے کا نام درود ہے' جب کہ یہ محسوس ہو کہ یہ حضور پاک ﷺ کے قریب ہے۔ اللہ کے نام پر مرنے والے کو کہتے ہیں کہ وہ شہید ہوتا ہے اور حضور پاک ﷺ کے نام پر مرنے والا بھی شہید ہوتا ہے' حضور پاک ﷺ کے عشق میں رہنے والا بھی شہید ہی ہے یعنی جو آپؐ کے عشق میں مرے۔ یہ پورا نکتہ بزرگوں نے واضح کیا ہے کہ جو اللہ کی محبت ہو گی وہ حضور پاک ﷺ کی محبت ہو گی اور وہ حضور پاک ﷺ کے قریب رہے گا اور حضور پاک ﷺ کی محبت میں جو چلنے والے لوگ ہیں وہ آپؐ کے قریب رہنے والے ہیں' تم بھی ان کے قریب رہا کرو۔ اس میں نکتہ کوئی اور نہیں ہے بلکہ صرف یہی نکتہ

ہے کہ یا تو انسان میں Sincerity ہے' خلوص ہے یا پھر بحث ہے۔ اگر بحث نکل جائے تو Sincerity بدل جاتی ہے۔ پھر بحث کس بات کی؟ ہاں جی بولو...... کوئی اور سوال...... اپنے آپ کو کتابوں سے علیحدہ کرو اور اپنی زندگی کے اندر سوال دیکھو' آپ کے خیال میں کوئی سوال ہوگا' زندگی میں ہوگا' آپ کی کیفیات میں ہوگا۔ تو وہ سوال بولو...... جو آپ کے اپنے خیال میں کوئی سوال ہو۔ کتاب سے باہر آجاؤ۔ کتاب کو رہنے دو۔

سوال:-

دوسری قوموں کے ساتھ اللہ کیا کرے گا؟

جواب:-

واقعے کی جو بات ہے وہ نہ پوچھو۔ آپ جا رہے ہیں اللہ کے پاس تو جانے سے پہلے کچھ سامان کی تیاری کرلو۔ اس سے یہ نہ پوچھو کہ دوسری قوموں کے ساتھ اُس نے کیا کیا اور کیا نہیں کیا' وہ پتہ چل جائے گا سب قوموں کو کہ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ غفور' رحیم ہے' تو کیا وہ سب کائنات کو معاف نہیں کرسکتا؟ کردے گا یا نہیں کرے گا' وہ تو ان کے ساتھ Dealing ہے' آپ کیا تیاری کر رہے ہیں؟ آپ اپنے عقیدے کی اصلاح رکھیں' اپنے حال کی اصلاح رکھیں اور اپنی روح کی جِلا کو دیکھیں۔ کتاب تو ساری یاد نہیں رہ سکتی۔ کتاب پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کچھ بن جائے۔ اب آپ بن گئے ہیں جو بننا تھا' اب اور زیادہ علم آپ کو کیا ملے گا' اب اسی علم کو آپ

نے Adjust کرنا ہے‘ آپ نے کچھ سامان چھوڑنا ہے اپنے ہاتھ سے اور کچھ نئی چیز اپنے ذہن میں ڈالنی ہے تاکہ آدمی یہاں Adjust ہو کے‘ کلمہ پڑھتا ہوا نکل جائے۔ یہ نہ ہو کہ کلمے کی بجائے واقعات پر ہی رہے‘ واقعہ تو نامکمل رہتا ہے‘ صرف واقعات تو آگے نہیں چلتے۔ دوسری قوموں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جو Dealing ہے‘ تو اللہ تعالیٰ کی Dealing تو بے شمار مخلوقات کے ساتھ ہے‘ کروڑہا زمانوں کے ساتھ ہے‘ بے شمار واقعات کے ساتھ ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے ساتھ ذاتی طور پر کیا ہے؟ یعنی اتنا بڑا خدا‘ اتنی بڑی کائنات‘ اتنے بڑے زمانے‘ اور آپ کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے؟ آپ غور یہ کریں کہ ذاتی طور پر آپ کو کوئی بات ایسی تو نہیں جو سمجھ نہ آئی ہو۔ آپ اپنے بارے میں سوچیں کہ آپ کو کیا سمجھ آ رہی ہے۔ آپ جب قرآن پاک پڑھتے ہیں ان ربی لغفور رحیم تو وہ آپ کے لیے ہے اور وہ دوسری قوموں کے لیے نہیں ہے۔ تو قرآن کا اعجاز یہی ہے کہ واقعہ پرانی قوم کا ہے اور اطلاق موجودہ قوم پر ہے۔ تو فرعون جو ہے یہ آپ ہی کے زمانے کا فرعون ہے بلکہ آپ کے اندر آپ کا اپنا فرعون ہے اور اُس کو آپ کا اپنا موسیٰ Deal کرے گا۔ آپ کے اندر یہ واقعہ ہو رہا ہے‘ روز ہی ہو رہا ہے کہ جب کبھی آپ طاقت میں آ جاتے ہیں‘ انا میں آ جاتے ہیں تو فرعون کی طرح ہو جاتے ہیں۔ اور اندر سے جب کبھی ایمان میں آتے ہیں تو سمجھو موسیٰ علیہ السلام آ گئے۔ یہ آپ کے اندر ہی واقعہ ہے۔ اور پھر آپ جب دنیا کی خواہشات

میں غرق ہوتے ہیں تو سمجھو دریائے نیل میں غرق ہو گئے' کیونکہ یہ خواہشات کا نیل ہے جو بہہ رہا ہے اور اس کے اندر انسان چلتے چلتے غرق ہو جاتا ہے۔ غرق ہوتے ہوئے توبہ کرنے کا فائدہ نہیں کیونکہ دروازہ اس وقت بند ہو چکا ہوتا ہے' تو جب آپ نیل میں اُتر چکے تو پھر کیا توبہ کرنی ہے۔ اگر تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں لوگوں کی تاریخ سنانی ہوتی تو وہ اور بات تھی مگر یہ واقعہ نہیں ہے۔ یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ تفسیر والوں نے کچھ اور ہی واقعہ بنا دیا۔ پچھلی قوموں کے واقعات سنانے سے اللہ تعالیٰ کی کیا مراد ہے؟ ایک قوم نے یا دوسری قوم نے اللہ تعالیٰ سے یہ جو بات کی تھی' اس کا آج کا انسان کیا کرے؟ قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے کہ روحوں سے میں نے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ انہوں نے کہا تو ہی ہمارا رب ہے۔ تو وہ واقعہ اب کیوں بتا رہے ہو۔ آپ کیوں مجھے بتا رہے ہیں؟ یہ سب اس لیے ہے کہ یہ واقعہ ماضی کا نہیں ہو سکتا' اگر ماضی کا ہوتا تو پھر مجھے کیوں بتایا جاتا۔ اگر یہ ماضی کا واقعہ ہے تو پھر تو سارا قرآن ہی ماضی ہے مگر قرآن تو حال ہے' جب یہ حال ہے تو پھر تمہارے ساتھ ہی یہ سب ہو رہا ہے ثم قست قلوبکم من بعد ذلک وھی کالحجارہ ۔ پھر تمہارے دل سخت ہو گئے جیسے کہ یہ پتھر ہوں۔ یہ بنی اسرائیل سے اللہ نے کہا تھا۔ بنی اسرائیل کا تو واقعہ بیان ہو رہا ہے مگر بات تو تمہارے ساتھ ہو رہی ہے اور اللہ تمہیں کہہ رہا ہے کہ پھر تمہارے دل پتھر ہو گئے ہیں' تمہیں کیا ہو گیا ہے' کیا مر گئے ہو؟ اس لیے

واقعہ کو دھیان سے پڑھو' قرآن کی تاریخ اور شانِ نزول نہ پڑھنا' یہ نہ کہنا کہ یہ مکی زندگی ہے' یہ مدنی زندگی ہے اور یہ قرآن ہے...... قرآن ایک جامع کتاب ہے اور آپ اسے As a book پڑھو۔ اس کی وجہ' سیاق و سباق کیا ہے؟ یہ کیوں آئی ہے؟ یہ کن لوگوں کا ذکر ہے؟ یہ آپ ہی کا ذکر ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی ہے؟ اگر یہ صرف ان لوگوں کا ذکر ہے تو آپ ایسے ہی حافظ بنتے جا رہے ہیں۔ اگر یہ اُن لوگوں کا ذکر ہے تو پھر آپ نے قرآن سے کیا حاصل کرنا ہے؟ یہ تو تمہارا ہی ذکر ہے' یہ تمہیں لوگ ہو۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ حال کے اندر سارا ماضی موجود ہے۔ شاید کوئی ایسا واقعہ ہونے والا ہے کہ کل فرعون کے ساتھ ہوا تو نہیں سمجھا' آج ہوا نہیں سمجھا' پھر ہوا نہیں سمجھا' اور اب کوئی یہ واقعہ سمجھا دے گا کہ اللہ تعالیٰ کا کیا منشاء ہے۔ تو یہ چلتا آ رہا ہے سمجھانے کے لیے۔ تو آج سمجھ لو۔ جس دن زمانہ قرآن پاک کو سمجھ گیا تو اُس دن کائنات کا End ہو جائے گا۔ جب تک Desired بات پوری ہو گی تب تک یہ واقعہ چلتا جائے گا۔ اب جس دن ساری کائنات کلمہ پڑھ لے گی' سارے مسلمان ہو جائیں گے تو یہ کائنات کا Drop scene ہوگا۔ پھر پوچھا جائے گا کہ کوئی رہ تو نہیں گیا غیر مسلم' تو وہ کہے گا کوئی نہیں رہ گیا۔ پھر حکم ہوگا کہ کائنات کو ختم کر دو۔ اگلا Chapter پھر کریں گے۔ تو قرآن کو اس انداز سے پڑھا جائے کہ یہ آپ کے لیے ہے ذلک الکتاب لاریب فیہ یہ ہر زمانے میں ہے' یہ نہیں ہے کہ یہ پرانے واقعات ہیں۔ اس کے اندر

ایک اور احتیاط ہے کہ جب اللہ کریم فرماتے ہیں حضور پاک ﷺ کو کہ آپ اور قریب آ جائیں کیونکہ یہ آپ کے لیے واقعہ ہے' جہاں آپ ؐ سے کوئی Address کیا جائے گا تو وہ Address حضور پاک ﷺ کے لیے ہے۔ ''اور پھر آپ ؐ کے لیے مقامِ محمود ہے'' تو وہ مقامِ محمود آپ ؐ ہی کے لیے ہے۔ تو وہاں احتیاط کرنا کہ وہاں شامل نہ ہو جانا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تم وہاں شامل ہو جاتے ہو کہ یہ تو سب کے لیے مقام محمود ہے کیونکہ اللہ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ تو حضور پاک ﷺ سے اللہ نے جو بات کہی ہے وہ حضور پاک ﷺ کے لیے رہنے دو۔ باقی جتنا جمیع ذکر ہے' جمعیت کا جو بھی ذکر ہے وہ تمہارے لیے ہے۔ بس یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ قرآن پاک کو آپ آہستہ آہستہ پڑھو' اُسی میں سے کوئی آیت جو ہے وہ آپ کی اصلاح کر دے گی ورنہ تو پڑھتے پڑھتے تھک جاؤ گے۔ مثلاً یہ لکھا ہو گا کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ نقشہ بنواؤ' تفسیر میں نقشہ لگا پڑا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کا نقشہ ہے ۲۵ طول بلد اور ۲۸ عرض بلد وغیرہ...... پھر لکھا ہے کہ واقعہ یہاں پر ہے ادھر ایک نقشہ تھا' یہاں ایک بستی تھی۔ اور بستی ختم ہو گئی ہے' اس بستی کے پار جانا ہے' یہاں سے موسیٰ علیہ السلام چلے تھے۔ یہاں نقشہ جو ہے یہ ایسے نہیں ہے بلکہ پرانی انجیل سے لیا ہے اور یہ زبور سے لیا' یہ نقشہ ہم نے برطانیہ کے عجائب گھر سے منگوایا ہے' وہ پرانا نقشہ تھا' یہ صحیح نقشہ ہے' یہاں سے یہ رُوٹ گیا بنی اسرائیل کا اور یہ موسیٰ علیہ السلام کا روٹ ہے' یہاں سے چل کے دریائے

نیل کی اس جگہ پر یہ واقعہ ہوا تھا...... تو یہ قرآن کی تفسیر ہو رہی ہے' مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو قرآن سے باہر نکال لو۔ اب مسلمان جو ہیں وہ تاریخ پڑھ رہے ہیں اور قرآن نہیں پڑھ رہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ بنی اسرائیل کے ساتھ سبحان اللہ میرا رب یہ واقعہ کر رہا ہے کہ ''ہم نے یہ کیا''۔ تو مسلمان کہتا ہے اب فرمائیں ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ پھر عمل کی بات آ جائے گی۔ یہ آپ کون سے چکر میں پڑ گئے کہ یہ یہاں پر واقعہ تھا اور وہ وہاں پر واقعہ تھا۔ یہ واقعہ کہیں نہیں تھا بلکہ یہ واقعہ اب ہو رہا ہے۔ اس لیے قرآن پاک کو بالکل حال کے ساتھ پڑھا کرو اور تفسیر پڑھنی بند کر دو' مبارک ہو آپ کو' تفسیر چھوڑ دو' تفسیر نہ پڑھا کرو۔ قرآن کے صرف معنی پڑھیں اور حال میں پڑھیں' اللہ حال ہے' قرآن حال ہے' اللہ کے حبیبؐ حال ہیں اور تم حال میں موجود ہو' اب کیا ہوا ہے' آپ تاریخ کس بات کی پڑھ رہے ہیں...... یہ نہ کرنا کہ بنی اسرائیل کی تاریخ نکالو' حضرت ابراہیمؑ کے والد کا کیا نام تھا' ان کے کتنے بیٹے تھے' یہ جو طبقہ ہے اسمٰعیل علیہ السلام کا ہے اور ہم ادھر کے رہنے والے ہیں۔ تو یہ بحث ہے' جھگڑا ہے' مسجد میں جا کے پھر جھگڑا ہو گا' وہ کہے گا یہ بتاؤ کہ امام کہاں سے آنا ہے؟ دوسرا کہے گا کہ ہمارے علاقے سے آنا ہے۔ تو اس طرح جھگڑا ہو گیا۔ آپ یہ نہ کرو۔ اس لیے بڑے آرام سے قرآن شریف پڑھو' قرآن شریف آپ کے دل کو موم کرتا ہے' تو ساتھ والے سے محبت کرو' اس کا حق ادا کر دو' یہ قرآن ہے یہ نہ ہو کہ قرآن کا علم لے کے دوسرے کے

سر میں دے مارو۔

سوال:۔

درود شریف کے آداب کے بارے میں ہمیں بتادیں۔

جواب:۔

یہ اچھا سوال کیا ہے آپ نے درود شریف کے آداب کے متعلق۔ سوال تو بہت مبارک ہے۔ عام حالات میں جب یہ سوال کرتے ہیں کہ آداب کے لحاظ سے مجھے درود شریف کیسے پڑھنا چاہیے تو جواب بیان کرنے میں وہ Academic ہو جاتا ہے اور ادب کرنے میں ہی اصل آداب ہیں۔ آپ بات سمجھے ہیں کہ میں نے کیا کہا؟ یہ سوال باقی سوالوں سے مختلف ہے۔ اس لیے عام طور پر جس چیز کے بارے میں کتابوں میں جواب لکھا ہوا ہوتا ہے وہ سوال Discuss نہیں کیا کرتے۔ فضائلِ درود شریف اور آدابِ درود شریف پر بڑی بڑی کتابیں لکھی ہوتی ہیں۔ تو لازمی بات ہے کہ جو چیز پڑھنے سے مل جائے اس کا سوال جو ہے عام طور پر اس قسم کی محفلوں میں نہیں ہوتا۔ آپ کو میری بات سمجھ آرہی ہے؟ یعنی کہ کتاب سے جو علم مل جائے اس کا سوال یہاں نہیں ہوگا مثلاً اس سورت کا شانِ نزول کیا ہے؟ یہ کتابوں میں مل جائے گا، تفسیر میں مل جائے گا تو اس کے لیے اس قسم کی محفل میں سوال نہیں ہوتا حالانکہ یہ بہت ضروری سوال ہے۔ میں اب بتادوں کہ کون سے سوال ہیں جو ایسی محفل میں ہونے چاہییں۔ مثلاً

History ہے' ایک واقعہ ہے تاریخ کا' کوئی سا واقعہ لے لو' مثلاً ایک جنگ ہے جنگِ جمل۔ یہ تاریخوں میں لکھا ہوا ہے' آپ نے تاریخیں پڑھی ہیں' لکھے ہوئے باب سے واقعہ نظر آیا آپ کو' واقعہ کے بعد آپ پھر لکھے ہوئے باب کی طرف جا رہے ہو' مقصد یہ ہے کہ یا تو واقعہ نہ پتہ ہو آپ کو۔ کیونکہ جو یہ سوال آپ کو ملا ہے یہ آپ کو کتاب سے ملا ہے۔ جو واقعہ آپ کو کتاب سے ملے' کسی بھی کتاب سے تو پھر اس واقعہ کی تحقیق کتاب سے ہی ہوتی ہے آپ کو۔ مثلاً لفظ ہے ''کربلا'' Event کی شکل میں' ویسے تو یہ مقام ہے' Place ہے' تو کربلا ایک Event ہے مگر قرآن میں کربلا کا ذکر نہیں' احادیث شریف میں بھی نہیں ہے' آپ کہیں گے کہ یہ بعد کا واقعہ ہے۔ اب یہ بات آپ کو کیسے پتہ چلی کہ کربلا کوئی Event ہے؟ آپ نے کہیں سے پڑھا ہوگا۔ اگر تاریخ میں ایک ہی چیز لکھی ہوتی یا ایک ہی دفعہ ایک ہی بیان ہوتا تو ایک ہی جیسا Reaction ہوتا یا ایک جیسا Action ہوتا۔ ہوا یہ کہ تاریخ لکھتے لکھتے دو تاریخیں لکھی گئیں' اور اُن دو تاریخوں کے لکھنے سے یا دو انداز کے بیان کرنے سے آگے جا کے Nation اور Group اور ملت بٹ گئے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ فقہ کے آئمہ کرام کتنے ہیں؟ تو آپ انہیں چار کہتے ہیں۔ چاروں اپنی جگہ پر صحیح' مستند' چاروں ستون ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ جو اسلام ہے یہ تو ایک Pillar ہے' ایک ستون ہے' ایک ہی عمارت ہے' ایک ہی واقعہ ہے' اسلام کا تعلق حضور پاک ﷺ کے ساتھ ہے۔ اور ہمارے پاس

عقیدت کے لیے اتنا ٹائم نہیں ہے کہ ہم دو دو، تین تین، چار چار عقیدتیں نبھاتے جائیں، ہمیں سیدھا سیدھا راستہ بتاؤ کہ اصل بات کیا ہے۔ اگر فقہی مسائل ہیں اور فقہی مسائل کے اندر یہ بات ہو، وہ بات ہو تو اس طرح کام کیسے بنے گا...... ملت کی ضرورت کے لیے ایک ہی فقہ ہونی چاہیے تھی، ملت کو اس کی ضرورت تھی مگر یہ نہ ہوا۔ اگرچہ سارے صحیح ہیں، میں کہتا ہوں کہ روحانی ابواب کے اندر مسلک اور مسالک الگ الگ ہیں، چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی اِدھر بھی بڑے ہیں اُدھر بھی بڑے ہیں، اور دیوبندی اور بریلوی وغیرہ، سارے صحیح ہیں لیکن ملت اس طرح صحیح نہیں رہے گی۔ مثلاً کوئی کہتا ہے آج ہمارے ہاں محفل ہے، قوالی ہوگی شام کو۔ دوسرا کہتا ہے میرے ہاں مجلس ہونی ہے، آج تو چہلم شریف ہے۔ تو وہ صحیح جا رہا ہے مجلس میں اور تم صحیح جا رہے ہو قوالی میں۔ صحیح تو دونوں جا رہے ہو لیکن ملت صحیح نہیں جا رہی۔ اب ملت تقسیم ہوگئی یعنی کہ اگر ملت ہمارا نام ہے تو پھر آدھا میں ادھر جا رہا ہوں، آدھا میں اُدھر جا رہا ہوں۔ مثلاً آج رات کو شاہی مسجد میں خطاب ہوگا، بڑی محفل ہونی ہے۔ اب دوسرا کہے گا کہ وہ محفل اور طرح سے ہونی ہے، اونچی آمین پڑھنے والے یہ اور لوگ ہیں۔ وہ ''اور لوگ'' ہوگئے حالانکہ اسلام میں ایک لفظ ہے یعنی ''ملت''۔ اسی میں جہاد کا لفظ آیا، میں بتاتا ہوں کہ کیسے یہ جہاد کا لفظ آیا، کہ جب اسلام کی راہ میں کوئی کافر آجائے اور اسلام کے فروغ کو روکے تو وہ تبلیغ سے اگر نہیں ہٹتا تو پھر قوت

سے ہٹایا جاتا ہے' اس کا نام جہاد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کے سفر میں' اسلام کی راہ میں' اگر کوئی Human effort مخالفت کی شکل میں آتی ہے تو اس کو پہلے محبت سے ہٹایا جائے' سمجھایا جائے کہ بھائی ہٹ جا' اسلام تو اچھی بات ہے' کھانا کھا ہمارے ساتھ' عاقبت کا سفر ہمارے ساتھ کرو' تم تو ہمارے بھائی بن جاؤ' ہم دین اور دنیا دونوں میں آپ کے لیے فروغ چاہتے ہیں' اگر وہ مان جائے تو تبلیغ کارگر ہوگی اور اگر نہ مانے تو طاقت کے ذریعے راستے سے ہٹا دیا جائے۔ اس طاقت کی Application کا نام کیا ہے؟ جہاد! کیونکہ وہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ تھا اور ہم نے ہٹا دیا۔ اب جہاد اس لیے نہیں ہو رہا کہ اسلام کی راہ میں کافر رکاوٹ نہیں ہے بلکہ مسلمان ہی رکاوٹ ہے۔ اب یہ ہو گیا ہے کہ اسلام کے سفر میں مسلمان ہی اس کو روک رہا ہے۔ اگر تو کوئی ہندو ہوتا تو پھر تو ہم جہاد کر ہی لیتے۔ لیکن دِقت کیا ہو رہی ہے؟ کہ اب کون روک رہا ہے۔ مسلمان آپس میں ہی رو کے کھڑے ہیں' اور وہ کیسے؟ کہ یہ اسلام ہے اور وہ اسلام ہے' مسلمان مسلمان کے خلاف ہے' مسلمان V/s مسلمان ہے۔ تو مذاکرہ کرتے ہیں اسلام پر۔ تو اب دیکھو کہ یہ کچھ ہو رہا ہے کہ مسلمان V/s مسلمان' ایک طبقہ V/s دوسرا طبقہ' ایک سلسلہ V/s دوسرا سلسلہ۔ مثلاً ایک جماعت ہے' رائے ونڈ میں ایک تقریر ہوتی ہے کہ یہ سارے کا سارا ڈھکوسلہ ہے جو یہ روحانی لوگ ہیں' یہ لوگ ایسے ہی یہ کہتے جا رہے ہیں' بات اصل میں یہ ہے کہ تبلیغ کرو' اپنا اپنا

کاروبار کرو جیسے کہا گیا ہے کہ تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے جو تبلیغ کرے اور اُس کے لیے کتنے لوگ ہیں جو ایک مہینے کے لیے گھر سے فی سبیل اللہ دین کی خاطر نکلنے کے لیے تیار ہو جائیں گے، ہاتھ کھڑا کریں اور نام لکھوائیں...... چلو پھر جاؤ، روانہ ہو جاؤ انڈونیشیا۔ تو ایک طبقہ تو یہ ہے۔ دوسرا طبقہ جو ہے وہ کہتا ہے یہ بستر بند جماعت سب فراڈ ہے، ہم لوگ جہاں بھی جاتے ہیں بستر کے بغیر جاتے ہیں، جہاں جاتے ہیں ہمارا استقبال ہوتا ہے اور اپنا بستر لے کے جانا ویسے ہی ناکامی کی دلیل ہے۔ اُس ساتھ والے طبقے کا نام کیا ہے؟ میلادِ مصطفیؐ کانفرنس...... نام کیا رکھا جائے گا؟ میلادِ مصطفیؐ کانفرنس، اور دوسروں کو کیا کہا جائے گا، میلادِ مصطفیؐ کے باغی لوگ۔ مقصد یہ ہے کہ کیا یہ واقعہ یہاں پیدا ہوا ہے؟ نہیں، یہ کسی Mechanical mind نے اور کسی Contrivance نے اسلام دشمن طاقتوں نے یہ ایسا سلسلہ بنایا کہ مسلمانوں کی قوت کو توڑا جائے...... پھر کیا کیا جائے؟ پھر اس میں ایک شوشہ چھوڑا جائے، مثلاً ایک چھوٹی سی بات کر دی اور پھر حضورؐ کے وصال پر جھگڑا ہو گیا...... پھر اس پر ایک کتاب لکھ دی جائے گی۔ بعد میں جو ریڈر آئے گا وہ سوچے گا کہ آخر قصہ کیا ہے؟ پھر دوسری طرف سے وضاحت ہو گی کسی اور کتاب میں۔ پھر کوئی اور چھوٹی سی کتاب نکل آئے گی، پھر ایک اور قصہ نکل آئے گا۔ مقصد یہ ہے کہ اسلام کو حضور پاک ﷺ کے زمانے کے بعد جن مسلمانوں نے قبول کیا انہوں نے کسی

مسلک کے تابع اُسے قبول کیا اور اسلام کے تابع نہیں کیا' مسلک کی متابعت سے یہ ہوا کہ درمیان میں جو واقعہ ہو گیا وہ بڑا Event ہو گیا۔ انڈیا میں جو لوگ آئے' تبلیغِ دین کے حوالے والے آئے' وہ آج تک ویسے ہی ہیں' اور جو روحانی حوالے سے آئے وہ آج تک ویسے ہی ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں ٹھیک ہے' قوالی سنتے جاؤ' دین بھی چلتا جائے گا اور وہ قوالی بھی سنتا جائے گا۔ یعنی کہ اللہ کے کلام' اللہ کی محبت اور اللہ کے حبیبؐ کی محبت کے الفاظ کی زیر و بَست کو قوالی میں سمویا جا رہا ہے۔ تو اس میں دِقّت کی کیا بات ہے' اگر نعت کی محفل ہے تو وہ بھی اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے' دوسرے نے کہا نہیں Pure اور Strict دینی ماحول ہونا چاہیے۔ تو وہ Strict دینی ماحول ہو گیا یا وہ دوسرا ہو گیا مگر ملت کا نتیجہ یہ ہے کہ کمزور ترین ہوتی گئی۔ اگر آپ ملت ہیں اور اپنی جان بچانا چاہتے ہیں' تو فرقے چاہے صحیح ہوں' تب بھی غلط ہیں۔ لہٰذا فرقے کا ہونا جو ہے یہی اسلام کی کمزوری ہے۔ اصل میں تو اسلام ایک فرقہ ہے۔ اس میں دو گروپ ہونا کیسے صحیح ہو سکتا ہے' دو ''صادق اسلام'' میں دو صادق لوگ جو آپس میں لڑنے والے ہوں وہ دونوں صادق کیسے ہو سکتے ہیں؟ تو یہ ایک واقعہ ہے۔ مطلب ہے کہ اسلام کی تاریخ کو ہماری گواہی کے بغیر لکھا گیا ہے۔ نہیں بات سمجھ آئی؟ جب آپ کی گواہی کے بغیر وہ سب لکھا گیا تو پھر آپ کا Vision جو ہے وہ Distort ہو گیا' آپ کا خیال ٹوٹ گیا۔ تو آپ موجود نہیں تھے اور جو شخص تاریخ لکھ رہا تھا وہ Event اپنے طور پر لکھ

رہا تھا۔ آپ کو پتہ ہے کہ عیسائیوں میں کیا واقعہ ہوا تھا؟ مولانا رومؒ نے لکھا تھا یہ واقعہ۔ ایک پادری' پوپ' کوئی ان کا Saint تھا اور وہ مرتے وقت ہر ایک کے کان میں کہہ گیا کہ تم ہمارے جانشین ہو اور تم ہی اس قافلے کے امیرِ اعظم ہو۔ وہ تم ہی ہو' وہ تم ہی ہو' یہ ہر ایک کو الگ الگ کہہ گیا اور خود مر گیا۔ اس کو یہ کام دیا گیا تھا کہ عیسائیت کو کمزور کرو اور وہ ان میں Actual saint' اصل پادری بن کے رہا' اسی عبادت کے ساتھ Saint بنا اور پھر Saint کے طور پر Acknowledge ہو گیا۔ جاتے ہوئے اپنا کام کر گیا کہ بارہ بندوں کو الگ الگ بلا کے کہا تم ہمارے جانشین ہو' بتانا کسی کو نہ' میں تجھے نامزد کر رہا ہوں بتانا کسی کو نہ' تجھے میں خلیفہ بنا رہا ہوں' بتانا کسی کو نہ...... پھر خود وہ اللہ کو پیارا ہو گیا۔ بعد میں سارے کے سارے بارہ جانشینانِ خلافت جو تھے وہ سارے آپس میں لڑتے رہے اور ادارہ کمزور ہو گیا...... تو عیسائیت ایک تو اس وجہ سے کمزور ہوئی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کمزور نہیں ہوئی ہے' تو وہ الگ بات ہے۔ اور اگر کمزور ہوئی ہے تو دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ تاریخی واقعہ جو وہ مارٹن لوتھر کا ہوا تھا۔ ہنری ہشتم کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ وہ شادی کرنا چاہتا تھا اپنے بھائی کی بیوی سے۔ کورٹ کے قانون میں یا مذہب میں اجازت نہیں ہو گی۔ تو چرچ کو اُس نے سٹیٹ سے الگ کر دیا۔ بس یہ چھوٹی سی بات اس نے کر دی۔ یعنی کہ زندگی اور شے ہے' اور دین اور شے ہے' حکومت اور چیز ہے اور دین اور چیز ہے' تو بادشاہت کو امامت سے الگ

کر دیا' ملوکیت اور امامت علیحدہ ہو گئے۔ اور پھر وہ واقعہ ہو گیا' دوسرے واقعات جیسے بھی ہوئے تو عیسائیت کمزور ہو گئی۔ آپ کے ہاں بھی یہی واقعہ ہو گیا کہ بادشاہت جو ہے یہ اور ہے' امامت اور ہے۔ اب لوگ جو ہیں اپنے ملک کے اندر دیکھیں کہ جو آپ کا دینی سربراہ ہو گا وہ اور ہو گا اور دنیاوی سربراہ اور ہو گا۔ تو بڑا فرق پڑ گیا۔ اس لیے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ جو علم کتاب کے ذریعے آئے اس کی وضاحت کرنا ممکن نہیں ہوتا جب تک آپ کا مشاہدہ نہ کھلے کہ Real اصل واقعہ کیا تھا۔ کسی بھی واقعہ کو سمجھنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ آپ اس واقعہ کو تسلیم نہ کریں کیونکہ اس طرح آپ وہ واقعہ تسلیم کر جاتے ہیں جو کہ ابھی تصدیق طلب ہے' اگر تصدیق سے پہلے آپ نے مان لیا ہے تو اب ماننے کے بعد تصدیق کی کوشش نہ کرنا ورنہ گمراہ ہو جائیں گے' کافر ہو جائیں گے۔ اگر مان لیا ہے تو اب چلتے جاؤ۔ مگر یہ بات ملت کے حساب سے کمزور ہو جائے گی۔ انفرادی طور پر تو یہ یقین ہوتا ہے کہ چلو میرا کام تو ہو گیا۔ جس طرح مانا سو مانا' آپ چشتی ہیں تب بھی مبارک' آپ قادری ہیں تب بھی مبارک ہے۔ نقشبندی ہیں تو بھی مبارک ہے' لیکن ملت کے طور پر یہ نقصان ہے۔ صرف آپ کا انفرادی سفر ٹھیک ہوتا جائے گا' اللہ مہربانی کرے گا' ملت کمزور ہوتی ہے تو کمزور ہی سہی۔ اور اگر آپ ملت کے سفر پر ہیں تو پھر کوئی قادری' کوئی نقشبندی' کوئی سہروردی نہیں ہے' کوئی یہ نہیں ہے' کوئی وہ نہیں ہے' بس پھر سب مسلمان ہیں۔ کیا آپ سب مسلمان

ہیں؟ پھر قادری کیا ہوتا ہے۔ مسلمان ہونا؟ نہیں ہم تو چشتی ہیں، ہم شمسی ہیں۔ تو آپ سارے کے سارے رہنے دیں۔ پھر کیا رہ گیا؟ بات ختم ہو گئی اور اب آپ اپنے مسلمانوں والے کام شروع کر دیں کیونکہ طبقے والے کام تو ختم ہو گئے یہ نہ کہنا کہ ہم ان کو اڑا دیں گے۔ وہ کہیں گے کہ ہم اُن کو اڑا دیں گے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ بچے کالجوں کے اندر دو گروہوں میں بٹ کے ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں۔ ایک تو فیل ہوتے ہیں، وقت ضائع کرتے ہیں، ماں باپ کو نا کام بناتے ہیں اور نتیجہ یہ ہو جاتا ہے کہ کوئی آگے نہیں نکلتا۔ سالہا سال ان کا حرج ہوتا ہے۔ آج سے تین سال پہلے اُس زمانے کے کچھ لڑکوں نے ایک بچے کو قتل کر دیا، تین سال بعد کالج کے اندر داخل ہونے والے لڑکوں نے کہا کہ اُس کے قتل کا بدلہ لینا ہے۔ اب انہیں پتہ بھی نہیں ہو گا کہ کیا واقعہ ہوا تھا اور کیا نہیں ہوا تھا، بس یہ کہتے تھے کہ ہم اُس کے قاتلوں کو پکڑ لیں گے، اُس کے قاتلوں سے بدلہ لیں گے۔ تو یہ جو ہے آپ کی یونیورسٹیوں کے اندر کا ماحول خراب کرنے کا ایک طریقہ اپنایا گیا ہے۔ تو جس واقعہ کے سوال کا کتاب سے ابلاغ ہو اس کا جواب کتاب سے ہی رجوع ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ شانِ نزول یہ ہے قرآن پاک کی اس آیت کا۔ تو شانِ نزول کا لفظ کہیں نہ کہیں ضرور ہے۔ اگر مقطعات کی بات ہے تو مقطعات کا سوال مقطعات کے لفظ کے بعد آئے گا۔ ورنہ تو سوال نہیں بنتا ...... بہرحال یہ درود شریف کے آداب کی بات تھی تو سب سے پہلا اور

آخری ادب یہ ہے کہ جب تک آپ کو محبت نصیب نہ ہو آپ درود شریف نہیں پڑھ سکتے' درود یاد کا نام ہے' محبت کا نام ہے اور محبت جو ہے وہ ہونی چاہیے۔ اب یہاں آ کے یہ جانیں کہ محبت کیا ہے؟ آپؐ کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلنا' آپؐ کے دین پر چلنا' آپؐ کی یاد میں چلنا اور آپؐ کے زیر سایہ چلنا۔ آج کا انسان اگر درود بھیج رہا ہے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی حال کا انسان ماضی پر درود بھیجے' درود بھیجنے اور درود وصول کرنے والے کا زمانہ ایک ہونا چاہیے' یا تم ماضی میں جاؤ یا آپؐ کو اپنے زمانے میں پاؤ۔ تو درود تب بھیجا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ایسا کوئی حل نہیں ہے کہ آپ حال سے چٹھی بھیج کے ماضی میں پہنچا دیں۔ آپ جس ماضی میں چٹھی بھیج رہے ہیں' وہ حال میں ہے' یا آپ ماضی میں ہو' یا زمانہ ایک ہی زمانہ ہے۔ جب تک زمانہ ایک نہ ہو خطاب نہیں ہو سکتا' گفتگو نہیں ہو سکتی' گفتگو نہ ہو تو درود نہیں ہو سکتا۔ مثلاً آپ کچھ بھیج رہے ہیں' کوئی وصول کرنے والا ہو گا تو آپ بھیج رہے ہیں۔ تو یہ جو ہے نا یہ بہت ضروری بات ہے۔ درود بھیجنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کو اُس زمانے کا شعور پیدا ہو جائے کہ آپ اِس زمانے میں ہیں یا آپؐ اس زمانے میں ہیں۔ زمانوں کی دوری کو دور کرنا آپ کا یقین ہونا چاہیے اور یہ دور ہو جاتی ہے۔ تو باقی اس کے آداب یہ ہیں کہ درود بھیجنے والا درود کے علاوہ کسی سوال کی آرزو نہ رکھے' مثلاً وہ یہ نہ کہے کہ میں درود بھیج رہا ہوں' کل سے درود بھیج رہا ہوں میرا یہ کام' چھوٹا سا کام ہے' یہ کر دیں' یا رسولؐ

اللہ مہربانی فرمائیں۔ درود برائے ضرورت جو ہے ہوتا یہ بھی درود ہی ہے لیکن فقراء محفلوں میں ضرورت کے درود اور درود کی ضرورت میں تھوڑا سا فرق بتاتے ہیں' کہ ضرورت کا درود اور چیز ہے اور درود کی ضرورت اور چیز ہے۔ تو درود برائے درود ہونا چاہیے۔ اور درود کے اندر بھیجنے والے کا انداز یہ ہو کہ زندگی میں جتنا بھی ممکن ہو وہ پاکیزہ ماحول میں بیٹھا کرے اور اسی پاکیزہ ماحول میں پایا جائے' جتنا بھی ممکن ہو سکے ادب ہو' پاکیزگی ہو اور بہتر یہ ہے کہ درود تخلیہ کا ہو۔ یہ نہیں ہے کہ زور شور سے سارے درود بھیجنا شروع کر دیں۔ اگر سارے بھیجیں تو پھر وہ ایک دوسرے کے ساتھ شعور اور محبت کے ساتھ بھیجیں۔ اور درود بھیجنے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسی بات ہو جس کا آپ فیصلہ کریں کہ میں یہ کام حضور پاک ﷺ کے لیے کر رہا ہوں۔ تو حضور پاک ﷺ کے نام پر کسی اچھی بات کو اختیار کرنا یا کسی بری بات کو اپنی زندگی سے نکالنا۔ یعنی کہ کوئی برائی دور کرنا اپنے آپ میں سے یا کوئی خوبی اپنانا۔ اور درود بھیجنے کا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ پر اور آپؐ کی آل پر بھیجا جائے۔ آل کے دونوں معنی آپ لے لو' کہ آل جو ہے یہ ہے آپؐ کے اہل و عیال کی لائن چلی آ رہی ہے' فقراء کے ساتھ چلی آ رہی ہے' آل کا مطلب یہ ہے کہ جو آپؐ سے محبت میں قریب ہیں' Devotion میں قریب ہیں اُن کو بھی آپ یہ کہیں گے کہ آپؐ کی آل پر۔ اللہ تعالیٰ نے جو درود آپ کو بتایا کہ اللھم صل علیٰ محمد و علی آل محمد تو درود یہی ہے اب

اس کے اندر یہی ہے کہ علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد۔ اس کو ہم یہ بھی کہتے ہیں ''وعلیٰ ازواج محمدؐ وعلیٰ اصحاب محمدؐ وعلیٰ اولیائے محمدؐ''۔ آپ درود کو باعثِ جھگڑا نہ بناؤ۔ اب آپ کئی قسم کے درود بھیج رہے ہیں مثلاً احمد رضا خان بریلویؒ کا جو سلام ہے' بہت مبارک سلام ہے' اور اس کے اندر بہت ساری باتیں جو ہیں وہ ان لوگوں کے لیے کہی گئی ہیں جو لوگ ایسا نہیں مانتے ہیں۔ یہ کہنا کہ آپؐ غیب کو جانتے ہیں تو آپؐ جاننے والے تو ہیں' پھر بتانے والی کیا بات ہے؟ مطلب یہ ہے کہ نہ ماننے والوں کے ساتھ یہ بحث ہے۔ اور درود بھیجنے کے لیے آپ کی کیفیت وہی ہونی چاہیے جو آپ کی نماز کی کیفیت ہوتی ہے۔ آپ کی کیفیت میں یہ ہو کہ آپ جب درود بھیج رہے ہیں تو آپ کو اگر سلام کا جواب آئے تو Receive کرنے کے لیے بھی آپ کے انداز ایسے ہونے چاہییں کہ آپ کے پاس اس محفل میں جانے کی قبولیت ہو۔ اگر آپ اس انداز کے قابل نہیں ہیں تو پھر آپ درود نہ بھیجیں۔ درود جو ہے یہ خاموشی سے بھیجا جائے گا اور تنہائی میں بھیجا جائے گا' شب کے نصف پہر میں بھیجا جائے گا' شب کے پچھلے پہر میں بھیجا جائے گا' اور یہ آنسوؤں کے ساتھ بھیجا جائے گا۔ اور درود بھیجنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ درود' روح کے ساتھ بھیجا جائے گا۔ تو درود بھیجنے کے یہ طریقے ہیں۔ اس میں انسانی گواہ کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔ درود جو ہے اس کے اصلی آداب یہ ہیں کہ درود بھیجنے والا جو ہے اس زندگی کے مسائل کے طور پر درود نہ بھیجے بلکہ

اس نور سے اکتساب کے طور پر درود بھیجے ۔ اللہ اور اس کے فرشتے درود کا سٹینڈرڈ ہیں ۔ اگر کوئی کہے کہ دیکھو اس محفل میں کون کون سے لوگ گئے ہوں گے، کون لوگ گئے ہیں وہاں پر، اس محفل میں وہ لوگ جاتے ہیں جو فلاں رنگ کا لباس پہن کے جاتے ہیں ...... اگر ایسا ہے تو آپ بھی لباس بدل کے پہنو ۔ اگر آپ کو پتہ ہے کہ اس انداز کے لوگ درود کی محفل میں ہیں، اللہ اور اللہ کے فرشتے تو ہیں ہی سہی، آپ اگر اس محفل کے طور پر وہی کام کرنے لگے ہیں تو کچھ نہ کچھ آپ کے اندر بھی نورانیت کا ظہور ہونا چاہیے ۔ تو درود بھیجنے والا جو ہے وہ زندگی کے اندر کوئی کام حضور پاکؐ کے احکام کے واضح خلاف نہ کرے ۔ تو درود بھیجنے کا مطلب یہ بھی ہے ۔ درود بھیجنے والے عام طور پر حضور پاک ﷺ کے قریب ہی ہوتے ہیں ۔ آپ کو میں نے کہا تھا کہ درود اگر ابتلا کے عالم میں ہو تب بھی درود ہے، یعنی کوئی ابتلا ہو، زندگی میں کوئی پریشانی ہو تو بڑے بڑے لوگوں نے بڑا بڑا درود بھیجا ہے، اور اسی سے نعت ہوتی ہے ۔ تو نعت بھی درود ہے، بڑے بڑے لوگوں نے بہت کچھ کہا، مولانا جامیؒ کی نعت پڑھو، وہ ساری درود ہے ۔

غریبم یارسول اللہ غریبم
ندارم درجہاں جُز تو حبیبم
مرض دارم زِ عصیاں لادوائے
مگر الطافِ تو باشد طبیبم

بریں نازم زِ ہستم امتی تو
گناہگارم ولیکن خوش تصیم

مطلب یہ ہے کہ یہ درود جو ہے جب تک اللہ کریم مہربانی نہ فرمائے آپ کو درود کے آداب نہیں آسکتے۔ درود کے آداب اللہ کریم سے دعا کے ساتھ مانگو کہ یارب العالمین ہمیں آدابِ درود عطا فرما۔ آدابِ درود جو ہیں وہ ایک کیفیت ہے اور وہ کوئی فارمولا نہیں ہے۔ تو آپ اس کیفیت میں درود بھیجنا۔ اس کیفیت میں جب آپ چلے جاؤ گے تو یہ درود کی اصل حالت ہے۔ اور دعا یہ کرنی چاہیے کہ یارب العالمین ہمیں درود بھیجنے والا بنایا جائے۔ درود بھیجنے والا باوضو رہے تو بہت بہتر ہے اور وہ ہمہ حال درود بھیجے تو بہت بہتر ہے اور اس یاد میں رہے تو بہت بہتر ہے۔ اس کے بعد حضور پاک ﷺ کی زندگی کو دیکھنا' آپؐ کے واقعات کو دیکھنا پھر درود بھیجنا' آپؐ کو یاد کرنا' اور آپؐ ہی کے خیال میں رہنا' یہ ہے درود کی کیفیت۔ اور آپؐ کے ماننے والوں کے ساتھ جھگڑا نہ کرنا بھی درود کی کیفیت ہے۔ جب تک آپ کو یہ نہ پتہ چلے کہ اس آدمی پر حضور پاک ﷺ ناراض ہیں تب تک اس آدمی سے آپ قطع تعلق نہ کرنا۔ یہ بہت ضروری شرط ہے۔ کیا شرط ہے؟ ایک آدمی جو آپؐ کی محفل میں ہو یا آپ کا چاہنے والا ہو اور تم اس کو نہ چاہنے والے ہوئے تو درود منظور نہیں ہوگا۔ تو آپ اپنی پسند کو حضور پاک ﷺ کی پسند بنائیں' اُن کی پسند کے تابع بنائیں۔ یہ نہ ہو کہ وہ کسی کو چاہتے ہوں اور

آپ اس کے ساتھ جھگڑا کر رہے ہوں ...... تو پھر آپ کا درود قبول نہیں ہوگا۔ درود کا مطلب کیا ہے؟ کہ آپؐ کے چاہے ہوئے کو چاہنا اور آپؐ کے ناپسندیدہ کو ناپسند کرنا' آپؐ کی پسند اور ناپسند میں اپنے آپ کو ڈھالنا۔ تو یہ ہیں درود کے آداب۔

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ بس درود سنو اور درود پڑھو' ہمیشہ ہی آپؐ کی بارگاہ میں سلام پیش کرو۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ افضل الانبیاء و المرسلین سیدنا وسندنا حبیبنا وشفیعنا ومولٰنا محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۱ ہمارے بزرگان، اولیائے کرام کس طرح اپنا کام کرتے ہیں؟

۲ اللہ تعالیٰ کا انعام کیا ہوتا ہے؟

۳ اس محبت میں انسان کو یکسوئی کیسے ہو؟

۴ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کون سا علم جو ہے وہ صحیح ہے؟

۵ ایک مرتبہ میں نے پریشانی کے عالم میں اپنے والد مرحوم سے رابطہ کیا تو میرا کام ہو گیا تھا۔

سوال:-

ہمارے بزرگان، اولیائے کرام کس طرح اپنا کام کرتے ہیں؟

جواب:-

اصل میں تلاش کرنے والا انسان جانتا نہیں ہے کہ جس کے پاس وہ جا رہا ہے اس کے پاس اس انسان کی ضرورت کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ آشنا ہی نہیں ہے۔ مثلاً اُسے نمک کی ضرورت ہے اور وہ نمک کی تلاش میں گیا، آگے جا کے پتہ چلا کہ وہاں نمک کے علاوہ بھی بہت سارا کارخانہ ہے۔ تو جب تک پتہ نہ چلے، تقاضہ اور سوال نہیں ہوتا۔ اگر عام حالات میں یہ دیکھا جائے کہ جو طلبِ حق ہے، طلبِ مولیٰ ہے، یہ بھی جس آدمی میں ہو، اس میں اکثر یہ پہلے دن سے نہیں ہوتی۔ طلبِ حق جو ہے یہ بھی عطا ہوتی ہے اور یہ عطا غالباً ان لوگوں کو ہوتی ہے جو طلبِ دنیا میں بزرگوں کے پاس گئے، ان لوگوں کو ان کے سوال کے دوران یہ بات سمجھا دی جاتی ہے کہ جو تم مانگنے آئے ہو وہ تو ہے ہی سہی لیکن یہ ہے اصل چیز مانگنے والی۔ یعنی

کہ دنیاوی سوال والے کو دینی سوال بھی بزرگان دین نے عطا کیے۔ وہ آدمی دنیاوی ضرورت کے لیے گیا تھا اور وہاں اسے کوئی دوست مل گیا۔ اس سے پوچھا کہ کیسے آئے ہو' تو اس نے کہا میں تو چینی لینے کے لیے آیا ہوں۔ اس نے کہا میں تو نمک لینے آیا تھا اور تم چینی لینے آئے ہو' اصل بات کیا ہے' اس نے کہا شام کو بیٹھ کے بات کریں گے۔ شام کو اس نے بتایا کہ نمک تو بابا جی نے دکھانے کے لیے رکھا ہوا ہے اصل میں تو اس کے پاس چینی ہے۔ اس نے سوچا پھر چینی لینی چاہیے۔ اس طرح مانگنے والے کا مزاج بدل گیا۔ تو اس طرح مزاج بدلتے جاتے ہیں۔ جب تک پتہ نہ ہو کہ اس دینے والے کے پاس دینے کے لیے کیا کیا امکانات ہیں تب تک سوال کرنے والا سوال کی جرأت نہیں کرسکتا۔ سوال کرنے والے کو پتہ ہونا چاہیے کہ اس بزرگ کے پاس کیا فیلڈ ہے' تو پھر سوال کرے۔ مثلاً دودھ والی دکان پر دودھ کی کڑاہی لگی ہوئی ہو اور اُسے آپ کہیں کہ چلو کپڑا دے دو تو یہ عجیب سی بات لگتی ہے۔ وہ تو دودھ کی کڑاہی لگائے بیٹھا ہے اور تم اس سے کپڑا مانگ رہے ہو۔ تو یہ عجیب سی بات لگتی ہے کہ وہ دودھ لگائے بیٹھا ہے اور تم اس سے کپڑا مانگتے ہو۔ تو اپنی ضرورت کے لیے بزرگوں کے پاس جانے والے زائرین آپس میں بات کرتے ہیں کہ اس آدمی کے پاس کیا چیز ہے کیونکہ میں تو نمک کی تلاش میں نکلا ہوں۔ تو وہ دوسرا آدمی اسے بتاتا ہے کہ نمک تو اس کے پاس ہے مگر اصل بات چینی والی ہے، یہ کوٹہ الاٹ کرتا ہے۔ اس طرح اس کا سوال بدل جاتا

ہے۔ اسی طرح بعض اوقات کسی آدمی سے پوچھتے ہیں کہ تو بتا اس بزرگ کے پاس کیا ہے تو وہ کہتا ہے اس کے پاس جادو ہے' جادو یہ ہے کہ یہ انسان کا سوال بھلا دیتا ہے' سوال یاد نہیں رہتا' میں ایک کام سے آیا تھا اور جس کام کو آیا تھا وہ کام وہیں رہ گیا اور میں کہیں اور چل پڑا...... میں سوال ہی بھول گیا۔ تو یہ اور طرح کا طلسم ہے کہ جس کام کے لیے آپ آئے تھے وہ کام یاد ہی نہیں رہا اور ہم کسی اور سفر پہ نکل گئے ہیں۔ اس طرح باقی لوگ بھی دیکھا دیکھی کسی اور سفر پہ نکل پڑتے ہیں۔ تو بزرگوں نے اس طرح لوگوں کو سفر کرایا' ان کو سوال سے الگ کر لیا' بعض اوقات ان کے سوال سے بہتر سوال دے دیا' مثلاً وہ کہتے ہیں کہ تمہیں گرامر چاہیے' صرف نحو چاہیے کیونکہ تم نے مقابلہ کرنا ہے تو تم ان سب سے بہتر چیز لے جاؤ' تم نے صرف نحو کیا کرنی ہے۔ تو وہ دنیاوی سوال کرنے والے کو صرف نحو پڑھائے بغیر اس کا فقرہ درست کر دیتے ہیں۔ اگر فقرہ صرف نحو پڑھے بغیر درست ہو جائے اور شعر اپنے اوزان کے بغیر ہی موزوں کر دیا جائے تو یہ تو بہت بڑی بات ہے۔ یہ بزرگوں کا کمال ہوتا ہے۔ تو یہ ان کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ دوسرا یہ ہوتا ہے کہ جو دنیاوی طلب ہے وہ انسان کو گرفت میں لے لیتی ہے اور بزرگانِ دین اس گرفت سے بچاتے ہیں اور پھر اسے کسی نئے سفر سے رجوع کراتے ہیں' شوق پیدا کر دیتے ہیں' دنیاوی خواہشات کا جو جن اسے چمٹ گیا ہوتا ہے اُسے اس کی اوقات سمجھا دیتے ہیں کہ یہ اس کی حیثیت ہے' اس کا انجام مٹی ہے، اس کا انجام خوفناک ہے' یہ کام تم

چھوڑ دو۔ تو وہ انسان کچھ تو چھوڑنے پر راضی ہو جاتا ہے اور باقی کچھ وہ توجہ سے چھڑا دیتے ہیں۔ تو بزرگ یہ کام کرتے ہیں۔ اس لیے عام طور پر رجوع الی اللہ جو ہے یہ پہلے دن سائل کا سوال نہیں ہوتا بلکہ تقریباً ہر ایک کا سوال رجوع الی الدنیا ہی ہوتا ہے۔ گھر سے جو لوگ نکلتے ہیں ان میں کم لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کے لیے نکلتے ہیں ورنہ عام طور پر کسی دنیاوی شوق یا دنیاوی پریشانی میں نکلتے ہیں۔ اگر آگے سے اللہ والا مل جائے تو طلب اللہ والی بن جاتی ہے۔ اور اللہ والوں کو اگر دنیا والا مل جائے تو وہ طلب دنیا والی بن جاتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیسا بندہ آپ کو ملا۔ اگر ذاتی طور پر آدمی کا سوال یہ تھا کہ میرے گھر میں بڑی تکلیف ہے تو بزرگ نے کہا کہ تکلیف کا یہ علاج ہے کہ تم دو نفل نماز پڑھو۔ اس طرح اس آدمی کو نفلوں پہ لگا دیا کہ ہر پرابلم کا علاج نفل ہے۔ اس طرح وہ شخص پورا ہی اللہ کو مان گیا' اب نفل ہی نفل رہ گئے اور پرابلم کوئی نہیں ہے یا اگر پرابلم ہے بھی تو احساس کوئی نہیں ہے۔ اس سے اگر کہیں کہ وہ آپ کی گائے جس کے لیے نفل پڑھ رہے تھے وہ مر گئی تو وہ کہے گا ہم نفل پڑھ رہے ہیں اور ہمیں گائے کا کوئی پتہ نہیں ہے' گائے جانے اور گائے کا مالک جانے۔ تو یہ بزرگانِ دین کا کام ہوتا ہے۔ دوسرا ان کا ایک اور یہ Solution ہوتا ہے کہ وہ انسان کو ایسے متوجہ کرتے ہیں کہ اس کی توجہ میں خود آ جاتے ہیں' اُس کے خیال میں خود آ جاتے ہیں۔ اب کسی کی توجہ' خیال میں آ جانے سے اس شخص کے خیال سے باقی پریشانیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ دل کے اندر ہزار خواہشات ہوتی

ہیں اور اگر ایک بڑی خواہش پیدا کر دی جائے تو باقی ہر خواہش ٹوٹ جائے گی۔ تو بزرگ دل کو اس طرح صاف کرتے ہیں کہ اس شخص کو آرزوؤں سے آزاد کرا دیتے ہیں اور ایک بڑی سی آرزو ساتھ لگا دیتے ہیں۔ اگر ایک بچہ چھوٹی چھوٹی باتوں پہ رو رہا ہو تو اسے ایک تھپڑ زور سے لگا دو' وہ رونا بند کر دے گا۔ زیادہ درد بھی چھوٹے درد کا علاج ہے۔ اس لیے بزرگانِ دین چھوٹی توجہ کو بڑی توجہ سے بدل دیتے ہیں۔ ایک بندہ جو بُری کمپنی میں بیٹھنے والا تھا وہ اچانک کسی بزرگ کے پاس چلا گیا کہ وہاں کیا فراڈ ہوتا ہے' ہم تو بُری محفل میں رہتے ہیں' کھاتے ہیں' پیتے ہیں' کمائیاں کرتے ہیں مگر دیکھیں کہ یہ کیا کرتے ہیں۔ بزرگ نے اس کا ایسے استقبال کیا کہ ''واہ بھئی واہ' جہاں سے تم آئے ہو وہاں سے تو کوئی آدمی نہیں آ سکتا' تم نے کیا کمال کر دیا' تم وہاں سے مڑ کے آئے ہو جہاں سے انسان کے واپس آنے کا کوئی امکان نہیں ہے' اس محفل کو چھوڑ کر ادھر آئے ہو' تم آئے تو دیکھنے کے لیے ہو مگر یہ بھی دیکھو کہ اگر تم مجھے دیکھو گے تو میں بھی تمہیں دیکھوں گا' تم تو مجھے اب دیکھو گے مگر میں تمہیں تمہارے پچھلے وقت سے دیکھ رہا ہوں' تم مجھے دیکھنے کے لیے آئے ہو اور میں تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں......'' تو بزرگانِ دین اس طرح کام کرتے ہیں۔ اب اس آدمی کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ بزرگ تو ہمیں دیکھتا ہے کہ میں تو وہاں سے آیا ہوں' اس حالت میں آیا ہوں۔ بزرگ پھر یہ کہتے ہیں کہ میں تمہاری اخلاقیات کی بات نہیں کر رہا مگر ایک کام کرو کہ رات کا

کھانا میرے پاس کھایا کرو۔ اس نے سوچا کہ کھانا تو کھا ہی لیا کریں گے۔ اب ہر رات کھانا بھی ہے اور یہ احساس بھی کہ بزرگ دیکھ رہا ہے' تو وہ بیچارہ تو مر ہی گیا اور اس کے اندر شرارت کی کوئی بات نہ رہ گئی۔ بزرگ کے پاس جانے والا کچھ ہی دن میں بدل گیا۔ تو یہ ہے ان لوگوں کے پاس بات۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خوشبو بنائی ہے' تو یہ خوشبو زمانے پر احسان ہے' اس کو Enjoy کرنے کے لیے' لطف لینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے پاس یہ قوت رکھی ہے کہ وہ خوشبو کا لطف لیں۔ اگر سب لوگوں کو زکام ہو جاتا تو خوشبو کا لطف ہی نہ آتا۔ خوشبو کے لیے جو شامہ قوت ہے' خوشبو کا لطف لینے کے لیے جو آپ کو ملی ہے وہ بھی اللہ ہی کی عطا ہے۔ گویا کہ جتنی خوشبو ہے اتنی خوشبو کی ضرورت پیدا کر دی' تھوڑی بہت آگے پیچھے۔ ایک زمانہ ایسا تھا کہ گلاب ہی گلاب تھے اور کوئی خریدنے والا نہیں تھا اور پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ سونگھنے والا تلاش کر رہا ہو لیکن گلاب نہ ہوں۔ لیکن عام طور پر گلاب اور خوشبو کا احساس برابر برابر ہوتا ہے' ان میں کوئی خاص فرق نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس نے خوب صورت چہرے بنائے ؎

مٹی وچوں پیدا کردا صورت بی بی رانی

تو مٹی میں سے بی بی رانی صورت نکلی۔ تو وہ ماں کے پیٹ میں اندھیرے میں چہرے لکیرتا ہے۔ تو میاں محمد صاحبؒ نے کہا ہے کہ اللہ' بی بی رانی صورت بناتا ہے اور وہ خوب صورت صورتیں لکھتا ہے' چہرے بناتا ہے' احسنِ تقویم چہرے

بناتا ہے۔ خوب صورت چہرے بنانے کا ذوق اس کے اپنے پاس ہے۔ اور اگر وہ چہرہ دیکھنے والا پیدا نہ کرے گا تو چہرہ بنانے کا عمل رائیگاں ہو جائے گا۔ وہ ایسا کبھی نہیں کرے گا' وہ اللہ ہے' وہ چہرہ پسند کرنے والی آنکھیں پیدا کرے گا اور پھر دونوں کو چھوڑ دے گا' دونوں بھاگے دوڑے پھریں گے' ایک چہرہ لے کے پھرے گا' دوسرا آنکھ لے کے پھرے گا' وہ اس کی تلاش میں جائے گا' وہ اس کے سامنے گزرے گا' کبھی بلا کے دیکھ لیا' کبھی پاس جا کے دیکھ لیا' کبھی اُس نے دیکھا' کبھی اِس نے دیکھ لیا' بس ہر صورت میں وہی ملتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ خاص مضمون پیدا کر دیا کہ ہر آدمی کے اندر چہرے کی پسندیدگی کا عمل پیدا کر دیا اور اُدھر چہرہ پیدا کر دیا۔ یہ اللہ کے اپنے کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دریا پیدا کیے' طغیانی آ جائے تو دریا شہروں کو ڈبو دیتا ہے۔ دریا پیدا کر دیے اور ڈوبنے کے باوجود دریا کے کنارے شہر پیدا کر دیے۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں کہ شہر کو دریا ڈبوئے گا لیکن شہر پھر بھی دریا کے کنارے ہوں گے۔

ایک ملک کی کہانی ہے کہ وہاں ڈیم ٹوٹ گیا تو ساتھ والے گاؤں بہہ گئے۔ جب گاؤں والوں کو ہوش آیا تو انہوں نے کہا سب سے پہلے ڈیم بناؤ کیونکہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے' اس وقت یہ ہماری موت کا باعث ہے لیکن یہی ہماری زندگی کا باعث ہے۔ تو انسان کا عجیب کھیل ہے کہ یہ موت کا باعث ہے اور یہی زندگی کا باعث ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو حسن پیدا کیا ہے اس کے مقابلے میں کچھ اور پیدا کر دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ یہ میرا گھر ہے یعنی بیت اللہ شریف' اللہ جب یہ کہتا ہے تو ٹھیک ہی کہتا ہے۔ اس کے اندر کسی نے اللہ کو بیٹھا ہوا تو نہیں دیکھا، یہ صرف اس کا حکم ہے کہ یہ میرا گھر ہے۔ پھر وہ حکم دے دے گا کہ میرے گھر کے اندر آ کے سجدہ کرو۔ جب یہ حکم آ گیا کہ یہ میرا گھر ہے تو پھر سجدہ کرانے والا ادھر رجوع کرائے گا اور پھر یہ بھی کہے گا کہ یہ مرکز ہے۔ یہ اُسے ضرور کہنا چاہیے۔ تو اللہ نے جب اسے بیت اللہ کہا تو پھر رجوع الیٰ بیت اللہ بھی ہو گا اور اس طرح سب کے لیے خانہ کعبہ کی مرکزیت ہو گئی۔ اگر اللہ یہ کہے کہ یہ میرے محبوبؐ ہیں اور مجھے ان سے محبت ہے' ہم ان پر درود بھیجتے رہتے ہیں اور اگر کسی نے ان کے سامنے آواز اونچی کی تو اس کے اعمال ضائع ہوں گے۔ تو بات اصل میں یہ ہے کہ ہم اپنی شان میں گستاخی برداشت کر سکتے ہیں لیکن محبوب کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتے۔ جو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضرورت میں رکھا' اس کی ضرورت کا علاج اس نے خود مہیا فرمایا۔ اب میں بتانا یہ چاہ رہا ہوں کہ یہ کھیل مسافر کا نہیں ہے' کھیل منزل کا ہے۔ کھیل مسافر کا نہیں۔ کھیل کس کا ہے؟ کھیل منزل کا ہے۔ اگر شمس تبریزؒ تلاش کر رہا ہے رومیؒ کو تو اس وقت رومیؒ تو تبریز سے بے نیاز تھا۔ شمس تبریزؒ جب آئے تو انہوں نے رومیؒ سے پوچھا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا چہ دانی "تُو اس کو کیا جانے کہ کیا چیز ہے' یہ علم ہوتا ہے جو تم جیسے لوگوں کو پتہ نہیں ہوتا۔ شمس تبریزؒ نے ان کی ساری کتابیں' سارا علم اُٹھا کے پانی میں پھینک دیا۔

مولانا رومؒ بڑے پریشان ہوئے' کہنے لگے میری عمر بھر کی کمائی چلی گئی' میری محنت چلی گئی' میرا علم چلا گیا' میرے علم کا مجموعہ چلا گیا' سارے تذکرے چلے گئے' ساری یادداشتیں چلی گئیں' تو نے میرا سارا کام خراب کر دیا...... جب مولانا رومؒ بہت روئے تو انہوں نے تالاب میں سے ساری کتابیں نکال دیں جو کہ خشک تھیں۔ تب مولانا نے پوچھا یہ کیا ہے! انہوں نے کہا یہ تو نہیں جان سکتا......اب آگے آگے تبریزؒ اور پیچھے پیچھے رومیؒ۔ انہوں نے کئی سال کے بعد رومیؒ سے بات کی۔ رومیؒ نے کہا آپ نے اتنے سال بعد مجھ سے بات کی ہے۔ تب شمس تبریزؒ نے کہا کہ تم تو اب کی بات کر رہے ہو میں تمہیں تیس سال سے ڈھونڈ کے اب ملا ہوں' میں تو تمہیں پہلے سے تلاش کر رہا ہوں' تو نے مجھے کیا ڈھونڈنا تھا یہ تو میں تمہیں ملا ہوں ...... تو بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ منزل خود ڈھونڈ کے ملتی ہے۔ اس لیے یہ سوال سائل کا نہیں ہوتا۔ اگر منزل یہ کہہ دے کہ بکنگ ختم ہوگئی ہے تو پھر کام ختم اور منزل یہ بھی کہہ سکتی ہے کہ اُسے ٹکٹ کے بغیر ہی آنے دو۔ تو یہ سارا جلوہ منزل کا اپنا ہے۔ مسافر کا صرف بھرم ہے۔ بابا بلھے شاہؒ نے کہا ہے کہ ؎

کوئی ہور چوبارے وچ بولے
تے اینویں تینوں بھرم پیا

تم ایسے ہی وہم میں پڑ گئے ہو' اصل میں کوئی اور بول رہا ہے ؎

تیرا یار تیرے اندر کولے

تے اینویں تینوں بھرم پیا

تجھے ایسے ہی اندازہ ہو رہا ہے' بات تو کسی اور کی ہے۔ تو اپنے آپ کو تلاش کرنے والا کہہ رہا ہے حالانکہ تو تلاش نہیں کر رہا بلکہ منزل تجھے خود لے کے چلی ہے' تُو سمجھ رہا ہے کہ تُو خود جا کے دریا سے پانی بھر کے لائے گا مگر یہ دریا کی اپنی صفت ہے کہ وہ پیاسوں کو پلاتا رہتا ہے۔ یہ ان کا اپنا پروگرام ہوتا ہے۔ اس لیے اگر تم اپنے پروگرام کو اللہ کے حوالے کر دو، منزل کے حوالے کر دو تو پھر اللہ تعالیٰ دنیا کی خواہش کو بدل کے دین کی خواہش بنا دیتا ہے۔ وہ کبھی دین کی خواہش کو دنیا کی خواہش بنا دیتا تھا اور کبھی خواہش کے بغیر بھی کسی کو دے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں دے کر ہی رہوں گا' انسان کہتا ہے کہ میں نے نہیں لینا مگر اللہ کہتا ہے کہ میں دے کر رہوں گا' تو جاتا کہاں ہے۔ اور پھر گردن سے پکڑ کر اُسے فقیری دے دیتا ہے۔ تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندہ کہیں اور چلا ہے اور اُسے کچھ اور مل جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ یہ دینے والے کا اپنا مضمون ہے۔ اگر آپ طالب کو طلب کے ضمن سے نکال دیں تو یہ مطلوب کی طلب ہے جو کہ طالب بناتی ہے۔ پھر آپ کو یہ بات جلدی سمجھ آئے گی' آپ جسے مطلوب کہتے ہیں' محبوب کہتے ہیں تو محبوب اپنی چاہت کے لیے محبت کو پیدا کرتا رہتا ہے' تلاش کرتا رہتا ہے۔ اس لیے وہ جو محبّ بن گئے ہیں' طلبِ دنیا کو چھوڑ کر طلبِ مولیٰ میں آ گئے ہیں' یہ اُن کا کمال نہیں ہے بلکہ یہ مولا کی

مرضی ہے کہ جس کو چاہے طلبِ مولیٰ دے اور جس کو طلب دنیا دے دے۔
آپ بات سمجھ گئے؟ اس لیے یہ فیصلہ اس کا اپنا ہے اور وہ خود کہتا ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا اور میں نے چاہا کہ میں ظاہر ہو جاؤں‘ اس لیے میں نے کائنات کو تخلیق کر دیا۔ کائنات کو اس لیے تخلیق کر دیا کہ اس نے ظاہر ہونا تھا۔ ظاہر ہونے والا اگر مخفی ہو جائے تو پھر آپ لوگ کچھ بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا انکاری بھی اللہ کا اظہار ہے اور اقراری بھی اللہ کا اظہار ہے‘ ماننے والا بھی اس کا اظہار ہے اور نہ ماننے والا بھی اس کا اظہار ہے۔ اس لیے یہ اس کا کھیل ہے۔ بس اس کا یہ کھیل جاری رہے گا‘ بلیک اینڈ وائٹ‘ رات اور دن کے ضمن میں۔ کچھ لوگ ماننے والے ہوں گے اور کچھ نہ ماننے والے ہوں گے‘ کچھ درمیان میں منافقت میں رہیں گے کہ کبھی مانا اور کبھی نہ مانا۔ ہر باب میں یہی ہوگا‘ کہیں امیر ہوگا اور کہیں غریب ہوگا‘ کچھ بہت ایمان والے ہوں گے اور کچھ بہت کفر والے ہوں گے‘ کچھ درمیان والے ہوں گے یعنی منافق ...... سب کون کرتا ہے؟ خود اللہ تعالیٰ۔ وہ کہتا ہے میں اندھیرے سے روشنی میں داخل کرتا ہوں اور ان کو پتہ ہی نہیں چلتا۔ جس کا خیال درست ہو گیا وہ کہتا ہے میں نے بڑی محنت کی ہے۔ اس نے کوئی محنت نہیں کی بلکہ اللہ اسے اندھیرے سے روشنی میں لے آیا اور روشنی اس نے خود ہی عطا فرمائی۔ اور اس کے جو گناہ تھے‘ جمیع سیئات تھے اس کو اللہ نے خود نیکی بنا دیا۔ اس طرح ساری نیکی ہو گئی۔ بعض اوقات اتفاق سے‘ جاتے جاتے‘ اس سے کوئی ایسی نیکی سرزد ہو گئی کہ اس کا

کام بن گیا۔ مثلاً اُسے ایک بڑھیا مل گئی جس سے اس نے نیکی کر دی، بڑھیا نے اسے دعا دے دی کہ جا تجھے اللہ تعالیٰ فقیر بنا دے۔ اس طرح دعا ہو گئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو طلب دنیا کی ہے یا طلب دین کی، اس کے اندر آپ فیصلہ نہ کرنا بلکہ فیصلہ منزل پر ہوگا۔ فیصلہ کب ہونا ہے؟ منزل پر...... دنیا کی طلب بُری نہیں ہے اور دین کی طلب کا پتہ نہیں کہ اس کا نتیجہ کیا ہو، دیکھنا یہ ہے کہ کہاں اختتام ہوگا۔ دعا یہ ہے کہ آپ کی دنیا کی یا دین کی طلب جو ہے، اس کا اختتام جو ہے وہ اللہ کے فضل کے پاس ہونا چاہیے۔ اس لیے وہ طلب بہت ضروری ہے، بہت مبارک ہے جو اللہ خود عطا فرمائے۔ آپ اپنی طلب کا ضرور جائزہ لیا کریں۔ آپ اپنے دل کو ایک کمرہ مان لیں اور اس کے دروازے پر چوکیدار، پہرے دار بن کے بیٹھ جائیں اور اندر داخل ہونے والی خواہش سے سوال کریں کہ تم کون ہو، یہاں دنیا میں ٹھہرنے کی خواہش ہو یا دین کی خواہش ہو۔ اگر تو وہ دنیا کی خواہش ہے تو نیزہ مار کے باہر نکال دو اور دین کی خواہش ہے تو آنے دو۔ اس طرح کمرے یا مکان کے اندر کا جو حال ہے وہاں ''چاننّ'' ہو جائے گا، سارے کا سارا دین ہو جائے گا۔ اس لیے دل کے دروازے پر دربان بن جاؤ اور اپنی خواہشات کا چہرہ ضرور دیکھو۔ کہیں ایسی خواہشات نہ ہوں جو آپ کی ساری محنتیں ضائع کر جائیں۔ آپ ایسی خواہش رکھیں جس میں آپ کی محنت کسی حوالے سے ہو۔ محنت کے اندر اگر حوالہ نہ ہو تو محنت کوئی شے نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ آپ ہوائی جہاز کا ٹکٹ

لے کے حج کرنے چلے جائیں تو اللہ جلدی مل جائے گا۔ حج تو ارادے کا نام ہے' نیت کا نام اور رجوع کا نام ہے اور اگر آپ کا رجوع اللہ کی طرف ہو گیا تو آپ کا حج شروع ہو گیا۔ حج پیسے کا نام نہیں ہے' ٹکٹ خریدنے کا نام نہیں ہے' ہوائی جہاز میں بیٹھنے کا نام نہیں ہے' وہاں سے ہو آنے کا نام نہیں ہے اور وہاں سے واپس آنے کا نام نہیں ہے۔ حج کس کا نام ہے؟ کہ تیرے دل کے اندر رجوع الی اللہ ہو جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غریب بھی اتنی آسانی سے حج کر سکتا ہے جتنا کہ امیر' بلکہ غریب کا حج بہتر ہو سکتا ہے۔ ایک آدمی اپنے پیر صاحب کے پاس گیا کہ آپ دعا کریں' مجھے بھی عرصہ ہو گیا ہے دعا کرتے ہوئے' میں Apply کرتا ہوں حج کے لیے لیکن میرا نام نہیں نکلتا' دعا کریں کہ میرا نام آ جائے۔ پیر صاحب نے کہا دعا کرو کہ اس کا نام نہ آئے۔ وہ شخص بہت زیادہ رویا اور بولا کہ آپ نے تو اُلٹی دعا مانگ دی ہے' میں جانا چاہتا ہوں اور آپ نے روک دیا ہے۔ اس روتے ہوئے کو پیر صاحب نے بلایا اور کہا کہ بات سن' میں نے سولہ حج کیے ہیں' تو میرے سولہ حج کا ثواب لے لے اور یہ درد مجھے دے دے۔ تو حج نہ کرنے کا جو درد ہے وہ حج کے ثواب سے زیادہ ہے۔ اگر آپ کے دل میں صداقت پیدا ہو جائے تو سارا سفر صداقت ہی صداقت ہے۔ حج پر جانے والے کا ہر قدم ہی حج ہے اگر نیت ہو تو۔ اور اگر نیت نہ ہو تو پھر جانا بھی تکلیف ہے اور آنا بھی تکلیف ہے۔ پھر ایسے ہے جیسے نہ گیا۔

خرِ عیسیٰؑ را بہ مکہ بود
چوں بیاید ہنوز خر باشد

یعنی حضرت عیسیٰؑ کا گدھا بھی مکّہ کے سفر پر گیا تھا اور جب واپس آیا تو گدھے کا گدھا ہی تھا۔ توجہ رجوع کی بات ہے۔ اللہ کی طرف جو رجوع کرنا ہوتا ہے یہ انسان خود نہیں کرتا بلکہ یہ بزرگ لوگ ہوتے ہیں جو دنیاوی خواہشوں کے سفر میں اللہ کا رجوع کرا دیتے ہیں۔ بلکہ اللہ خود اپنی طرف رجوع کرا لیتا ہے۔ یہ اللہ کا اپنا کام ہے' کبھی آپ کو مال دے کے رجوع کراتا ہے' یعنی احسان کے ذریعے اور کبھی مال لے کے رجوع کراتا ہے۔ دونوں طریقے دونوں طرف سے ہیں۔ یعنی کبھی مال دے کے گمراہ کر دیتا ہے اور کبھی غریبی دے کے کافر بنا دیتا ہے۔ مال اگر مغرور کر دے تو کفر ہے اور اگر غریبی ناشکرا بنا دے تو یہ بھی کفر ہے۔ اس طرح غریبی بھی عذاب ہے اور مال بھی عذاب ہے اگر وہ خدا سے دور کرے۔ وہ غریبی رحمت ہے جو اللہ کی آگے جھک جائے۔ اگر کوئی غریب ہو اور اللہ کے آگے نہ جھکے' غریب ہو کے سنگ دل ہو تو سب سے بڑا بدقسمت آدمی وہ ہے۔ اور سب سے اچھی قسمت والا وہ ہے جو امیر بھی ہے اور رحم دل بھی ہے۔ وہ بہت اچھا آدمی ہوا کہ دنیاوی دولت بھی ہے اور دینی دولت سے بھی مالا مال ہے۔ اس لیے آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھیں۔ طلب کوئی بھی بری نہیں' دنیا کی طلب بھی بری نہیں' جو چیز یہاں ہے حق ہے' باطل تو ہے ہی کچھ نہیں۔ اگر آپ ڈاکٹر کے پاس جا رہے ہیں تو یہ

طلب بری نہیں ہے۔ طلب حق ہے۔ تو بات کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ یہ سارا کچھ اس نے پیدا کیا ہے۔ اس لیے آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو' دنیا بھی اس کی اور دین بھی اس کا۔ بس وہ اپنا بنا کے رکھے' یہ اس کی مہربانی ہے۔ اپنا بنانے کا ثبوت آپ اپنے دل میں کب دیکھیں گے؟ جب آپ کو کچھ حاصل ہو، آپ کے پاس اگر دولت ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی ہے تو کیا آپ اس کے نام پر دولت نثار کر سکتے ہیں؟ اگر آپ نثار کر سکتے ہیں تو یہ دولت رحمت ہے اور اگر نہیں کر سکتے تو یہ دولت تکلیف دہ ہے۔ آپ اپنی زندگی میں یہ ضرور جائزہ لیا کریں کہ آپ کسی ایسے دور میں' کیفیت میں داخل نہ ہو جائیں جب آپ کو دنیا چھوڑنا مشکل ہو۔ اللہ کے لیے وہ دور چھوڑنے کی ہمت ہونی چاہیے۔ بادشاہ کب تکلیف میں ہوتا ہے؟ جب اس کا حاصل کرنا آسان ہوتا ہے اور چھوڑنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن سب چھڑا دیا جاتا ہے۔ اس لیے یہ دیکھنا کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے رہیں' دن رات اور صبح شام۔ اللہ تعالیٰ خود ہی اپنی تمنا عطا فرماتا ہے۔ اولیائے کرام جو ہیں یہ وہ کام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد کر رکھے ہیں۔ کبھی دنیاوی ضرورت کو دین بنا دیتے ہیں' کبھی خود اس آدمی کی ضرورت بن جاتے ہیں اور اس کو اللہ سے رجوع کرا دیتے ہیں' کبھی اس کو ایسا پیغام دیتے ہیں جو آگے جا کے ہونا ہے مثلاً اُسے بتاتے ہیں کہ آپ کے والد صاحب جو فوت ہو چکے ہیں وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ کرنا ہے' فلاں جگہ یہ کام ہے۔ اس طرح اس کو پیغام مل جاتا ہے۔ اس لیے ان بزرگوں

کا بڑا کام ہوتا ہے۔ بزرگوں کو پیدا کرنے والا بھی اللہ اور بزرگوں کی ضرورت پیدا کرنے والا بھی اللہ ہے۔ نہ بزرگ کوئی شے ہے اور نہ Follower' یہ سارا اللہ کا اپنا کام ہے' کبھی اللہ کسی کو بزرگ بنا دیتا ہے اور کسی کو Follower بنا دیتا ہے' کھیل اس کے اپنے ہیں۔ آپ اللہ کی طرف رجوع رکھیں' سب کھیل سمجھ میں آ جائے گا۔

اب آپ اور سوال کریں ...... پوچھیں۔ آپ لوگ بولیں......

چوہدری صاحب بولیں......

سوال :-

اللہ تعالیٰ کا انعام کیا ہوتا ہے؟

جواب :-

اللہ تعالیٰ کا انعام ایک لفظ میں تو نہیں بتایا جا سکتا۔ آپ اتنی بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کا انعام یہ ہے کہ وہ انعام اس انسان کو اللہ کے محبوب ﷺ کے قریب لے آئے گا۔ ہر وہ چیز جو انسان کو اللہ کے محبوب ﷺ کے قریب لاتی ہے وہ چیز اللہ کا انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا احسان غریبی بھی ہو سکتی ہے' دولت بھی ہو سکتی ہے لیکن حضور پاک ﷺ کے قریب لانے والی چیز جو ہے یہ احسان ہے اور حضور پاک ﷺ سے دور لے جانے والی چیز ایک عذاب ہے۔ یہ چیز واضح ہو چکی ہے کہ اللہ کا احسان یہ ہے کہ وہ شخص حضور پاک ﷺ کے کتنا قریب ہے۔ تو جو قریب ہیں ان پر اللہ کا احسان ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ یہ لوگ

''انعمت علیہم'' والے ہیں جو کہ اللہ کے محبوب ﷺ کی محبت میں چل رہے ہیں یا کہ چلائے جارہے ہیں۔ چلنا بھی اس آدمی کا اپنا عمل نہیں ہے' یہ بھی اللہ کے کام ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کوئی آدمی محبت کرسکتا ہے' یہ محبت جو ہے یہ عطا ہوتی ہے ورنہ یہ کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

اور سوال بولیں......صوفی صاحب آپ بولیں...... پوچھیں......

سوال:۔

اس محبت میں انسان کو یکسوئی کیسے ہو؟

جواب:۔

اس کے لیے یہ کہتے ہیں کہ موت سے پہلے موت آجائے' پھر زندگی اور زندگی کی ضروریات' شرعی ضروریات سے بھی انسان غافل ہوجاتا ہے کیونکہ وہ ایک محبت کے خیال میں چل رہا ہوتا ہے اور اس سے آگے اُسے کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کیا ہوگا اور کیا نہیں ہوگا۔ وہ عبادت بھی کرتا ہے تو ہوش سے بیگانہ ہوتا ہے۔ وہ جیسے مرچکا ہوتا ہے۔ اور مرنے کے بعد جو اٹھا وہ اس خیال سے اٹھا۔ پھر اُسے زندگی کی ضرورت اور طرح سے نظر آئے گی' وہ ویسے نظر نہیں آئے گی جیسے ہوتی ہے۔ یہ آپ یاد کرلیں کہ اس طرح کی حالت ہوتی ہے وگرنہ اس کا طریقہ بہت مشکل ہوتا ہے۔ یہ میں نے پہلے بھی بتایا ہے کہ یہ جو محبت ہے انسان کے بس کی بات نہیں ہے اور یہ ان کی اپنی مہربانی ہے۔ اس لیے اس کا فارمولا بھی آپ دریافت نہیں کرسکتے۔ اس میں ضروری بات یہ

ہے کہ جن لوگوں سے آپ حضور پاک ﷺ کے حوالے سے کوئی Relation یا تعلق بناتے ہیں' ان لوگوں کے قریب ہونے کی کوشش کریں۔ ان کے پاس پھر یہ توجہ لینے کا کوئی نہ کوئی نسخہ ضرور ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو بھی آپ نے اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے لیے اپنے سفر کا ساتھی بنایا یا بزرگ بنایا' ان لوگوں کے قریب رہنا چاہیے۔ اور یہ محبت جو ہے یہ حاصل کرنے والے ایک کام ضرور کرتے ہیں کہ رات کو ضرور جاگتے ہیں اور ان کے لیے رات کا جاگنا فرض ہوتا ہے۔ نصف شب ہو' نصف سے ذرا کم ہو یا زیادہ ہو' لیکن اس محبت کی خاطر جاگنا ضروری ہے قم اللیل الا قلیلا۔ اور پھر اس محبت کے جلوے آشکار ہوتے ہیں۔ رات کا جاگنا' تہجد ان کے لیے فرض ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ سے محبت کرنے والوں کو دنیا میں' زندگی میں اور زندگی کے بعد' نمایاں کر رکھا ہے۔ جب کوئی بزرگ اپنے وصال کے بعد' انتقال کے بعد چلے گئے اور ان کے قبر پر گنبد ہو اور ان کے آستانے پر مسجد ضرور ہو' نماز جماعت کے ساتھ ہوتی ہو' لوگ ادب سے وہاں جاتے ہوں' قرآن خوانی ہوتی ہو' تو اس بزرگ کے بارے میں یہ پتہ چل جاتا ہے کہ وہ اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کے قریب ہے۔ اس بزرگ کے بارے میں آپ یہ سمجھیں کہ اللہ کے حبیب ﷺ کے لیے ان کے پاس کوئی راستہ ہے۔ تو وہاں آپ ادب کے ساتھ جائیں۔ ہر شہر میں ایسا کوئی نہ کوئی بزرگ مل جائے گا۔ آپ ان لوگوں کے پاس جائیں' ادب کے ساتھ جائیں تو کوئی نہ کوئی راستہ مل

جائے گا۔ جو لوگ اللہ کے حبیب ﷺ اور دین کے نام پر نثار ہو گئے، قربان ہو گئے، شہید ہو گئے، ان کی بھی یاد، یادداشت آپ کو کہیں نہ کہیں مل جائے گی۔ تو آپ تقرب اختیار کریں ...... تو آپ کو اللہ کے حبیب ﷺ کی یاد عطا ہوتی ہے، شہید سے عطا ہوتی ہے اور شہیدِ محبت سے بھی عطا ہوتی ہے۔ شہید تو Actual شہید ہو گیا اور ظاہر ہو گیا اور جو محبت میں گم ہو گیا وہ بھی اس محبت کا شہید ہے، مثلاً جس طرح لال شہباز قلندرؒ ایک نام ہے، ایک واقعہ ہے، آپ وہاں جائیں اور اسی طرح شرف بو علی پانی پتیؒ ایک نام ہے، میاں صاحب شیر محمد شرقپور شریفؒ، داتا صاحبؒ، میاں میر صاحبؒ...... یہ سارے ظاہر واقعات ہیں اور ادب کے ساتھ ان کا ایک گلدستہ کھلا ہوا ہے۔ تو آپ وہاں ادب کے ساتھ جائیں، حضور پاک ﷺ کی محبت کے لیے جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جائے گا اور ان کی یاد توجہ کے ساتھ مل جائے گی۔ بہر حال یہ یاد جو ہے یہ عطا ہوتی ہے، کسی نگاہ سے یہ عطا ہوتی ہے، خود بخود ہی ہوتی ہے۔ وہ آدمی جو حضور پاک ﷺ کی محبت کو تلاش کرنے کی خواہش کرے اور دنیاوی ضرورتوں کی خواہش بھی رکھے تو اس کے لیے مشکل ہو جاتی ہے۔ اس خواہش کے ساتھ آپ کوئی اور خواہش رکھ نہیں سکتے۔ کوئی اور خواہش نہ رکھی تو یہ محبت مل جائے گی، اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔ درود شریف کثرت سے پڑھا کرو، اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔ درود شریف اس کی کلید ہے۔ پھر وہ مل جاتا ہے۔ آپ کو یہیں کہیں نہ کہیں مل جائے گا۔ جس نے کبھی حضور پاک ﷺ کے دیکھنے والے

کو دیکھا، اس نے دیکھنے والے کو دیکھا تو من رآنی فقد ر آ اللہ جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ کو دیکھا۔ اور جس نے آپؐ کے دیکھنے والے کو دیکھا اس نے گویا آپؐ کو دیکھا۔ اس طرح آپ کو کئی آدمی مل جائیں گے جو سینہ بہ سینہ دیکھتے چلے آ رہے ہیں، وقتاً فوقتاً۔ دیکھنے والی کوئی آنکھ مل جائے تو پھر دیدار کی صورت نکل آتی ہے۔ بہرحال آپ درود شریف کثرت سے پڑھو، تنہا بیٹھو، رات کو جاگو اور اللہ تعالیٰ سے اور کوئی سوال نہ کرو، صرف یہ کہو کہ یا اللہ اپنے محبوبؐ کی محبت عطا فرما۔ پھر یہ عطا ہو جائے گی۔

اور سوال پوچھو...... کچھ نہ کچھ بولو...... یہ اچھا ہوتا ہے......

سوال:-

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ کون سا علم جو ہے وہ صحیح ہے؟

جواب:-

دیکھو یہ بڑے غور والی بات ہے کہ کسی زمانے میں پرانے زمانے کے لوگوں کے عمل کے ریکارڈ کو علم کہتے تھے۔ مثلاً ایک جگہ سے سکندر اعظم کا قافلہ گزرا۔ یہ اس کا عمل تھا اور آپکا علم بن گیا۔ اسی طرح جب یہ کہتے ہیں کہ یہاں دارا رہتا تھا، یہاں پورس رہتا تھا، یہاں سے ہاتھی گزرے اور سکندر اعظم سے جنگ ہوئی، یہ پانی پت ہے...... تو یہ سارا عمل ہے اور عمل کا ریکارڈ ہے۔ مثلاً سقراط نے یہ بات کہی تھی، تو یہ اس کا عمل ہے اور ہمارا علم بن گیا ہے۔ تو یہ جو علم ہے یہ کسی عمل کا ریکارڈ ہے۔ عمل کے ریکارڈ کو اگر علم کہا جائے تو یہ علم تو ہوگا مگر

آپ کے مطلب کی بات نہیں ہوگی کیونکہ آپ نے اس علم کی تلاش کرنی ہے جو آپ کو عمل دے۔ اب اللہ تعالیٰ نے جو علم عطا فرمایا' مثلاً یہاں پر بنی اسرائیل گمراہ ہوئی تو تم اب یہ کام نہ کرو بلکہ اب تم یوں کرو۔ تو ساتھ ہی ایک عمل کی بات بتادی گئی۔ اسی طرح اللہ نے مکڑی کے جالے کی بات کی۔ یہ جالا کمزور ترین مکان ہے لیکن قوی ترین دلیل ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بیان کیا ہے یہ مقامِ غور ہے یا مقامِ عمل ہے۔ یہ اللہ کا علم ہے جو اللہ نے عطا فرمایا۔ آپ سارا قرآن پڑھتے جائیں تو عمل کے بغیر یہ علم سمجھ نہیں آئے گا۔ ذلک الکتب لا ریب فیہ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ھدی للمتقین اس میں متقی لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور متقی وہ لوگ ہیں جو اللہ کا کام کریں۔ تو اللہ کا علم ایسا ہے کہ فوراً عمل پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے عمل کو آپ علم کہیں، اصل میں انسان کچھ بھی نہیں جانتا' انسان صرف وہ جانتا ہے جو وہ عمل کر رہا ہے۔ اس نے باقی علم تو پہلے ہی چھوڑ دیا' ایک علم رہ گیا ہے اور وہ ہے عمل والا' اب اس کو اپنا علم کہتا ہے اور اسی کو اپنا عمل کہتا ہے اور باقی صرف باتیں ہیں۔ اس لیے وہ علم جو عمل میں آیا وہ آپ کا علم ہے۔ اس لیے آپ ایک علم رکھتے ہیں جو کہ آپ کا عمل ہے۔ تو آپ اپنے عمل کو ہی علم کہیں اور علم کو عمل کی طرف لے جائیں۔ اگر عمل، عمل کے تابع ہوگیا تو یقیناً علم، علم کے ساتھ مل جائے گا اور پھر اپنا اپنوں مین جا ملے گا۔ یہ سب کیسے ہوگا؟ عمل کے ساتھ۔ باقی لوگوں کے عمل کے جو ریکارڈ ہیں وہ تو اللہ کی دنیا کی رونقیں ہیں کہ

اُس نے یہ کہا' اس نے یہ کہا۔ اسی طرح اسلامی تاریخ ہے' کہ ایک بزرگ نے یہ کہا' دوسرے نے یہ کہا' کسی نے کوئی خط لکھا...... آپ یہ نہ کرنا کہ نماز کا وقت ہو اور آپ صرف نماز کے متعلق کتابیں پڑھتے جائیں۔ کون سی چیز ضروری ہے؟ پہلے نماز پڑھی جائے اور کتابوں کو رہنے دیا جائے' نماز پر کتابیں نہ لکھنا' باب الصلوٰۃ تیار نہ کرنا' یہ نہ کہنا کہ ایسی کتاب انقلاب پیدا کر دے گی...... انقلاب کو رہنے دو اور پہلے نماز پڑھ لو۔ تو یہاں پر انسان گمراہی کر جاتا ہے۔ انسان عمل کی پیروی میں عمل کر جائے تو پھر باقی کا سارا علم آسان ہو جائے گا۔ جو یہ کہتا ہے کہ میں والدین کے حقوق پر کتاب لکھ رہا ہوں اور خود اس کے لیے کچھ نہیں کرتا' تو اُسے چاہیے کہ بوڑھی ماں کو چائے پلا دے۔ تو ماں کو وقت پر چائے پلا دینا اور والدین کے حقوق پر کتابیں نہ لکھنا۔ آپ کو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اس زندگی میں' اس کائنات میں سب نے چلے جانا ہے' رخصت ہو جانا ہے' اس کائنات میں اپنی زندگی کے دوران کوئی ایسا علم تلاش کرنا جو عمل بن جائے۔ بس یہ تلاس کرتے جانا کہ راستے میں کیا کرنا ہے اور عمل کی کوئی نہ کوئی صورت ڈھونڈتے جانا' یہ کام کر لیا جائے' وہ کام کر لیا جائے' یہ نیکی یوں کر دی جائے' ایسا فائدہ ہو جائے گا ...... تو عمل کو آپ علم کہیں' جو عمل میں نہ آیا اُس کو آپ علم نہ کہیں۔ اس طرح آپ کو بہت آسانی مل جائے گی۔

تو علم کیا ہے؟ جو بات عمل میں آ جائے۔

اور سوال پوچھو...... بولو...... کوئی بھی بات ہو تو......

یہ اس زمانے کی ٹریجڈی ہے کہ نہ آپ کسی کو بچا سکتے ہیں، نہ کسی کو Change کر سکتے ہیں، شیر گرجتا ہی رہے گا' یہ اس کی فطرت ہے' وہ گوشت بھی کھائے گا' گھوڑے ویسے ہی بولتے رہیں گے جیسے بولتے ہیں، ہنہناتے رہیں گے اور گھاس کھاتے رہیں گے...... آپ کر کچھ نہیں سکتے۔ Total کائنات کو آپ Change نہیں کر سکتے' سورج نکلے گا اور ڈوبے گا Permanently۔ جو کام آپ کر نہیں سکتے اُسے کرنے کی کوشش نہ کرنا کیونکہ سورج مشرق سے نکلے گا اور مغرب میں ڈوبے گا۔ اگر کوئی سورج کو مغرب سے نکال لایا تو یہ اس کا عمل ہوگا اور آپ کا عمل نہیں ہوسکتا۔ یہ خدا کا عمل ہے یا خدا والوں کا عمل ہے۔ تو آپ سورج کے مشرق سے نکلنے اور مغرب میں ڈوبنے میں دخل نہیں دے سکتے۔ نظامِ کائنات جو ہے وہ As it is چلتا جائے گا' شمس و قمر' شجر و حجر' زمین و آسمان' دریا اور پہاڑ سب ایسے ہی رہیں گے' بلبلیں گانے گاتی رہیں گی' زخمی ہوں گی تب بھی گانا گائیں گی' یہ ان کا مزاج ہے' ہر سال بہار آئے گی اور بہار میں پھول کھلیں گے' ہر سال رونقیں ہوں گی' زمین پہ' بازاروں میں رونقیں رہیں گی' بندے رہیں گے لیکن آشنا نہیں رہیں گے۔ آشنا رخصت ہو جاتے ہیں۔ کبھی آپ اپنے سنگ کے لوگوں کو گننا شروع کر دیں تو میرا خیال ہے کہ جتنے ساتھی موجود ہیں اس سے زیادہ چلے گئے ہیں۔ تو وہ لوگ چلے گئے' کہیں نہ کہیں نکل گئے' تو یہ واقعہ ہوگا۔ اگر آپ دیہات والوں کو یہ کہیں کہ آپ لوگوں کو فی کس پانچ ہزار روپے دیں گے اور

آپ لوگ شہر میں آ کے رہو تو کبھی بھی سارے نہیں رہیں گے۔ وہ وہاں آسودہ حال ہیں اور وہیں رہیں گے۔ شہر والے شہر میں رہیں گے جیسے رہ رہے ہیں۔ اِکّا دُکّا کوئی گاؤں والا شہر میں آ جائے گا اور شہر والا گاؤں میں جائے گا لیکن مجموعی طور پر آبادی وہیں کی وہیں رہے گی۔ دریا رواں رہے گا اور سمندر میں جا کے ملے گا۔ آپ نے اپنی زندگی میں دین کو مان لیا ہے' اس طرح بات آسان ہوگئی ہے کہ آپ ایک دین میں آ گئے' اب یہاں نصیحت کا وقت آ گیا کیونکہ آپ دین میں داخل ہوگئے۔ اس دین میں' اسلام میں داخل ہونے کے بعد آپ کسی مسلمان پر تنقید نہ کرنا۔ یہ نصیحت نمبر وَن ہے۔ یہ قبول کرنے والے کی مرضی ہے کہ وہ کیا قبول کرتا ہے۔ اب اسلام میں داخل ہونے کے بعد علم الاسلام نہ پڑھنا...... یہ میں آپ کے کان میں بات کر رہا ہوں' کسی کو نہ بتانا' کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ پھر کیا کرنا؟ اسلام کا عمل کرنا۔ اسلام کا عمل یہ ہے کہ جو کمائی کرتے جا رہے ہو وہ کمائی کرتے جاؤ' کمائی کرتے رہنا اور کمائی کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ یہ بڑی بات ہے۔ بچوں کی دیکھ بھال کرنا بڑی بات ہے۔ بچوں کی دیکھ بھال چھوٹی بات نہیں ہے بلکہ اس میں پوری زندگی لگتی ہے۔ پڑوسی کے حقوق کا خیال کرنا پوری عملی زندگی ہے۔ آپنے بزرگوں کا احترام اور بچوں سے شفقت عملی زندگی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے حکم کیے ہیں وہ پورے کرنا عملی زندگی ہے۔ مسلمان کے پاس تو علم کو علم کے طور پر پڑھنے کا وقت ہی نہیں ہے۔ اس لیے آپ عمل والے مسلمان بنیں' علم والے نہ بننا کہ کتابیں لکھتے جاؤ

اور کتابیں پڑھتے جاؤ...... مسلمان عمل کا نام ہے۔ آپ عمل کرتے جائیں۔
جس سے آپ خفا ہیں اسے راضی کرلو اور جو آپ سے خفا ہے اُسے بھی راضی کر
لو۔ ایک دوسرے کو معاف کردو۔ جس کو آپ مانتے ہیں اس بزرگ سے اس کا
علم نہ لو بلکہ اس کا عمل مانگو، ایسا عمل جو آپ کے عمل میں اُتر جائے۔ علم کے طور
پر عمل نہ مانگنا۔ صرف یہ نہ کہنا کہ ہمارے بزرگ نے تو کمال ہی کر دیا کہ یہ کام
کر دیا...... کیا اس عمل میں سے آپ کے عمل میں کوئی فرق آیا۔ اگر اُن کا کوئی
عمل آپ میں نہیں اترا تو پھر کیا فائدہ۔ تو آپ وہ عمل اتاریں جو کہ آپ بیان
کر رہے ہیں۔ اگر آپ کو پھول نظر آتے ہیں تو انہیں اتارلیں، لکیر لیں
اور کہیں کہ میں نے یہ بات اپنے بزرگ سے سیکھی ہے اور یہ میں نے اپنے عمل
میں اُتاری ہے۔ اب آپ یہ نہ کہنا کہ ہمارے بزرگ کا اتنا بڑا عمل ہے کہ میں
تو وہ کر نہیں سکتا۔ اگر آپ وہ نہیں کر سکتے تو ان کی محبت کے علاوہ کوئی اور محبت
نہ کرنا۔ اگر آپ اس محبت میں گم ہو گئے تو گم ہونے والے میں ان کا کوئی نہ
کوئی عمل اُتر آتا ہے۔ کیونکہ گم ہونے کے بعد تو وہ عمل ملتا ہے۔ آپ تمام چشتی
اور قادری لوگ مولا علیؑ کو مانتے ہیں۔ ایک بزرگ تھے بوعلیؒ یعنی شرف۔ ان
سے پوچھا گیا کہ آپ کی کیا صفت ہے؟ انہوں نے کہا محبت کا رجوع ہے۔
رجوع سے حاصل کیا ہو رہا ہے؟ بوئے علیؑ یعنی کہ اصل میں علیؑ کی خوشبو۔ ان
کا اتنا قرب ہو گیا وہ اپنی ذات میں ایک نایاب شے ہو گئے۔ تو اتنا رجوع ہوا
کہ ان میں وہ خوشبو آ گئی، وہ واقعہ ہو گیا۔ اسی طرح جو بھی اپنے بزرگ کے

خیال میں جتنا گم ہو گیا اس بزرگ کی یاد اس پر اتنی نازل ہو گئی کہ اس میں ویسا عمل اُتر گیا۔ تو یہ خوشبو آ جاتی ہے اور پتہ چل جاتا ہے کہ یہ کون ہے۔ یا تو آپ کو اپنے بزرگوں کی اتنی محبت عطا ہو جائے کہ ان کا عمل خود بخود ہی نازل ہونا شروع ہو جائے یا ان کو دیکھ کے آپ اپنے آپ میں کوئی عمل نازل کر لیں، یا پھر پوچھ کے کچھ کر لو کہ میں یہ کام Permanently آپ کے حکم کے مطابق کرنا چاہتا ہوں۔ وہ کہیں گے کہ یہ کام کرتے جاؤ۔ تو آپ وہ کرتے جائیں۔ اس میں فیض ہو جائے گا۔ تو آپ عمل اتاریں۔ پھر کوئی نہ کوئی خاص واقعہ ہو جائے گا۔ یہاں پر یہ غور کریں کہ جتنے ہمارے بزرگانِ دین ہیں، سب کا مزاج الگ الگ ہے، سب کا شعبہ الگ الگ ہے، ظاہر الگ الگ ہے، دین ایک ہے لیکن ظاہر الگ الگ ہے، کوئی لنگوٹ باندھ کے بیٹھا ہے، کوئی شریعت میں مصفا ہو کے بیٹھا ہے، کوئی کسی اور انگ میں بیٹھا ہے......اب یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ ہر رنگ میں اللہ تعالیٰ نے ایک رونق لگائی ہے۔ آپ کسی ایک رنگ میں ڈھل کے دیکھیں گے تو پھر بات سمجھ آئے گی کہ یہ قصہ کیا ہے۔ میں نصیحت یہ کر رہا ہوں کہ ان لوگوں میں سے کسی پر تنقید نہ کرنا۔ یہ سارے رنگ اس کے اپنے ہیں اور ہر رنگ میں وہ آپ خود کھیلتا ہے اور رونق لگائی ہوئی ہے۔ جب تک آپ کے پاس کوئی اپنا رنگ نہ ہو آپ کسی رنگ پر تنقید نہ کرنا۔ پھر آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے گی۔ اگر آپ کو اپنے ماں باپ کبھی مزار کی شکل میں مل جائیں تو ان کے مزار سے فیض لے لو، ان کو آپ باقاعدہ

استحقاق جتا سکتے ہیں جس طرح آپ بزرگانِ دین سے کہتے ہیں۔ ان کا رابطہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے ماں باپ سے رابطہ ہو سکتا ہے' ان سے رابطہ جلدی مل جاتا ہے۔ اپنے خاندان کا آدمی ہو تو رابطہ جلد ہو سکتا ہے' بات آسان ہو جاتی ہے۔ آپ یہ سمجھیں کہ گزرے ہوئے انسان کی ولایت آپ کا حسنِ خیال ہے۔ والدین کو ضرور حسنِ خیال میں رکھو۔ پھر آپ کو بات مل جائے گی۔ یہ جو راز میں نے آپ کو بتا دیا ہے اس سے آپ کو آسانی ہو جائے گی۔ میں پھر دُہراتا ہوں' والدین وصال کے بعد اپنی اولاد کے لیے اولیاء ہیں۔ اور یہ پکی بات ہے! اس کو یاد رکھنا۔ وہ شخص جو اپنے والدین کے مزار پر نہیں جاتا بلکہ کسی اور مزار پر جاتا ہے تو یہ ٹھیک بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ایک خاص رنگ دیتا ہے کہ تم اپنی اولادوں اور آنے والی نسلوں کو اثر دے دو۔ یہ ان کی ولایت ہے۔ اللہ ان کو اولادوں کے لیے ولایت کا رنگ دیتا ہے۔ پھر بزرگانِ دین کے پاس کیا ہوتا ہے؟ ان کو ہمہ حال سب لوگوں کے لیے ملتا ہے' جو آیا اس کے لیے فیض ہوتا ہے' فیضِ عام ہوتا ہے۔ گنج بخشِ فیضِ عالم اُن کا نام ہے۔ اولاد کے لیے ماں باپ جو ہیں ان کو فیضِ خاص ملتا ہے۔ تو اپنے بزرگوں کے مزاروں کی طرف رجوع کرنا بڑا ضروری ہے۔ بس پھر آپ کو بہت آسانی کے ساتھ بات سمجھ آ جائے گی۔

تو علم کیا ہے؟ جو عمل میں آ گیا......

ہاں اب اور پوچھو ...... حافظ صاحب پوچھیں ...... بولیں...... کوئی

بات پوچھ لو......

سوال:۔

ایک مرتبہ میں نے پریشانی کے عالم میں اپنے والد مرحوم سے رابطہ کیا تو میرا کام ہو گیا تھا۔

جواب:۔

ہاں یہ ٹھیک ہے۔ یہ نیک لوگ ہوتے ہیں' فیض دینے والے' اصلاح کرنے والے' ٹریننگ دینے والے' روحانیت سکھانے والے۔ کچھ بزرگوں کے آستانے بھی بنے ہوتے ہیں' وہ قطب بھی ہوتے ہیں' قطبِ ارشاد بھی ہوتے ہیں' اپنی جگہ پر کھڑے رہنے والے' قائم رہنے والے بھی ہوتے ہیں' پھر وہ بات کرتے ہیں اور بات آگے سے آگے نکل جاتی ہے اور کام بنتا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا میں کچھ انسان ایسے مقرر کر رکھے ہیں جن کا نام ہے صاحبانِ خدمت' وہ گم صُم ہوتے ہیں' نظر بھی نہیں آتے' کبھی آپ کو بہت تکلیف ہو اور آپ اللہ کی طرف رجوع کریں تو کوئی بندہ اس تکلیف کا مداوا بن کے آجائے گا' علاج کر کے چلا جائے گا اور پھر کبھی نظر نہیں آئے گا۔ یہ صاحبانِ خدمت جو ہیں یہ ہر وقت مامور رہتے ہیں۔ تو ان کا نام صاحبانِ خدمت ہے۔ ان میں سے کچھ چھوٹے کمروں میں بیٹھے ہوتے ہیں' کوئی چیز لے کے بیٹھے ہوتے ہیں' کسی کو نمک دم کر کے دے دیا' کسی کو کچھ کر دیا' کسی کو کہا کہ وظیفہ کر لو۔ تو یہ صاحبانِ خدمت ہوتے

ہیں۔ اُن لوگوں کا کام ہے کہ دکھی انسانیت کی خدمت کریں اوران کی خدمت ہوتی ہے بغیر کسی دین کے تقاضے کے۔ جو بھی دکھی انسان آئے گا اس کی خدمت کرتے ہیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھے ہیں۔ کچھ ایسے بندے ہیں جو ویسے تو گم رہتے ہیں مگر جب خاص طور پکارا جائے تو وہ آجاتے ہیں، وہ غیب کے اندر رہتے ہیں، حاضر اور موجود نہیں رہتے، وہ صرف آپ کی اس پکار یا فریاد پر آتے ہیں جب آپ کو دینی سطح پر کوئی زیادہ تکلیف ہو۔ پھر ہی وہ آتے ہیں۔ صحرا میں جب راستہ بھول جائے اور انہیں پکارا جائے تو وہ آ کے راستہ دکھا جاتے ہیں کہ ادھر سے چلے جاؤ، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ پہاڑی کا راستہ گم ہو جائے، زندگی کا راستہ گم ہو جائے، بعض اوقات جب انسان فیصلہ نہ کر سکتا ہو اور وقت تھوڑا ہو اور پکارے تو وہ آ کے فیصلہ کرا دیتے ہیں۔ ایسا ہوتا ہے! یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ اس لیے آپ یقین رکھیں اور دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے سارے فیصلے کر رکھے ہیں، صرف آپ نے دیکھنا ہے۔ زندگی کے پیدا ہونے کے عمل کو آپ نے دیکھ لیا اور اب آپ یہ سمجھ لیں کہ موت بھی آ رہی ہے۔ کوئی بھی پیدا نہیں ہو سکتا جب تک اس کے ساتھ موت پیدا نہ ہو۔ ساتھ ساتھ یہ وقت مقرر ہو گیا ہے اور یہ سارا فیصلہ ہو چکا ہے۔ ابھی آپ نے اپنی موت نہیں دیکھی۔ کچھ عرصہ بعد یہ واقعہ بھی ہو جائے گا۔ اس لیے آسان طریقہ یہ ہے کہ جو آتا ہے وہ دیکھتے جاؤ، یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے۔ اس کی طرف رجوع رکھو۔ اس طرح اصلاح بھی ہو جائے گی اور دوسرے

واقعات بھی ہو جائیں گے۔ پھر آپ جو چیز چھوڑ نہیں سکتے کل وہ خود چھوڑ دیں گے۔ جب آپ کو کہا گیا تھا کہ کھانا کم کھایا کرو تو آپ نے کہا کم کھانا بہت مشکل ہے۔ آج پوچھا کہ کھانا کم کیوں کھایا تو آپ نے کہا کہ معدہ کام نہیں کر رہا۔ تو کھانا خود بخود ہی کم ہو جائے گا۔ پھر پوچھا کہ تم زیادہ پیسہ نہیں کمار ہے تو اس نے کہا کہ پیسہ نہ مجھے موت سے بچا سکتا ہے' نہ پیسہ عزت دے سکتا ہے' بچہ بیمار ہو تو پیسہ نہیں بچا سکتا بلکہ اللہ کا فضل ہی بچا سکتا ہے۔ تو پیسہ ایسا کوئی کام نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ یہ آپ کی انا ہے۔ امیر آدمی نہ بیماری سے محفوظ ہوتا ہے' نہ بدنامی سے محفوظ ہوتا ہے' نہ موت سے محفوظ ہوتا ہے...... تو پیسہ کیا کرتا ہے؟ تو بات اتنی ساری ہے کہ یہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اگر اللہ کا فضل ہو جائے تو پھر آپ کو ساری بات سمجھ آ جائے گی۔ آپ اللہ کی طرف رجوع رکھیں' بزرگوں سے عمل مانگیں اور دعا کریں کہ کسی بزرگ کا کوئی عمل آپ کو مل جائے' اس پہ راضی ہو کے آپ محنت کرتے جائیں۔ وہ ایک عمل ہی آپ کو بزرگ کے ساتھ ملا دے گا۔ اس طرح وصال کی راہ پیدا ہو جائے گی۔ تو آپ دعا کرتے جائیں' کرتے جائیں اور رجوع کرتے جائیں۔ باقی یہ کہ زندگی کا سارا فیصلہ ہو چکا ہے۔ گھبرانے والی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو مسلمان پیدا کیا تو سمجھ لو کہ اللہ آپ پر مہربان ہے۔ وہ کافروں کو بھی پیدا کرتا ہے جنہیں پتہ نہیں کہ اسلام کیا ہے۔ تو اللہ آپ پر بڑا مہربان ہے۔ یعنی کہ وہ اللہ جو چھپکلی کو پیدا کرتا ہے' ریچھ کو پیدا کرتا ہے اور مگرمچھ کو پیدا کرتا ہے'

اسی اللہ نے آپ کو انسان بنایا۔ یعنی کہ اللہ مہربانی کی طرف مائل ہے۔ اور جس نے انسانوں میں کافر پیدا کیے اس نے آپ کو مومن پیدا کر دیا۔ تو آپ شکر تو کرو۔ اب اللہ آپ کی طرف ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے محبوب ﷺ کی محبت آپ کو عطا کر دی' اُن کی امت میں سے پیدا کر دیا۔ تو اللہ آپ کی طرف ہے۔ آپ کے لیے تو بنا بنایا کھیل ہے اور آپ خواہ مخواہ پریشان ہوتے جا رہے ہیں۔ سارا کچھ تو اس نے دے دیا ہے آپ کو۔ جس نے اپنا محبوبؐ آپ کو عطا کر دیا ہے اُس نے اپنے پاس کیا رکھنا ہے۔ اس لیے آپ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا انتظار کرو۔ یا تو آپ نے اسلام کمایا ہو۔ مگر اسلام بھی آپ کو عطا ہوا' انسان بھی آپ پیدائشی ہو گئے' اور ہر شے آپ کو عطا ہو رہی ہے' تو وہ راستے بھی آپ کو عطا ہوں گے بلکہ ہر شے عطا ہو گی۔ اب آپ انتظار کریں۔ سب سے اچھا عمل اچھے انتظار کا نام ہے' حسنِ انتظار ہی حسنِ عمل ہے۔ بس Wait کرو اور دیکھو کہ کیا ہونے والا ہے۔

مشکل تو نہیں ان موجوں میں
بہتا ہوا ساحل آ جائے

اللہ خود کہتا ہے کہ اگر خزاں کے زمانے آئیں تو مایوس نہ ہونا' انتظار کرنا، ایک شام ایسی ہوا چلاؤں گا کہ صبح بہار ہوئی پڑی ہو گی' خشک ٹہنیوں سے پھول نکل آئیں گے۔ یہی تو اللہ کرتا ہے' وہ کام ہی یہی کرتا ہے کہ خزاؤں سے بہاریں پیدا کرتا رہتا ہے۔ آپ کو بہاریں دکھائیں اور رونقیں دکھائیں۔

آپ خود کاری گری نہ کرنا......

وماعلینا الا البلاغ......دعا کرو اللہ تعالیٰ آپ سب لوگوں کو اپنے فضل میں رکھے، اپنی رحمت میں رکھے......

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ محمد و اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین اٰمین برحمتک یاارحم الراحمین.
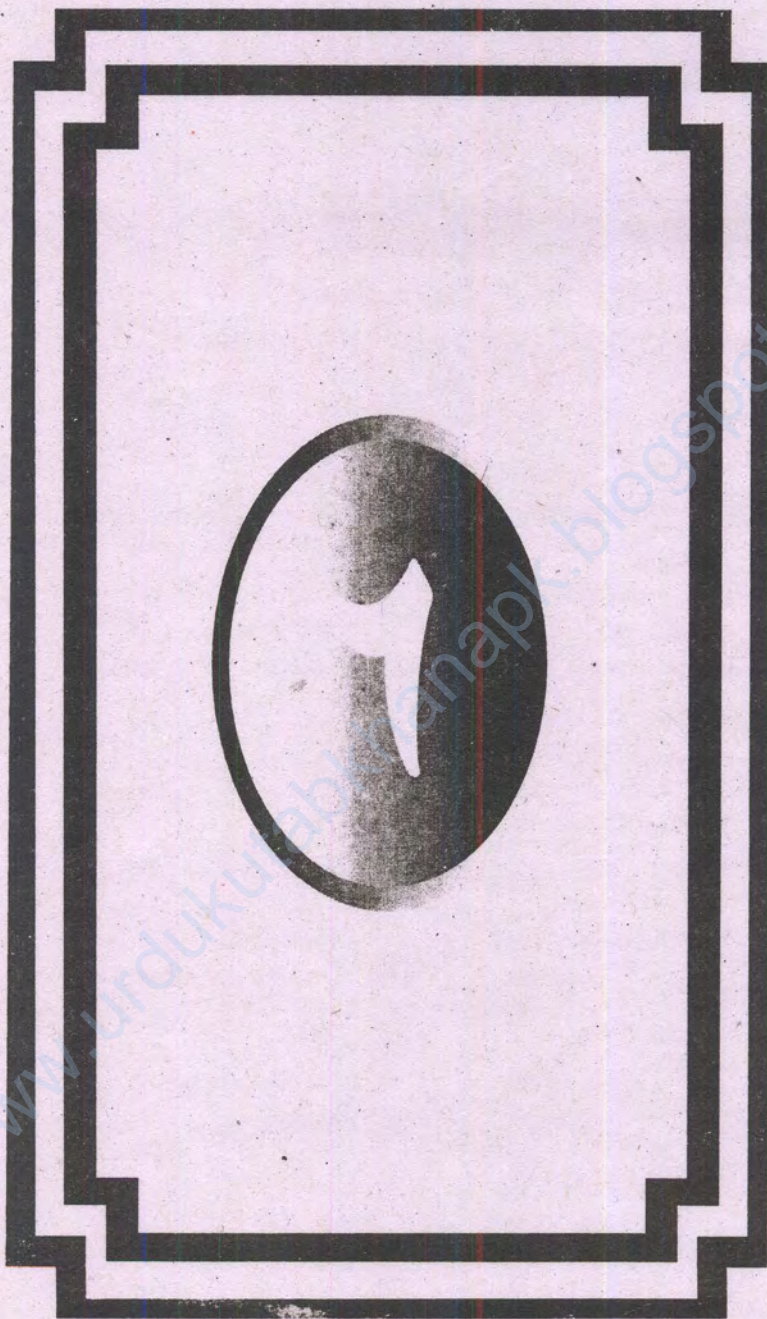
۱ یہ جو دنیا میں ہمیں ظلم نظر آتا ہے یہ حقیقت میں کیا ہے؟

۲ بات تو آپ نے صحیح فرمائی۔ لیکن جب انسان پر گزرتی ہے تو بڑی دِقت ہوتی ہے؟

۳ دل کی حالت ایک جیسی نہیں رہتی، کبھی تو عذاب اور تکلیف کی آیات پر کوئی رقت طاری نہیں ہوتی اور کبھی عام آیات پہ آنسو نکلنے لگ جاتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

۴ ایک دن آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد یا ذکر انعام ہوتا ہے، کیا وہ ہم جیسوں کو میسر آ سکتا ہے؟

۵ یہ کیسے پتہ چلے گا کہ ہماری زندگی میں کوئی واقعہ فطرت کی طرف سے ہے یا ہمارے اپنے عمل کی وجہ سے ہے؟

۶ ہم جاگتے میں جو خواب دیکھتے ہیں ان سے چھٹکارا کیسے حاصل کریں......

۷ یہ کشمیر کے معاملے میں جو کچھ ہو رہا ہے تو پاکستان کے لیے تو کوئی خطرہ نہیں ہے؟

سوال:-

یہ جو دنیا میں ہمیں ظلم نظر آتا ہے یہ حقیقت میں کیا ہے؟

جواب:-

سب سے بڑا ظلم تو یہ ہے کہ ایک زندگی' جو زندہ رہ کر چل رہی ہے' وہ زندگی ہے اور اس کے اوپر موت کو کھڑا کر دیا جائے جو زندگی کو کاٹ دے۔ یہ دیکھنے میں ظلم ہے' کہ بندہ زندہ ہے' چل پھر رہا ہے' زندگی کے اندر خوش ہے اور اس کے بچوں کو بھی اس کی ضرورت ہے' اس کے ماں باپ کو بھی اس کی آرزو ہے' دوست یاروں کے اندر بھی بڑا Respected ہے' اور بظاہر بڑا Important آدمی ہے اور اس کی زندگی پر موت کی تلوار گری' جس نے زندگی کو کاٹ دیا ہے۔ تو بظاہر یہ ظلم لگتا ہے۔ لیکن یہ سوال کہ یہ جو دنیا میں بظاہر ظلم نظر آتا ہے یہ کیا ہے؟ زندگی جو چل رہی ہے اس چلتی ہوئی زندگی کو روکنے والی ایجنسی زندگی کی تمنا کرنے والوں کو ظلم معلوم ہوگی۔ جن کے پاس

زندگی کی تمنا ہے وہ کہیں گے کہ یہ دیکھو بڑا ظلم ہو گیا' بندہ ہی مر گیا۔ خوش رہنے والے کو اگر غم مل جائے تو وہ کہتا ہے کہ یہ ظلم ہو گیا۔ اور اس کی ماہیت یہ ہے کہ اگر آپ اسے Physical level پر سوچو تو اگر دنیا میں موت نہ آئے تو لوگ ویسے ہی مرنا شروع ہو جائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ پھر تو یہاں رہنے کی جگہ ہی کوئی نہ رہے گی' بندہ بندے کو کھانے لگ جائے گا۔ اور اگر قبرستان ہی پھیلنا شروع ہو جائیں تو نظام عالم بھی ختم ہو جائے۔ شکر ہے کہ ایک قبر کے اندر بہت سارے مردے دفن ہو جاتے ہیں ورنہ تو جگہ نہ رہے۔ تو یہ جو ظلم نظر آ رہا ہے' اگر سوچا جائے' اگر زندگی دینے والے سے پوچھا جائے کیونکہ ہمارے عقیدے اور اصل عقیدے کے اندر یہی بات ہے کہ زندگی بنانے والی کوئی ذات ہے اور اس ذات کا نام For the sake of definite death ''اللہ'' رکھا ہوا ہے اور اللہ زندگی کا خالق ہے اور اس نے فرمایا ہے کہ ہم نے زندگی اور موت کو خلق کیا یہ دیکھنے کے لیے کہ آپ عمل کیا کرتے ہیں؟ مطلب کیا ہوا؟ کہ خالق جو ہے اس نے جیسے زندگی کو پیدا فرمایا' اس نے اسی طرح موت کو پیدا فرمایا' اب موت اپنا عمل کر رہی ہے' زندگی اپنا عمل کر رہی ہے' لہٰذا ظلم کچھ بھی نہیں ہے! تو ظلم جو ہے یہ تمہارے احساس ہی کا نام ہے یعنی کہ آپ ذرا غور کرو تو اگر موت نہ ہو تو کیا کیا دقتیں ہو جائیں؟ پیدا کرنے والے کی منشاء ہے زندگی اور موت' **كل نفس ذائقة**

الــمـوت آپ کے سامنے ایک مشاہدہ ہے کہ درخت پیدا ہوتا ہے بیج سے‘ پودے سے‘ وہ درخت بڑا توانا ہونے کے بعد مرجھا کے لکڑی بن جاتا ہے۔ اور پھر ختم ہو گیا یعنی جل گیا۔ تو یہ Process صدیوں سے چلا آ رہا ہے

روزِ اوّل سے یہی ہے زندگی کا سلسلہ
موت کیا ہے زندگی کا آخری اک مرحلہ

تو موت اک آخری مرحلہ ہے۔ گویا کہ ہر چیز جو ہے یہ آغاز اور پھر انجام کے درمیان چل رہی ہے‘ انجام کے بعد یا ہر انجام کے بعد ہر قسم کے جو سمجھ آنے والے انجام ہیں‘ اس کے بعد رہنے والی ذات وہ ہے جو اللہ کریم کی ذات ہے جو ہر آغاز سے پہلے اور ہر انجام کے بعد ہے۔ ورنہ باقی تو ہر چیز کے اوپر آغاز اور انجام لگا ہوا ہے۔ روح کیا ہے؟ آغاز اور اس کا انجام جو ہے وہ کیا ہو گا؟ Infinity ہو گی۔ لیکن روح کے اندر آغاز ہے۔ اللہ کریم جو ہے ہر آغاز سے پہلے اور ہر انجام کے بعد ہے۔ خالق وہی ہوتا ہے جو ہر آغاز اور انجام سے آزاد ہو۔ پھر ہی وہ خالق ہوتا ہے۔ تو جو ظلم آپ کو نظر آ رہا ہے مثلاً شکاری باز یا شاہین نے چڑیا پکڑ لی‘ کبوتر پکڑ لیا اور کھا گیا۔ یہ بڑا ظلم ہے کہ خوب صورت کبوتر کو ایک شاہین کھا گیا یا ایک باز اور شکرا کھا گیا۔ اب اگر اس ظلم کو آپ بند کر دیں گے تو یہ ایک اور ظلم ہو جائے گا کیونکہ وہ تو اس کی خوراک ہے۔ گویا کہ جو فالکن کی خوراک ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ

Preserve رکھا ہوا ہے۔ اب یہ ظلم کوئی نہیں بلکہ اسے کھانا اس کا اپنا حق ہے اور دیکھنے والا جو منشائے فطرت کو نہیں جانتا وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ ظلم ہو گیا۔ اگر کہیں کسی نے گولی چلا دی اور بندہ مر گیا تو بظاہر دیکھنے میں بڑا ظلم ہے لیکن یہ منشائے فطرت کے مطابق چل رہا ہے۔ جس طرح اللہ کے کئی نام ہیں' اللہ کے محبوب ﷺ کے کئی نام ہیں' ہر چیز کے کئی کئی نام ہیں' تو عزرائیل علیہ السلام کے نام بھی بہت ہیں' ایک اس کا نام ہے ہارٹ ٹربل' عزرائیل کا ایک نام کیا ہے؟ Heart Trouble' تو یہ اسی کا نام ہے' عزرائیلؑ جب آتا ہے تو بعض اوقات تو خود ہی آ جاتا ہے اور کہتا ہے السلام علیکم اور بعض اوقات اپنی صفت میں آتا ہے کہ Heart Trouble ہو گئی' اور کوئی Disease ہو گئی' کسی کو شوگر ہو گئی' کسی کو کوئی اور تماشا ہو گیا' کسی کو بلٹ لگ گئی' کسی کے ساتھ حادثہ ہو گیا' کسی کو Burst لگ گیا' بعض اوقات بچھو کاٹ گیا' سانپ ڈس گیا یا پھر کچھ اور ہو گیا۔ یہ سارے عزرائیل کے نام ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ اگر حادثہ ہو جائے یا سانپ کاٹ لے اور بندہ نہ مرے تو یہ کوئی Trouble کی بات نہیں ہے' بلکہ یہ تو Event ہے اور اگر مر جائے تو فکر کی بات کوئی نہیں ہے کیونکہ یہ فائنل ہے' یہ تو عزرائیلؑ ہے' اب اگر عزرائیل آ جائے تو پھر یہ فائنل ہے' اس میں تکلیف کی کیا بات ہے۔ اگر اس واقعہ سے موت نہیں آتی ہے تو پھر کچھ بھی نہیں ہے' تو یہ ایک Event ہے' رونق ہے' میلہ ہے۔ تو موت کے

باب میں جو Happening ہے جس کو آپ لوگ ظلم کہتے ہیں وہ اللہ کریم کے مطابق ظلم نہیں ہے۔ مثلاً ہم نے ایک جگہ پڑھا' آپ نے بھی پڑھا ہوگا کہ ایک شخص جس کے پاس ایک ایسا علم تھا جو اس وقت کے صاحبِ کتاب پیغمبر کے پاس بھی نہیں تھا۔ وہ آدمی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ لے کے چل پڑا۔ پھر دونوں چل پڑے۔ اس آدمی نے ایک جگہ پر ایک ظلم کا کام کیا' اور یہ بڑا ظلم ہوا کہ اس نے کشتی توڑ دی۔ موسیٰ علیہ السلام دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے کہا بھائی یہ ظلم کیا ہے؟ اس نے کہا تیرا میرا وعدہ نمبر ایک یہ ہے کہ تم بولو گے نہیں۔ تو اس ظلم کا احساس موسیٰ علیہ السلام کو بلوا رہا تھا۔ پھر ایک اور واقعہ ہو گیا۔ کیا واقعہ ہوا؟ انہوں نے ایک لڑکے کو بھی مار دیا۔ یعنی کہ صاحبِ نفاذ' جو نافذ پیغمبر ہے' اس کے سامنے قتل کر دیا' اور یہ تو بڑا واضح ظلم ہے' قتل تو ہر مذہب میں ظلم ہے۔ اور انہوں نے پیغمبر کے سامنے قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام سے کہا یہ ہم نہیں ہونے دیں گے اور یہ تو بڑا ظلم ہے' یہ سب کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ یہ تیرا میرا معاہدہ ہے کہ تو بولے گا نہیں۔ حضرت موسیٰؑ خاموش ہو گئے کیونکہ ان کو اللہ کا حکم تھا کہ اس آدمی سے ملو' یہ تمہیں کوئی بات بتائے گا۔ پھر اس آدمی نے ایک اور کام کر لیا کہ موسیٰؑ سے کہا کہ آپ ذرا سی پکڑیں اور ہم مل کے دیوار بنا لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا No! what is this? یہ کیا ہے؟ انہوں نے موسیٰؑ سے کہا کہ تین دفعہ آپ نے معاہدہ توڑا ہے' اب

آپ کے اور میرے درمیان جدائی ہے اس کے بعد میں کوئی Event آپ کے سامنے نہیں کروں گا۔ اور پھر جاتے وقت Presentation دے دی کہ پہلا Event میں نے اس لیے کیا کہ ایک ظالم بادشاہ' ہے ثابت کشتیاں جو ہیں وہ چھین لیتا ہے' اس کشتی کو توڑا جائے تاکہ یہ یہیں پڑی رہے اور اس کا جائز وارث جب اپنی جائز عمر کو پہنچے گا تو کشتی سلامت ہو گی۔ اور دوسرا یہ تھا کہ یہ غریب لوگ ہیں' بچے کو اس لیے مار دیا کہ بچے سے نقصِ امن کا اندیشہ ہے اور یہ جو دیوار ہم نے بنائی ہے اس دیوار کے نیچے کسی یتیم کا مال ہے' وہ اپنی Age کو جب پہنچے گا تو اس کو اس کا مال محفوظ مل جائے گا ورنہ یہ مال Naked ہو جائے گا۔ تو اللہ کی منشاء یوں ہی ہے۔ تو اللہ کی منشاء کو پہچاننے میں بھی بعض اوقات پہچان سے پہلے ظلم ہی نظر آتا ہے۔ اکثر جہاں آپ کے ساتھ ظلم نظر آتا تھا مثلاً ''اللہ نے بڑا ظلم کیا کہ ہمیں یہاں ہی پیدا کیا پاکستان میں' دیکھو کتنے کتنے لوگ باہر رہتے ہیں' بڑی بڑی کھلی فضا میں پیدا ہوتے ہیں۔ لوگ سوئٹزرلینڈ میں پیدا ہوتے ہیں'' کبھی سوئٹزرلینڈ والوں سے جا کے ملو تو ان کی زندگی کے اندر جو بھیانک پن ہو گا اس کا آپ کو اندازہ نہیں ہو سکتا۔ تو اس لیے سب سے پہلی بات یہ یاد رکھنے والی ہے کہ فطرت کا کوئی کام جو فطری طور پر سرزد ہو رہا ہے یا سمجھو کہ کیا جا رہا ہے اس کے اندر ظلم نہیں ہوتا۔ ظلم آپ کے خیال میں ہوتا ہے۔ باقی جو دنیا کے اندر واقعہ ہو

رہا ہے، جس کو آپ ظلم کہہ رہے ہیں، جب تک آپ کو مشیت شناسی نہ ہو، آپ کسی چیز کو ظلم نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً جس کو آپ کہتے ہیں ظلم، کہ یہ غریبی ہو گئی، بڑا ظلم ہوا، اس کی انتہائی مثال جو میں نے آپ کو بتائی ہے کہ دنیا کا سب سے بڑا ظلم کربلا میں ہوا یہ تمہارے خیال کے مطابق بڑا ظلم ہوا اور اللہ کے خیال کے مطابق شاید یہ ظلم نہیں ہو گا۔ تو تمہارے خیال کے مطابق یہ بڑا ظلم ہوا لیکن کربلا میں سب سے زیادہ بلند مقام عطا ہوا۔ اب یہ ظلم ہوا ہے کہ عطا ہوئی ہے، یہ آپ نہیں کہہ سکتے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یعنی کہ حضرت امام عالی مقامؑ کو کوئی منصب عطا ہو رہا ہے یا ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ آپ میں سے کوئی یہ فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ ظلم ہو رہا ہے تو جو عالی مرتبت مقام مل رہا ہے، وہ ظلم نہیں کہلائے گا اور اگر کوئی منصب مل رہا ہے تو یہ جس Process کے ذریعے مل رہا ہے یہ تمہیں سمجھ نہیں آئے گی کہ یہ کیا مقام ہے؟ تو بعض اوقات جو منصب ہے، عطائے منصب ہے، یہ ظلم کے انداز سے نظر آتا ہے مثلاً یہ کہ اس کو دار پر چڑھا دیا، منصورؒ کو دار پر چڑھا دیا، یہ بڑا ظلم ہو گیا کہ منصورؒ کو دار پر چڑھا دیا گیا لیکن اگر جاننے والے یہ کہیں کہ یار کا جلوہ دار پر تھا اور اس کو یار سے ملا دیا، تو پھر مسئلہ اور ہو جائے گا۔ میں نے آپ کو بابا بلھے شاہؒ کا ایک شعر سنایا تھا، اس میں انہوں نے دو شعروں میں مکالمہ لکھا شریعت اور عشق کا۔

شرع کہے چل مسجد اندر حق نماز ادا کر لے
عشق کہے بُو ایار دا کعبہ پی کے شراب نفل پڑھ لے
شرع کہے اَساں شاہ منصورؒ نوں سولی اُتے چاڑھیا سی
عشق کہے تُسی چنگا کیتا بُوہے یار دے واڑیا سی

اب وہ جو جلوہ ہے وہ منصب ہے کہ ظلم ہے' اسے کوئی نہیں جانتا۔ اور آپ کے سامنے ایک مثال ہے کہ موسیٰؑ کو منصب مل رہا ہے' نبوت اور پیغمبری کا اور ان کے نام پر ہزاروں بچے قربان ہوتے جا رہے ہیں۔ تو کیا یہ ان بچوں کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے یا یہ تخلیقِ نبوت کا کوئی عمل ہو رہا ہے؟ یہاں کچھ نہیں کہہ سکتے آپ لوگ۔ تو یہ نبوت کی پرورش ہو رہی ہے۔ کیا اتنی پرورش کا اتنا مقام ہونا چاہیے تھا؟ یہ تم نہیں کہہ سکتے۔ تو یہ کہنے والے نے اور کرنے والے نے جو کام کیا وہ صحیح تھا۔ ان بچوں کو موت کا آرڈر دے دیا اور اُن کو نبوت عطا کر دی۔ پھر قصہ کیا ہے؟ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اس لیے آپ بعض اوقات بات نہیں سمجھ سکتے کہ ظلم کیا ہوتا ہے؟ آپ اپنی ناپسند کو ظلم کہتے ہیں اور پسند کو خوبی سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ عین ممکن ہے کہ انسان اس چیز کو پسند کرے جس کا انجام اس کے لیے اچھا نہ ہو۔ اس لیے ظلم کسی کام کو کہنے سے پہلے اس کام کی عاقبت سے آشنائی ہونی چاہیے کہ اصلی واقعہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا ہے۔ پھر اس کو ظلم کہو' ورنہ وہ ظلم نہیں ہو گا۔

یہ جو آپ کو ظلم نظر آ رہا ہے دنیا کے اندر' یہ اصل میں آپ کی لاعلمی ہے۔ یہ کرنے والے کا کام ہے اور اللہ جانے اور اس کا کام۔

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

تو آپ کو پتہ نہیں کہ ظلم کیا ہو رہا ہے' احسان کیا ہو رہا ہے؟ ظلم کے پردے میں احسان ہوتا ہے' احسان کے انداز میں ظلم ہوتا ہے اور ساری کائنات کے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ باعثِ تخلیقِ کائنات حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے۔ اور پہلا ایک احسان یہ ہے کہ آپ کو یتیم پیدا کر دیا۔ اب یہ بات آپ کو سمجھ نہیں آ سکتی۔ بڑا افسوس کیا ہو گا لوگوں نے کہ آپؐ پیدا ہوئے تو والد صاحب بھی فوت ہو چکے ہیں۔ اور پھر آپؐ ساری عمر غریب ہی رہے۔ اور پھر ایک ایسا مقام آیا کہ فاقے بھی ہو گئے۔ تو یہ آپؐ کی نبوت ہے اور وہ جو راستہ جس سے نبوت کو گزارا جا رہا ہے' نبی کو گزارا جا رہا ہے' وہ راستہ سارا احسان ہی ہے۔ اب وہ جو مراحل ہیں وہ بھی احسان ہیں۔ تو جو بظاہر ظلم کا انداز لگ رہا ہے یعنی وہ سارے مراحل بھی فتح' شکست' وادی' دِقت' پریشانی جو بھی ہے' یہ سارے کا سارا احسان ہے۔ اللہ کریم جو ہے وہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے جا رہے ہیں اور بظاہر جو ہے وہ تکلیف نظر آ رہی ہے۔ کافر لوگ کہتے تھے کہ اگر اللہ آپ کا دوست ہوتا تو آپؐ کو سونے چاندی کے مکان مل جاتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ سونے چاندی کے مکان جو ہیں یہ

اصل میں ظلم ہے، یہ تمہاری تمنا ہے، ہماری تمنا یہ نہیں ہے، ہم اس دنیا کی بجائے کسی اور دنیا کے مسافر ہیں...... اس لیے آپ کی لاعلمیاں آپ کو ظلم کا احساس دلاتی ہیں ورنہ دنیا میں ہونے والا ہر واقعہ عین مقرر شدہ ہے۔ اب میں ''ہر'' کی وضاحت بتاتا ہوں تاکہ آپ کو دِقت نہ رہے۔ جو آدمی ہر وقت اللہ کا آدمی ہے اس کے لیے ہر واقعہ اللہ کا منشاء ہے، جو آدمی اپنے آپ کو اللہ کے حوالے نہیں کرتا اس کے لیے کیا ہے؟ اس کے لیے آپ ذمہ دار ہیں۔ تب وہ کہتا ہے تو یہ مرا کیسے، یہ تو بتا؟ کہتا ہے جگر فیل ہو گیا تھا۔ کہتا ہے غلطی ہو گئی، ڈاکٹر صاحب نے دوائی ہی اور دے دی۔ پھر کہتا ہے کہ اس شخص کو کچھ کینسر ہو گیا ہے۔ کینسر کیا ہو گیا؟ اگر طاقت تھی تو کینسر نہیں ہونے دینا تھا۔ پھر کہتا ہے کہ وہ کیسے مرا؟ کہتا ہے اس کا پاؤں پھسل گیا تھا۔ تو زندگی سے پاؤں پھسل گیا اور موت میں داخل ہو گیا۔ اب یہ آج تک کسی کو پتہ نہیں کہ موت کے گھوڑے پر زندگی چڑھی ہوئی ہے کہ زندگی کے گھوڑے پہ موت سوار ہے۔ آج تک کسی کو سمجھ نہیں آئی کہ یہ ہے کیا؟ کہ سوار کون ہے اور سواری کیا ہے؟ یہ گھوڑا زندگی کا ہے اور موت سوار ہے یا پھر گھوڑا موت کا ہے اور زندگی سوار ہے، کیا تنکے زندگی کے ہیں اور شرر موت ہے؟ یا پھر تنکے جو ہیں یہ موت ہیں اور اس میں زندگی شرر ہے، کیا پتہ؟ کون کس کو جلا رہا ہے، کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ دونوں دونوں کو کھا رہے ہیں، کچھ پتہ نہیں کہ کیا کر رہے

ہیں۔ زندگی موت کو کھائے جا رہی ہے یا موت زندگی کو کھائے جا رہی ہے؟ دونوں کے نشان ٹھیک ہیں۔ اگر کسی فوٹو گرافر کے کیمرے سے فوٹو بنائیں تو پتہ چلے گا کہ ایک بڑھیا کسی چیز کو کھاتی جا رہی ہے۔ تو یہ بڑھیا کون ہے؟ کہتا ہے یہ زندگی ہے اور بہت پرانی اور بوڑھی ہو گئی ہے۔ اور یہ دوسری تصویر کیا ہے؟ کہتا ہے یہ موت ہے جو کھاتی جا رہی ہے۔ موت مار مار کے تھک گئی مگر زندگی پھر بھی زندہ ہے۔ تو موت زندگی کو کھا گئی ہے۔ کہتا ہے یہ کیا ہے؟ کہتا ہے یہ موت ہے جو زندگی کو کھا رہی ہے' زندگی کوشش کر کر کے تھک گئی مگر موت اسے کھا گئی' جہاں زندگی پیدا ہوتی ہے موت اس کو کھا جاتی ہے...... یہ دونوں تصور تمہارے اپنے ہیں' اصل میں نہ کوئی مرتا ہے' نہ کوئی جیتا ہے' یہ کھیل اس کا اپنا ہے۔ کیا کہا؟ نہ کوئی موت ہے اور نہ کوئی زندگی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہاں صرف یا تو کوئی اپنا ہے یا کوئی بیگانہ ہے! تو کھیل یہ ہے...... کیا ہے؟ یا تو اپنا ہے یا پھر بیگانہ ہے۔ جو اپنا ہے وہ یہاں بھی اپنا ہے' وہاں بھی اپنا ہے اور بیگانہ ہے تو یہاں بھی مرا ہوا ہے اور وہاں بھی مرا ہوا ہے۔ بس آپ نے فیصلہ کرنا ہے کہ اس زندگی میں آپ کس کے ہیں۔ اگر فانی کے ہیں تو آپ مر چکے ہیں اور اگر باقی کے ہیں تو پھر آپ موت کو کھا چکے ہیں۔ اب یہ آپ فیصلہ کریں کہ آپ کیا ہیں؟ آپ کو اپنا فیصلہ خود کرنا چاہیے۔ کیا آپ لوگ مر چکے ہیں' کیا آپ فنا کی محبت میں مبتلا ہیں' فانی کی

محبت میں مبتلا ہیں، کیا ظاہر کی محبت میں مبتلا ہیں، کیا عارضی کی محبت میں مبتلا ہیں، کیا Changing کی محبت میں مبتلا ہیں۔ تو آپ کہاں کس میں مبتلا ہو؟ اگر آپ نہ بدلنے والے کی محبت میں مبتلا ہیں، ہمیشہ رہنے والے کی محبت میں مبتلا ہیں، خالق کی محبت میں مبتلا ہیں، ہمیشہ زندہ رہنے والے باقی کی محبت میں مبتلا ہیں، تو آپ بھی اس کی محبت کی وجہ سے اسی طرف کے ہو گئے۔ تو جو قطرہ دریا میں گیا وہ دریا ہو گیا، جو سمندر میں ملا وہ سمندر ہو گیا۔ تو کہانی اتنی سی ہے کہ آپ اپنی محبت کو دریافت کریں۔ دنیا میں کوئی ظلم نہیں ہے۔ اگر آپ کے اور آپ کے واقعہ کے درمیان صلح ہو جائے، تو ظلم کہاں ہے؟ کہتا ہے آپ کے ساتھ یہ واقعہ ہو گیا۔ آپ کہیں کہ میں راضی ہوں، پھر ظلم کہاں رہ گیا۔ پھر کیا ہوتا ہے؟ تو ظلم کیا ہوتا ہے؟ میرا اور منشاء کے درمیان اختلاف۔ اگر وہ کہتا ہے کہ چھت گر گئی، اب یہ بندہ مکان کی چھت گرنے کی کہانی سنا رہا ہے تو اصل میں سنا کیا رہا ہے؟ یہ کہ چھت کو گرنا نہیں چاہیے تھا یعنی اس کو اس واقعہ سے اختلاف ہے، جب وہ اپنا اختلاف بیان کرے گا تو اسے ظلم کہے گا۔ اگر کوئی انجینئر وہاں پاس کھڑا ہوگا تو چھت گرنے سے اسے کوئی اختلاف نہیں ہوگا بلکہ وہ پوچھے گا کہ کب مرمت کراؤ گے، بس مال نکالو۔ اب اس انجینئر کے لیے کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لیے کہ اس کے لیے یہ ظلم نہیں ہے۔ ظلم کس کے لیے ہے؟ جس کا اپنے ساتھ ہونے والے واقعہ کے ساتھ

اختلاف ہو۔ تو اختلاف کا ہونا ظلم کہلاتا ہے اور موافقت کا ہونا رحم کہلاتا ہے۔
آپ نے تو خود ہی موافقت کرنی تھی اور اس طرح ظلم ختم ہو جاتا۔ اگر کوئی
کہے کہ ہمارے ساتھ بڑا ظلم ہو رہا ہے' آج کل بہت پریشانی ہو رہی ہے' تو
آپ اس کو آج کل کے حالات میں قبول کر لیں۔ پھر آپ کہیں گے کہ آج
کل اللہ کا بڑا احسان ہے! تو احسان کیا ہوا؟ قبولیت کا نام! اور اختلاف
قبولیت کیا ہے؟ یہ ظلم ہے! اس لیے اگر آپ اختلاف کرنا چھوڑ دیں تو کوئی
بھی ظلم نہیں ہے۔ یہی ہے منشاء اور یہی ہے واقعہ۔ جن لوگوں نے اللہ کی
بات کو قبول کیا ان کے ساتھ رحم ہو گیا۔ رحم ہوتا کیا ہے؟ بات کو قبول کرنا۔ اگر
بچہ شہید ہو گیا تو قبول کرنے والا کہے گا کہ مبارک ہو کہ اللہ نے سرخرو کر دیا'
بیٹے کی منزل آ گئی۔ دوسرا کیا کہتا ہے؟ تم نے اللہ کے نام پر بارہ بچے برباد کر
دیئے' اللہ تمہارے بچے غرق کرے اور تمہیں یتیم کرے۔ تو یہ وہ ہے جس نے قبول
نہیں کیا۔ واقعہ ایک ہی ہے مگر جس نے قبول نہیں کیا تو اس کے لیے بچہ مر گیا اور
جس نے قبول کیا تو اس کا بچہ شہید ہو گیا۔ تو قبولیت کا نام شہید ہونا ہے اور قبول نہ
کرو تو یہ ظلم ہے۔ ایک ہوتی ہے بڑی شہادت یعنی جان دینا دوسری
چھوٹی شہادت ہوتی ہے یعنی قبول کرنا' غم کو' رنج کو' دِقت کو' تکلیف کو' سرمائے
کے نقصان کو اور حالات کی خرابی کو۔ حالات کی خرابی کو قبول کرنا کیا ہوتا ہے؟
یہ اللہ کا رحم ہوتا ہے۔ جس پر اللہ مہربان ہو جائے اُسے قبول کرنے

کی صلاحیت دیتا ہے' قبول کرنے کی صلاحیت جو ہے یہ دراصل احسان ہے۔ اگر رَدّ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو یہ شخص ظلم کے اندر داخل ہو گیا۔ جس نے کائنات کو ظلم سمجھا اور کائنات کے خالق کو ظالم سمجھا سمجھو کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے راندۂ درگاہ ہو گیا۔ یہ بات سمجھ آئی؟ تو دو طرح کا تصور ہے' ایک تصور یہ ہے کہ نیچر' یہ قدرت' یہ سارے Naturalist لوگ کہتے رہتے ہیں کہ نیچر' قدرت' فطرت جو ہے ناں ماں کی طرح ہے اور یہ ہر چیز کو پالتی رہتی ہے اور ہر چیز ہر دوسری چیز کو پالتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں کہ اس بات میں کیا کہا میں نے؟ ہر چیز دوسری چیز کو پالتی ہے' مثلاً ندی چلتی جائے گی' درخت کو پانی ملتا جائے گا اور درخت بڑھتا جائے گا اور پرندوں کو آشیانہ ملتا جائے گا' پرندے چلتے جائیں گے حتیٰ کہ پرندوں کی بیٹھ جو ہے اس کے اندر بھی کسی پودے کی خوراک ہوگی۔ تو یہ عجب کھیل ہے۔ تو فطرت جو ہے وہ ماں کی طرح ہر چیز کو پالتی ہے کہ سایہ ہے' بارش ہے' یہ ہے' وہ ہے' ہر طرف رونق لگی ہوئی ہے۔ دوسرا کہتا ہے نیچر جو ہے اس کے منہ پہ خون لگا ہوا ہے' فطرت جو ہے ظالم ہے' اس کے پنجے ہیں' اس کے جبڑے ہیں' شیر کی طرح خونخوار ہے' سب کو کھا گئی ہے' ہمیں کوئی سکون نہیں ہے کئی سال ہو گئے زندہ رہتے ہوئے مگر آج تک کوئی سکون نہ ملا۔ اس کو سکون کہاں سے ملنا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ تو بڑا دقت والا خیال ہے۔ تو جو سکون نہیں حاصل کر سکا۔ اس کے لیے تذبذب کا سفر ہے۔ اصل میں یہ تیری اپنی

Reconcilement کی بات تھی مگر تو نے کہاں صلح کی۔ صلح کرنے والے کے لیے یہ کائنات رحمت کی کائنات ہے اور جنگ کرنے والے کے لیے یہ کائنات ظلم کا چکر ہے۔ تو آپ جنگ چھوڑ دو، صلح کر لو۔ پیغام کیا ہے؟ جنگ چھوڑ دو اور صلح کر لو۔ مخلوق ہو کے خالق کے ساتھ کیا جنگ کرنی۔ فرض کرو تمہیں غریب رکھا گیا ہے، تو دفع کرو بحث کو اور اپنے آپ کو غریب مان لو۔ بعض دفعہ لوگ کہتے ہیں کہ میں مدت سے چل رہا تھا، صحرا کی پیاس بنا ہوا تھا، میں بڑی تلاش میں تھا، تلاش تھی کہ یا اللہ اپنی کائنات کے اندر فضل کے حوالے سے، مجھے کوئی محبت کا رخ دکھا، کسی محبوب کی شکل دکھا۔ لیکن وہ بیچارہ پیاس سے مر گیا۔ پھر اس کا اگلا Chapter کیا ہے؟ کہتا ہے، پھر مدت کے بعد آخر مجھے محبوب کی منزل ملی، محنت ٹھکانے لگی، اللہ نے قبول فرمایا، ایک حسین چہرہ مجھے پسند آ گیا، دل کو قرار آ گیا، بلکہ چین آ گیا، آخر محبوب کی منزل ہم نے دیکھ لی ہے۔ تیسرا بندہ جو ہے یہ تھوڑا قسمت سے محروم ہے کہتا ہے محبوب کے بغیر ہم تلاش میں تھے اور جب محبوب ملا تو بے چینیاں اور بڑھ گئیں، مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ حاصل کو پھر ایک پریشانی کا باعث بنائے گا۔ ایسے آدمی کی قسمت پر مجھے تھوڑا سا شک رہتا ہے۔ کس پہ شک رہتا ہے؟ کہ جس کو وہ چیز عطا ہوئی اور اس کے بعد اس نے اس پر گلہ کر دیا کہ اب بے چینیاں ہیں پریشانیاں ہیں۔ راہِ فراق عام طور پر

واصل ہوتی ہے' کیا ہوتی ہے؟ اللہ سے ملی ہوتی ہے۔ تو فراق کے راستے عام طور پر واصل ہوتے ہیں۔ اور وہ جو وصال کا تمنائی ہے' وہ چھوٹی منزل کا مسافر ہوتا ہے ''پدی'' ہوتا ہے' کیا ہوتا ہے؟ پدی۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ سارے کے سارے پریشان ہوتے ہیں۔ تو اپنی منزل خود آپ بنانے والا آدمی محروم ہو جاتا ہے۔ اپنی منزل اس کے حوالے کرو جس نے تمہاری شکل بنائی ہے' جس نے دماغ دیا ہے' جس نے تمہیں دل دیا ہے' جس نے تمہیں کچھ بنایا ہے۔ تو تُو اپنی منزل بھی اس کے حوالے کر۔ جس نے تشکیل دیا ہے وہ تمہاری منزل بھی تشکیل دے گا۔ اگر تمہیں اپنا آپ قبول ہے' اپنی شکل قبول ہے' تو اپنا مقدر بھی قبول کر۔ کیا تمہیں اپنی شکل پسند ہے؟ اپنی اولاد پسند ہے؟ اپنے ماں باپ پسند ہیں؟ اپنا آپ بھی پسند ہے؟ اپنا ذہن پسند ہے؟ اپنا دل پسند ہے؟ تو پھر اپنا مقدر قبول کر۔ یہی تیرا مقدر ہے۔ یہ تیری شکل بھی مقدر ہے' تیرا احساس مقدر ہے' تیرا دل مقدر ہے بلکہ تیری ہر چیز مقدر ہے۔ بس اس کے اندر قبولیت پیدا کرو۔ آدھے سے زیادہ آدمی جو ہوتے ہیں وہ پریشان کیوں ہوتے ہیں؟ کہ قبول نہیں کرتے۔ کس کو؟ اپنے آپ کو۔ وہ اپنے اندر کے ساتھ جنگ کرتے جا رہے ہوتے ہیں' یہ یہ' وہ وہ کرتے رہتے ہیں This is this and that is that اور یہ کہ What is what? کیا سے کیا ہے؟ تو یہ ہے جھگڑا ہی جھگڑا اور پریشانیاں ہی

پریشانیاں۔ ایسے لوگ ہر وقت ہی پریشان رہتے ہیں۔ اس لیے اللہ سے دعا کرو اور یہ کتنی آسان دعا ہے کہ یا اللہ مجھے میرے ساتھ صلح کرادے۔ آپ ایسے جھگڑالو بندے ہو کہ اپنے ساتھ صلح نہیں ہو رہی ہے۔ دعا کرو کہ یا اللہ میں اپنے لیے کچھ بہتر ہو جاؤں' اپنے لیے خود آپ بہتر ہو جاؤں۔ انسان سے یہ بھی نہیں ہو رہا بلکہ انسان اپنے لیے مشکل راہ چنتا ہے۔ یا اللہ یہ احسان کر۔ سب سے بدقسمت آدمی وہ ہے جس پر احسان ہو اور وہ گلہ کرے۔ یہ خطرناک بات ہے۔ احسان کا گلہ کرنے والا آدمی میری نگاہ میں بہت خطرناک آدمی ہے۔ احسان کے ساتھ گلہ کرنے والا آدمی اپنے حق میں اپنے آپ کو ڈنگ مارنے والا ہے۔ تو یہ وہ آدمی ہوتا ہے۔ تو کیا کرنا چاہیے؟ آپ اپنے آپ پر راضی رہیں۔ جو اپنے آپ پر راضی رہ گیا' اپنے حالات پر راضی رہ گیا' اپنے ساتھ ہونے والے واقعہ پر راضی رہ گیا اور جو خالق پر راضی رہ گیا اس پر خالق راضی ہو گیا۔ کہانی بڑی Simple ہے' جھگڑا اس میں ہے نہیں' آپ کس کے ساتھ جھگڑا کر رہے ہیں؟ اس لیے جھگڑا کوئی نہیں ہے' ظلم کوئی نہیں ہے۔ جو پریشان ہے صرف اسی کے ساتھ ظلم ہے۔ آپ کے اور خالق کے درمیان تعاون کا نہ ہونا ظلم ہے۔ کہتا ہے ہم تو اللہ کے بندے ہیں' ہمارے لیے کوئی ظلم نہیں ہے۔ ایک جگہ پر ایک آدمی نے دکھایا کہ ایک بزرگ نے ایک بات لکھی ہوئی ہے کہ ہم جا رہے تھے' ہم نے ایک

اونٹ دیکھا' لدا ہوا اونٹ' وہاں دلدل تھی' وہ اونٹ گر گیا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی' میرے سامنے کریک ہو گئی' کہتے ہیں مجھے ظلم کا احساس ہوا اور میں یہ جانتا تھا کہ کائنات میں تو ظلم نہیں ہے' پھر اس ظلم کا احساس مجھے کیوں ہوا۔ اس وجہ سے میں منزل سے گر گیا۔ پھر میں نے کہا یا اللہ یہ حادثہ یا یہ واقعہ جو میرے سامنے ہوا ہے اس کا میرے اوپر Negative اثر ہو گیا ہے' آپ مہربانی فرما کر اس اونٹ کو ٹھیک کر دیں تاکہ میری منزل میں فرق نہ آئے۔ اب یہ نہیں کہا کہ اونٹ کی تکلیف دور ہو جائے بلکہ یہ کہا کہ میری منزل میں فرق نہ آئے۔ وہیں پہ انہوں نے دعا کی وہاں پر ہی سجدہ' سلام کیا اور اونٹ ٹھیک ہو گیا' اس کے بعد ہم نے توبہ کر لی کہ دنیا میں کسی ظلم کا تصور نہیں کریں گے' تُو جان تیری کائنات جانے اور تیری مصلحتیں جانیں' ہمیں کیا پتہ کہ کیا ہے' ہمیں یہ نہیں پتہ کہ جس کو ہم دوست سمجھتے ہیں' کیا یہ دشمن ہے جو دوست بن کے آیا ہے یا یہ دوست ہے جو کہ دشمن بن کے نکلے گا۔ کیا پتہ کیا ہو جائے؟ بے شمار دشمن جو ہیں دوست کی شکل میں آتے ہیں۔ ایسا دشمن سب سے زیادہ خطرناک ہے' کون سا؟ جو دوست بن کے آئے! اور وہ دوست سب سے زیادہ خطرناک ہے جو دشمن بن کے نکلے۔ اس لیے جب ہمیں پتہ نہیں ہے تو ہم کیا کریں؟ دعا کریں کہ یا اللہ تو ہی مہربانیاں فرما۔ اللہ کے کام کو قبول کرتے جائیں' پھر آپ کو ظلم نظر نہیں آئے گا۔ جس دن دنیا کے اندر

ظلم نہ نظر آیا اس دن آپ حقیقی بندے بن گئے ربنا ما خلقت هذا باطلا جو کچھ ہے ٹھیک ہے‘ جیسا تو کر رہا ہے وہی ٹھیک ہے‘ جو تو کر رہا ہے وہی صحیح ہے‘ جیسا تو بنا ٹھیک ہے‘ بس غریب بنا‘ امیر بنا‘ جو شکل بنا‘ جو صورت بنا‘ ہمارے ساتھ جو بھی سلوک کر‘ ہم راضی ہیں۔ ہم تو ہیں ہی تیرے بندے ۔

ہم ان کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

سوال:

بات تو آپ نے صحیح فرمائی۔ لیکن جب انسان پر گزرتی ہے تو بڑی دِقت ہوتی ہے؟

جواب:

ایک آدمی گیا دوسرے کے پاس‘ اس آدمی کے پاس جو سوئی کے ساتھ جسم پر شکلیں بناتے ہیں۔ اسے کیا کہتے ہیں؟ گودنا۔ وہ جو Tattoo کرتے ہیں‘ اس کے پاس گیا اور کہا میری پیٹھ پر شیر بنا دے۔ اس نے کہا شیر بنا دیتا ہوں۔ پھر اس نے سوئی چبھوئی۔ کہتا ہے کہ کون سا حصہ بنا رہے ہو؟ کہتا ہے میں دم سے شروع کر رہا ہوں۔ کہتا ہے کہ دُم چھوڑ دو۔ اس نے پھر سوئی چبھوئی تو کہتا ہے کہ اب کیا بنا رہے ہو؟ وہ کہتا ہے کہ اب میں گردن کے بال بنا رہا ہوں۔ کہتا ہے گردن کے بالوں کی کیا ضرورت ہے‘ تُو باقی شیر بنا۔ تو وہ جدھر سوئی لگاتا‘ درد ہوتا تھا۔ اس نے کہا بھائی یہ شیر نہیں بنے گا کیونکہ تو خود

بلی ہے' شیر اگر بنوانا ہے تو پھر حوصلہ کر۔ اگر بلند مقام حاصل کرنا ہے تو پھر تکلیف کا راستہ بھی ہے' ظلم کا راستہ بھی ہے۔ آگ سے اگر گزرے گا تو کندن ہوگا' ورنہ کیسا کندن؟ اس لیے جب فطرت تمہیں آگ سے گزار رہی ہوتی ہے تو چیخیں نہ مارو' چپ کر کے مانتے جاؤ۔ وہی وقت ہوتا ہے کہ انسان چپ کر کے خاموش رہے' کیوں کہ اب رنگ چڑھ رہا ہے' رنگ ساز رنگ چڑھا رہا ہے اور رنگ ذرا پکا ہونا چاہیے' ایک دو اور بھٹیوں میں سے گزارے گا تب جا کے رنگ پکا ہوگا۔ تو یہ حقیقت کا رنگ ہے' عرفان کا رنگ ہے اور یہ تیز آگ سے گزرے گا۔ پھر ہی تیز رنگ چڑھے گا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اس لیے چیخ و پکار مت کرو۔ چیخ و پکار کرنے والا جو ہے وہ دوسرے شعبے میں چلا جاتا ہے۔ پھر اللہ کہتا ہے کہ اس کو اور دولت دے دو' اس کو اور غفلت میں ڈال دو...... پھر وہ دولت گِنتا رہتا ہے حتیٰ کہ وقت ختم ہو جاتا ہے' دن گزر جاتے ہیں' پھر نہ کوئی سود رہتا ہے نہ کوئی زیاں رہتا ہے' پھر وہ مٹی ہو جاتا ہے اور اسے اور طرح کی جواب دہی کرنی پڑتی ہے۔ اس لیے دعا کرنے والے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ وہ تکلیف دے جو جگا دے' وہ بہت بہتر ہے اس آسانی سے جو مجھے سلا دے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں کہ ؎

اتنا ستم نہ کر کہ نہ ہو لذتِ ستم
اتنا کرم نہ کر کہ میری آنکھ تر نہ ہو

اس لیے جن کی آنکھیں تر رہتی ہیں وہ ویسے ہی رونق میں رہتے ہیں۔ تکلیف کا احساس اور خدا کی یاد ایک چیز کا نام ہوتا ہے۔ کیا کہا؟ یہ ایک چیز کا نام ہوتا ہے تکلیف کا احساس اور خدا کی یاد تقریباً ایک جیسی چیز ہو جاتی ہے کہ Loss نقصان ہو گیا تو خدا زیادہ قریب آ گیا۔ کہتا ہے یہ تو اچھا ہے کہ خود ہی مال لے کے چلا گیا اور پھر خود ہی قریب آ گیا کمال ہے۔

آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

آج ہی ہمارے گھر میں اللہ میاں آئے اور ہمارے پاس جگہ ہی نہیں اور حالات ہی کوئی نہیں۔ حالات کا ہونا یا نہ ہونا' اللہ تعالیٰ سب جانتے ہیں۔ اسے پتہ ہی ہے کہ وہ کیا آزما رہا ہے' اس نے یہ نہیں آزمانا کہ تمہارے پاس آٹا ہے کہ نہیں ہے' اس نے کیا آزمانا ہے؟ کہ آپ قبول کرتے ہو کہ نہیں کرتے ہو۔ بناوٹ نکال دو' لگاوٹ نکال دو اور ہر چیز نکال دو اور صاف ستھرا قبول کرنے والا انسان بن جاؤ۔

سوال:

دل کی حالت ایک جیسی نہیں رہتی' کبھی تو عذاب اور تکلیف کی آیات پر کوئی رقت طاری نہیں ہوتی اور کبھی عام آیات پہ آنسو نکلنے لگ جاتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

دیکھو! ایک بات یاد رکھو' آنسو جو ہیں یا افسوس' یہ دو چیزوں پر ہوتا ہے' جو گزرا ہوا نامناسب وقت ہے اور جو آنے والا عبرت کا وقت ہے۔ تو یہ ان کے اوپر اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو لوگ ہمارے ہو گئے ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی حزن ہے یعنی کہ اللہ پر یقین کا مطلب کیا ہے؟ کہ گزرے ہوئے وقت سے توبہ کر لو اور آنے والا وقت اس پر چھوڑ دو' پھر کوئی دقت نہیں ہو گی۔ اس لیے نہ کوئی قبض ہو گی' نہ کوئی بسط ہو گی۔ کیا ہو گا؟ اللہ کی راہ مل جائے گی۔ جو ہو چکا اس پر دل سے توبہ کر لی جائے تو پھر آسانی ہو جائے گی۔ جو آنے والا وقت ہے وہ اللہ پر چھوڑ دو۔ اس پر کیسے چھوڑ دیں؟ ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اور اونچے اونچے پہاڑوں کو دیکھ رہا تھا۔ پھر بولا یا اللہ یہ پہاڑ نہ ہوتے تو ہم تیرا پیغام دوسری طرف کی دنیا کو پہنچاتے یعنی پہاڑ سے پرے جو مخلوق رہتی ہے ان لوگوں کو کوئی تیری بات سناتے۔ اللہ میاں نے کہا کہ تُو میری کائنات میں نقص نکالتا ہے' تخلیق میں نقص نکالتا ہے' جا تیرا نام ہم نے مردودوں میں لکھ دیا۔ وہ بندہ مقدر والا تھا' اس نے سجدہ کیا اور کہتا ہے یا اللہ جہاں بھی تو لکھ' ہم راضی ہیں۔ اللہ نے کہا چلو معافی دے دی اور پروموشن دے دی۔ تو مدعا یہ ہے کہ آپ نے راضی رہنا ہے۔ س لیے توبہ کرو اور راضی رہو۔ تو اندیشہ ختم ہو جائے گا۔ یہ جو آپ کہتے

ہیں کہ نماز میں کبھی کبھی رِقت طاری ہوتی ہے کبھی کبھی نہیں ہوتی ہے' رِقت جو ہے یہ نماز کی شرط نہیں ہے۔ شرط ہے نماز پڑھنے کی۔ شرط کیا ہے؟ نماز فرض ہے' تو آپ نماز پڑھتے جائیں' رِقت طاری ہو یا رِقت طاری نہ ہو' نماز پڑھتے جائیں۔ جب کبھی وہ چاہے تو آپ کو رقت عطا کر دے اور نہ چاہے تو نہ عطا کرے۔ تو آپ نماز جاری رکھو اور فرض پورا کرو۔ اس لیے جب رقت نہیں آتی تب بھی ٹھیک ہے اور اگر رقت ہوتی ہے تب بھی ٹھیک ہے۔ آپ کا کام ہے کہ آپ عبادت کرتے جائیں' قرآن شریف پڑھتے جائیں۔ اس لیے کہ جس طرح جو ادھر سے آ رہا ہے اس پر مت بحث کرو۔ قرآن شریف پڑھتے وقت جو احساس آ رہا ہے یہ اُدھر سے آ رہا ہے' اس لیے اس پر مت بحث کرو' بس پڑھتے جاؤ۔ جو چیز وہ دے گا' وہی چیز صحیح ہے۔

سوال:

ایک دن آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد یا ذکر انعام ہوتا ہے' کیا وہ ہم جیسوں کو میسر آ سکتا ہے؟

جواب:

وہ دعا جس کے الفاظ نہیں بنتے' وہ بے نام ہے۔ صرف خواہش کرنا بے نام ہے کیونکہ زبان سے بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح آرزو جہاں پیدا ہوتی ہے بے نام ہوتی ہے یہ شعبہ یوں ہے کہ پہلے مقدر اور

پھر آرزو۔ اگر مقدر اچھا ہے تو اچھی آرزو پیدا ہو جائے گی۔ آرزو کہیں اندر سے پیدا ہوتی ہے' جس طرح پیاس پیدا ہوتی ہے۔ اگر پیاس کا لفظ نکال دیا جائے' تو کچھ تو پیدا ہوا' پھر وہ کیا پیدا ہوا؟ اس کا نام نہ رکھو۔ وہ پانی ہے۔ وہ پیاسا کیا کرے گا؟ وہ پانی ڈھونڈے گا' پانی کا نام لیے بغیر۔ پھر اس کو Vocabulary سے دیکھے گا کہ یہ پیاس ہے۔ اگر پیاس کو پیاس نہ کہو' تو کیا وہ پیاس نہیں رہتی؟ پھر بھی وہ پیاس ہی ہے۔ اگر تمہارا رجوع اللہ کی طرف ہو اور تم اسے اللہ نہ کہو' تو کیا وہ اللہ نہیں ہے؟ تو رجوع کا نام اللہ ہے۔ تو آپ رجوع کو نام نہ دو' یہی اللہ ہے۔ اس کو آپ نے اللہ نہ کہا لیکن آپ کا سر جھک گیا۔ تو یہ کیا ہے؟ یہ رجوع ہے۔ تو ''رجوع'' کو نام دیا گیا' جو لوگوں کو سمجھایا گیا کہ اس کو ''اللہ'' بولتے ہیں اور اس کے بعد اللہ کی صفات بتائیں تا کہ Common man سمجھ جائے۔ ورنہ رجوع ہی کا نام ''اللہ'' ہے اور یہ رجوع آپ کے اندر ہی پیدا ہوتا ہے۔ آپ کے پیدا ہوتے وقت ہی وہ اللہ تھا' رجوع ہوتے وقت بھی اللہ تھا' جب رجوع کو تم لوگوں نے اسم دیا تو اس سے پہلے بھی وہ اللہ تھا۔ اللہ کو اب اللہ کہنے سے پہلے بھی تم اللہ کو اللہ کہہ رہے تھے۔ مثلاً ابھی اللہ کی طرف آپ کا تصور ہے آپ سر جھکا رہے ہیں اور کہتے ہیں یا اللہ۔ اگر آپ یا اللہ نہ کہو' تب بھی آپ نے اللہ کہہ دیا کیونکہ آپ کو رجوع جو ہو گیا ہے' جیسے آپ نیت کہہ رہے ہیں' تو یہ ہے

اللہ ! اس کو اسم نہ دو، کچھ نام نہ دو، رجوع کو کچھ نام نہ دو، رجوع کو رخ خود بخود ملتا ہے۔ رجوع جو ہے وہ اپنا رخ آپ لے کے آتا ہے۔ اسی طرح آنسوؤں کو کچھ نہ کہو تو بھی وہ آنسو ہیں۔ اس لیے نام دینے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ یہ ایک واقعہ ہو گیا ہے تو یہ واقعہ ہی تو واقعہ ہے اور یہی اصلی واقعہ ہے۔

سوال:

یہ کیسے پتہ چلے گا کہ ہماری زندگی میں کوئی واقعہ فطرت کی طرف سے ہے یا ہمارے اپنے عمل کی وجہ سے ہے؟

جواب:

جب کوئی واقعہ آپ کے عمل کی وجہ سے آ جائے یعنی By way of punishment تو وہ وقت غور کرنے کا ہوتا ہے کہ اس Punishment سے، سزا سے بچنے کا کیا طریقہ ہے، جو کہ Past کی ماضی کی غلطی ہے اور وہ وقت گزر چکا ہے۔ اس وقت کے لیے توبہ رکھی گئی ہے۔ وہ غلطی جس کے کرنے کا ٹائم گزر گیا، اب وہ غلطی اپنا نتیجہ لے آئی ہے تو اس سے بچنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ یا تو دوبارہ وہ وقت آ جائے۔ یہ احساس کہ اگر دوبارہ وہ وقت آ جائے تو میں ایسی بات نہیں کروں گا، یہ توبہ کی ابتداء ہے اور جب توبہ میں داخل ہو گیا تو توبہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان رحمت میں داخل ہو گیا۔ اور رحمت کا کام کیا ہے؟ رحمت کا کام یہ ہے کہ آپ کو آپ کی غلطیوں

کے نتیجے سے بچائے۔ رحمت کیا کرتی ہے؟ نتیجے سے بچاتی ہے ورنہ اگر غلطی کا نتیجہ آ جائے تو کوئی بندہ بچ نہیں سکتا، کوئی بندہ صحیح سلامت نہیں رہ سکتا۔ جس نے کوئی غلطی نہیں کی، اس نے کیا انسان ہو کے بہت بڑی غلطی نہیں کی، اس سے بڑی اور کیا غلطی ہو سکتی ہے۔ تو یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کا کوئی نام و نشان نہیں ہے، اس میں زیادہ بولنے والی بات کوئی نہیں ہے، بس خاموشی ٹھیک ہے۔ اللہ کے فضل اور اللہ کے رحم تک پہنچنے کے لیے عام طور پر جو راستہ ہوتا ہے اکثر لوگ غلط راستے سے گزرنے کے بعد وہاں آتے ہیں۔ نہیں سمجھے آپ بات؟ ایک تو سیدھا راستہ ہے، یعنی صراطِ مستقیم۔ یہ کون سا راستہ ہے؟ یہ نیک راستہ ہے۔ لیکن اللہ کے راستے کے شدت کے جو تمنائی ہوتے ہیں وہ عام طور پر غلط راستے سے تھکے ہارے آتے ہیں۔ ایک پرانی کہانی ہے، ایک تھا بادشاہ، اس کے تھے دو بیٹے، ایک بیٹا بڑا اور ایک چھوٹا، تو بڑے بیٹے نے ابا حضور سے کہا کہ بادشاہ سلامت اب آپ ذرا بوڑھے ہو رہے ہیں، میرا خیال ہے کہ آپ جائیداد کو بانٹ دیں اور ہمارے حصے کا مال ہمیں دے دیں۔ بوڑھے تو اس نے ہو ہی جانا تھا اور کچھ عرصہ بعد پار بھی ہو جانا تھا، اس لیے اس بیٹے کو سلطنت کا کچھ حصہ دینا چاہیے تھا۔ باپ نے کہا جائیداد کو تقسیم کر دو اور وہ اپنا حصہ جو اس کا بنتا تھا، وہ لے کے چلا گیا۔ چھوٹا بیٹا باپ کے ساتھ رہا اور کہا کہ ابا حضور، میں نے آپ کو چھوڑنا نہیں ہے، چاہے آپ مال

دیں یا نہ دیں، میں تو آپ سے محبت کرتا ہوں۔ بڑا بیٹا مال لے کے گیا، اپنا حصہ لے کے چلا گیا اور لازمی بات ہے کہ پھر اُسے خرچ کرنے لگا، خرچ کرتے کرتے آخر شاہ خرچیوں کا انجام تو ملنا تھا، پھر اس کو غریبی آ گئی۔ کسی نے اُسے سور چرانے پر نوکر رکھ لیا۔ ایک دن وہ بیٹھا ہوا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میں اس آدمی کے سور چراتا ہوں اور میں نیک باپ سے دور ہو گیا ہوں، وہاں میرے ابا کے کتے بھی عیش سے پلتے ہوں گے اور میرا یہ حال ہے کہ کتے سے بھی بدتر ہے۔ تو اس نے سوچا بہتر ہے کہ باپ سے جا کے معافی مانگوں۔ قسمت نے کچھ ساتھ دیا اور وہ باپ کی طرف گیا، باپ کو پتہ چل گیا، ابھی وہ شہر میں داخل نہیں ہوا، فصیل سے باہر تھا کہ باپ کو پتہ چل گیا، وہ ایک نیک باپ تھا، اور جب اسے پتہ چل گیا کہ یہ واقعہ ہے تو باپ نے استقبالیہ Arrange کیا اور بیٹے کے آنے کی خوشی میں بڑا شو کیا، بے شمار گائے بکریاں ذبح کر دیں کہ بیٹا آ گیا۔ اور پھر وہ گھر آ گیا۔ بیٹے کا جب استقبال ہو گیا تو باپ نے دیکھا کہ چھوٹا بیٹا ناراض ہو گیا ہے۔ چھوٹا کہتا ہے کہ ابا حضور یہ اپنا حصہ بھی لے گیا، مال بھی لے گیا اور بڑی دیر کے بعد بھی آیا اور آپ کی نیک نامی میں اضافہ بھی نہیں کیا، آپ نے اس کے لیے تو بڑی گائے، بکریاں ذبح کر دیں، تو میرے لیے تو آپ نے کبھی مرغی بھی ذبح نہیں کی، یہ کتنا ظلم کر رہے ہیں، ناانصافیاں کر رہے ہیں۔ باپ نے کہا بیٹا بات سن،

تو نے تو گمراہی دیکھی نہیں ہے، تیری نیکی تو واجبی، واجبی ہے اور مجبوری ہے، نیکی تو اس کی ہے جو اس غلط راستے سے واپس آیا ہے۔ اس کے لیے تو میں بہت کچھ قربان کردوں گا...... تو نیکی کس کی ہے؟ جو اس راستے سے آیا جہاں سے آنا مشکل تھا۔ اصل نیکی تو اس کو ملی ہے۔ اور یہ کہانی بائیبل میں نوٹ ہے، بائیبل یعنی انجیل کتاب میں، پرانی انجیل ہے کہ نئی انجیل ہے۔ چونکہ یہ کتاب اللہ سے منسوب ہے اور آج کل جو Available کتاب ہے، اب پتہ نہیں وہ اصلی ہے کہ کون سی ہے۔ مدعا یہ ہے کہ اگر گمراہ نہ ہوئے تو انہیں راہ پر آنے کا لطف کیسے معلوم ہوگا۔ نیکی اس کی ہے جو ادھر سے آیا، وہ وہاں سے آیا جہاں سے آگے کوئی مقام ہی نہیں تھا۔ تو وہاں سے آنے والے کی بڑی قدر ہے، عزت ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم ضرور بدی کی طرف چل پڑو۔ مطلب ہے کہ اگر تم بدی کی طرف چل پڑے تو ممکن ہے کہ واپس آنا ہی نہ نصیب ہو۔ اس لیے تم جہاں ہو وہاں سے اللہ کی طرف رجوع کرلو، نیک ہو تو نیک آدمی رجوع کرے، بد ہو تو بد آدمی اللہ کی طرف رجوع کرلے۔ تو رجوع ہی اللہ ہے۔ بس یہ یاد رکھو۔ رجوع کا نام یہ ہے کہ کل شيٍ یرجع الی اصلہ تو تمہارا اصل اللہ ہے اور اس کی طرف رجوع کرو...... آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ آپ کے سوال کا باقی جواب یہ ہے کہ اللہ کریم نے جو منصب اپنی طرف سے عطا کیا ہوا ہے اس منصب میں عوام الناس کی رائے

Count نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ منصب کیا ہے؟ پیغمبر' منصب کیا ہے؟ نبی۔ اللہ میاں نے نبی اور پیغمبر جو ہے وہ کسی رائے سے نہیں بنانا' نہ کسی سیاق وسباق سے بنانا ہے کہ This man is well known اور امیر بھی ہے' اس کے ساتھ چار دوست بھی ہیں' لہٰذا اس کو نبی بنا دوں۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ تو اللہ کا نبی بنانے کا عمل جو ہے یہ جمہوریت سے آزاد ہے اور ولی کو جو ولی ہونا ہے یہ بھی جمہوریت سے آزاد ہے۔ بے شمار ولی ایسے ہیں جن کا لوگوں نے استقبال کرنے کی بجائے لوگوں نے برا منایا اور لوگوں نے ناپسند کیا۔ تو اگر عوام الناس ناپسند بھی کرے تو پسند اللہ کی ہو گی ...... تو بات جمہوریت کی نہیں بلکہ اللہ کی مرضی کی ہے اور اللہ کی پسند کی ہے۔ انسانوں کی سپورٹ کوئی سپورٹ نہیں ہوتی۔ آپ دیکھ چکے ہیں کہ کتنی عوامی سپورٹ کے باوجود The man was hanged ایک سربراہ کو پھانسی لگا دی گئی۔ کوئی جمہوریت اس کو بچانے کے وقت پر نہ آئی اور کوئی جمہوریت کام نہ آئی۔ یہ سارے کے سارے جمہوریت کے پسے ہوئے کارندے ہیں۔ یہ جمہوریت کی راہ کے لٹے پٹے قافلے ہیں اور اب یہ پھر جمہوریت کی دیوار بنا رہے ہیں۔ اوپر سے جب منشاء کا ٹریکٹر چلے گا تو سب صاف ہو جائے گا۔ تو منشاء فطرت کا ہوتا ہے' تو منشاء حکمران کے کام نہیں آتی بلکہ منشاء اللہ کی ہوتی ہے۔ اس لیے دو جھوٹے جب آپس میں لڑ رہے ہوں تو اس کا مطلب یہ

نہیں کہ سچ گم ہو گیا' وہ سچ ایک دائرے میں سوچ رہا ہوتا ہے کہ اچھا ہم اس کے ساتھ ابھی بات کرتے ہیں۔ تو سچ بہر حال سچ ہوتا ہے یعنی کہ یہ دو بندے آپس میں لڑ رہے ہیں کہ یہ ملک ہمارا حق ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ ہمارا حق ہے اور دیکھنے والے یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ دونوں آدمی' یہ دونوں گروپ' اگر یہ دونوں ہی کُل ہیں اور کافی ہیں تو یہ تو دونوں جھوٹے ہیں' اگر وہ سچے آدمی کو اس کیس میں پارٹی نہ بنائیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ کیس ہی ختم ہو گیا' یا حق ختم ہو گیا کیونکہ جب اللہ چاہے گا' سچے کو برآمد کر دے گا اور سچا پھر سب کو اُڑا کے رکھ دے گا۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ اللہ کے کام کیا ہوتے ہیں؟ جمہوریت سے آزاد۔ عقل؟ جمہوریت سے آزاد۔ شکل؟ جمہوریت سے آزاد۔ آپ کی بینائی' جمہوریت سے آزاد۔ آپ کی محبت' جمہوریت سے آزاد۔ اور لیلیٰ بن مجنوں نہیں اور مجنوں بن لیلیٰ نہیں۔ مجنوں نے محبت کر لی لیلیٰ سے اور پھر اپنے دوستوں کو بتایا۔ انہوں نے کہا یہ کیا کیا تم نے' اس سے تم محبت کرتے ہو' وہ ایسی چیز تو نہیں' شکل بھی دیکھنے والی نہیں ہے۔ مجنوں نے کہا

تیری اَکھ نئیں ویکھن والی

اور یہی لیلیٰ ہو گی جس پر امیر خسروؒ مثنوی لکھے گا' جامیؒ لکھے گا' اور دنیا میں لیلیٰ لیلیٰ ہو جائے گی اور یہ کہانی بن جائے گی

جب درد سے ہوتا تھا مضطر تو کہتا تھا مجنوں رو رو کر
دنیا کی ہر اک شے کو یارب لیلیٰ کر دے محمل کر دے

مطلب یہ ہے کہ مجنوں کہتا ہے ہر طرف لیلیٰ ہی لیلیٰ ہونی چاہیے۔ اب یہ جو ہے بلیک قسم کی لڑکی لیلیٰ، یہ لوگوں کو اور جمہوریت کو نظر نہ آئی لیکن حقیقت کی نگاہ میں وہ کیا ہے؟ وہ بیوٹی ہے، Beauty جو ہے Attraction کا نام ہے، Beauty کس کا نام ہے؟ Attraction کا نام ہے۔ تو حسن چاہنے والے کا نام ہے۔ Beauty ہم اس کو کہیں گے کہ عشق جس کی طرف مائل ہو۔ تو وہ Beauty ہوتی ہے۔ تو بیوٹی کیا ہوتی ہے؟ عشق جس کی طرف مائل ہو وہ بیوٹی ہوتی ہے۔ تو مائل ہونے والا مجنوں ہے اور مجنوں کی پسند کا نام جو ہے وہ محبوب ہے اور وہ لیلیٰ ہے اور اسی کا نام حسن ہے۔ تو اس لیے میلانِ محبّ کا نام محبوب ہے۔ جدھر بھی محبّ جا رہا ہے وہاں میلان ہے۔ اس لیے جمہوریت جو ہے یہ وہاں فیل ہو جاتی ہے۔ حقیقت کے میدان میں جمہوریت فیل ہو جاتی ہے۔ آج بھی کہتے یہ ہیں اور یہ ٹھیک کہتے ہوں گے کہ تین چوتھائی دنیا خدا کو نہیں مانتی، جمہوریت بھی خدا کو نہیں مانتی مگر اللہ پھر بھی اللہ ہے، آج بھی سچا اور کل بھی سچا، ہمیشہ سچا اور یہ تین چوتھائی لوگ سارے کئی دفعہ مر جائیں گے مگر اللہ پھر حی و قیوم ہے، خالق مطلق ہے۔ تو یہ بجا ہے، جمہوریت تو ہے ہی کچھ نہیں۔ جمہوریت جو ہے یہ غلط فہمی اور جلد بازی کا نام ہے یعنی کہ دیر پا نہ ہونے والی Support کا نام ہے اور جہالت کا نام

ہے۔ آپ بکرے ذبح کر دیں۔ جمہوریت آپ کے گھر میں اکٹھی ہو جائے گی اور آپ کو خدانخواستہ غم میں بندوں کی ضرورت پڑے تو ایک بندہ آپ کو نہیں ملے گا۔ توبہ کرو، کون ساتھ دیتا ہے۔ منزلِ عشق میں انسان تنہا ہی جائے گا۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ چارپائی اٹھانے کے لیے چار بھائی نہیں ملتے اور پھر کارپوریشن کو ٹیلی فون کرنا پڑتا ہے۔ توبہ توبہ، یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے۔ تو وہاں جمہوریت فیل ہو جاتی ہے۔ اگر ہوٹل کے اندر ولیمہ ہو تو جمہوریت ذرا زیادہ پرورش پاتی ہے اور بڑی بدتہذیبی کے ساتھ پرورش پاتی ہے۔ اور جہاں کہیں اصلی بات ہو تو پھر وہاں اکثر جمہوریت فیل ہو جاتی ہے۔ اس لیے جمہوریت جو ہے یہ Non-serious قسم کے لوگوں کا اجتماع ہے۔ تو آپ خود بتائیں کہ دانا آدمی جو ہے نادان کے ووٹ سے کیسے آئے گا۔ دانا آدمی کو دانا آدمی ووٹ دیں، نیک آدمی کو نیک آدمی ووٹ دیں، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بری دنیا کے اندر برے لوگوں کے اندر نیک آدمی جو ہے وہ ووٹ لے لے۔ تو اس لیے ووٹ دینے کے لیے وہ کیا کرے گا؟ پیسہ خرچ کرے گا۔ ایسا آدمی کہتا ہے ہمارے پاس پیسہ ہے، کتنا پیسہ ہے؟ جتنا پیسہ کسی ایک بینک میں ہوتا ہے اتنا پیسہ ہمارے پاس ہے۔ اب جس کے پاس پیسہ ہو وہ کیا کرے گا؟ وہ اپنی Campaign شروع کرے گا، بادشاہ کی تعریفیں کرے گا، صحافیوں کے نمبر رکھے گا، کسی کو صحافی نمبر وَن کہے گا،

پیسہ خرچ کرے گا اور پھر الیکشن جیت جائے گا۔ تو پیسہ جیت جاتا ہے' یہ ایک Campaign ہوتی ہے جو جیت جاتی ہے اور Campaign کے اندر ضروری نہیں ہے کہ عقل بھی ہو' بس پیسہ ہونا چاہیے جو کہ جیت جاتا ہے۔ پیسہ اگر فرعون کے پاس ہو تو پھر وہ کامیاب ہو گا اور کسی اور کے پاس ہو تو پھر وہ بھی ہو گا۔ لیکن جب اللہ کی طرف سے موسیٰ ؑ آتے ہیں تو فرعون کی بادشاہی فیل ہو جاتی ہے۔ اس لیے جمہوریت کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ ساری کی ساری کیا ہے؟ منشائے فطرت ہے۔ آپ جمہوریت کے دھوکے میں نہ آنا' کبھی دھوکے میں نہ آنا۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک آدمی کے حق میں جمہوریت ہو اور دوسرے کے حق میں بھی جمہوریت ہو۔ دونوں Simultanously جھوٹے ہو سکتے ہیں۔ یہ کچھ بھی نہیں ہے' سب کچھ ویسے ہی جھوٹ ہے۔ یہ بات یاد رکھنا کہ آپ لوگوں کے اندر ایک بڑا امتحان آنے والا ہے۔ اور وہ کیا ہے؟ کہ آپ کی پسند وہ ہونی چاہیے جو اللہ کی پسند ہو۔ آپ کی رائے پوچھی جائے گی اور اس وقت مصلحت اندیشی نہیں کرنا' رشتے داری نہیں کرنا' یاد رکھ لو۔ پھر کیا کرنا ہے؟ حقیقت پسندی کرنا۔ وہ جو اللہ کی نگاہ میں اچھا ہے آپ اسے اچھا کہیں' بس اللہ کے حق میں' اللہ کی طرف سوچتے ہوئے کہ یہ چیز کیونکہ اللہ کی نگاہ میں اچھی ہے' بس مجھے اچھی لگتی ہے۔ اور یہ آپ کا فرض ہونا چاہیے۔ رائے دینے والے کا یہ حق ہے کہ

رائے جو ہے وہ اللہ کے فیصلے کے انداز میں ہو۔ بس اس بات کو یاد رکھنا......

اور کوئی سوال کرنا ہو تو بولو...... پوچھو......

سوال:

ہم جاگتے میں جو خواب دیکھتے ہیں ان سے چھٹکارا کیسے حاصل کریں......

جواب:

جاگتے میں خواب کو چلنے دو، فکر نہ کرو، یہ خیال کی تیزی ہے، تو یہ Vision بن جاتا ہے اور Visual ہو جاتا ہے۔ جب Ideas جو ہیں وہ Visual ہو جائیں تو انسان جاگتے میں خواب دیکھتا ہے۔ تو جب کچھ عرصے بعد اس کی Intensity بدل جائے گی تو پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ابھی اسے چلنے دو۔ آپ کا Taste جو ہے وہ Develop ہو رہا ہے اور پسند اور ناپسند بھی Develop ہو رہی ہے، اس میں تبدیلی آ رہی ہے تو Development کے زمانے میں ایسا ہی ہوتا ہے اور جب آپ کی Development مکمل ہو جائے گی تو سارا کچھ ٹھیک ہو جائے گا، کچھ عرصہ بعد صحیح ہو جائے گا۔

سوال:۔

یہ کشمیر کے معاملے میں جو کچھ ہو رہا ہے تو پاکستان کے لیے تو کوئی

خطرہ نہیں ہے؟

جواب :-

ہاں، خطرے کا موقع ہو سکتا ہے۔ خطرہ تو آپ پر پکا ہے، اور آپ صرف یہ دیکھیں کہ یہ ابھی ہے یا کل ہے، کل ہے یا پرسوں ہے۔ انڈیا کے ساتھ ایک بار آپ کا میدان تو بننا ہے۔ یہ تو کتابوں میں پکا لکھا ہوا ہے کہ کئی دفعہ یہ ہونا ہے اور تمہاری تکمیل نہیں ہوتی اگر کشمیر نہ ملے اور دلّی نہ ملے۔ تو مدعا یہ ہے کہ یہ واقعہ کب ہوتا ہے؟ یہ خبر نہیں ہے۔ جب انڈیا کا مقدر کمزور ہوگا تو یہ اُس وقت ہوگا۔ اب یہ دیکھیں اُس کا مقدر کب کمزور ہوتا ہے۔ آپ کا مقدر تو تیز ہے کیونکہ آپ اللہ کا نام لینے والے ہیں، آپ بہت خراب ہو جائیں گے تب بھی آپ اللہ کے حبیب ﷺ پر درود ہی بھیجیں گے، تو آپ کبھی خراب نہیں ہو سکتے، مسلمان خراب نہیں ہو سکتے۔ خراب وہ ہے جو درود شریف پڑھنا بھول جائے۔ جب تک آپ درود شریف پڑھتے جا رہے ہیں آپ خراب نہیں ہو سکتے، یہ میری طرف سے فیصلہ ہے اور آپ لوگوں کے لیے اطلاع ہے کہ جس نے درود پڑھا وہ صحیح مسلمان ہے۔ اور کچھ کرو نہ کرو، درود شریف پڑھتے جاؤ۔ اللہ کا حکم ہے کہ جس نے درود پڑھا، جس دل میں حضور پاک ﷺ کی یاد آئی، اُس دل کے اندر آگ کا کوئی سوال نہیں ہے۔ یہ پکی خبر ہے۔

اس لیے آپ کے مقدر ہمیشہ تیز ہیں۔ صرف آپ اس رشتے میں منسلک ہو جائیں تو مقدر تیز ہے۔ صرف آپ کو ایک بات چاہیے کہ ایک لیڈر ہو جو اس شعبے کے اندر آپ کو ہدایت بھی کرے، راستہ بھی دکھائے اور حالاتِ زمانہ کے ساتھ بھی چلائے۔ وہ اللہ خود ہی کوئی انتظام فرمادے گا۔ یہ آج کل، پرسوں یا کسی بھی وقت ہو جائے گا۔

سوال:-

کیا اُس لیڈر کا انتظار کیا جائے؟

جواب:-

تیرے آنے کا انتظار کروں
یا میں اپنا ہی بیڑہ پار کروں

تو آپ مہربانی کرنا، اپنا بیڑہ خود نہ پار کرنا بلکہ انتظار بہتر ہے۔ ورنہ آپ کہیں گے کہ میں خود ہی چل پڑا۔ یہ وہ منزل نہیں ہے جہاں آپ خود ہی چل پڑیں۔ ایک بندہ کہتا ہے کہ اُدھر سے آواز تو کوئی نہیں آئی حضور پاک ﷺ کی لیکن پھر میں نے خود ہی کہہ دیا کہ مجھے آواز آئی ہے۔ یہ نہ کہنا، یہ بات یاد رکھنا، یہ کبھی نہ کہنا۔ اس طرح کی نسبتوں کے اندر جھوٹ نہ بولنا۔ اگر کبھی مشاہدہ نہ ہو، جیسے مشاہدہ کیا جاتا ہے، تو آپ مشاہدہ بنا کے پیش نہ کرنا، یہ جھوٹ بھی نہ بولنا۔ گپ مارنے والا کہے گا کہ رات کو خواب آیا، بس کیا بتایا

جائے...... جس کو خواب میں بتایا جاتا ہے دراصل اُسے خواب میں گواہ بنایا جاتا ہے۔ یاد رکھنا کہ کیا کہا؟ آپ نے خواب جس کو سنانا ہے وہ خواب میں ہی گواہ بنے گا' اُس کو بتانا نہیں پڑے گا۔ ایسا شخص اگر اُسے کہتا ہے کہ وہ کل والی بات' خواب والی بات...... تو وہ کہتا ہے کہ جناب میں ابھی آپ کے پاس آتا ہوں۔ تو وہ دونوں گواہ تھے اور دونوں آشنا تھے۔ جب یہ کہنا پڑ جائے کہ خواب میں کیا کیا دیکھتا ہوں' اگر یہ پیغمبر کہے تو صحیح ہے اور باقی کوئی اور کہے تو غلط ہے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ تو یہ پیغمبر کہہ سکتا ہے اور باقی اور کسی کا حق نہیں ہے۔ کسی اُمتی پر کسی خواب کی نوعیت سے فوقیت نہ جتائی جائے۔ تو کوئی امتی کسی اور امتی پر خواب کی نوعیت سے اگر فوقیت جتائے تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اب آپ دعا کریں۔ دعا یہ کریں کہ یا اللہ ہمیں اپنے فیصلوں پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما' ہمیں ہماری خواہشات سے آزاد فرما' یا اللہ ہمیں ماضی کی جہالتوں کے نتیجے سے بچا' یا اللہ ہمیں مکمل طور پر معافی دے دے' تو آج کی معافی دے دے اور آج کل پرسوں سب کی معافی دے دے۔ ہمیں اپنے محبوبؐ کی محبت بخش۔ بس ہم ایک ہی خواہش کر رہے ہیں کہ آپ اپنے محبوبؐ کی محبت عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ آپ سب پر مہربانی فرمائے۔ آپ حضور پاکؐ کی محبت رکھو اور آپؐ کے محبوبوں سے محبت کرو۔ اور آپ چلتے چلو' دل میں کوئی اندیشہ نہ رکھنا' نہ ماضی کا نہ

مستقبل کا اندیشہ۔ جس نے خود بخود آپکو مسلمان بنایا اُس نے آپ کو ویسے ہی یقین دلا دیا کہ مسلمان تو میں اپنی مرضی سے بنا رہا ہوں' اب میں نے تمہیں کیا عذاب میں ڈالنا ہے۔ اللہ سے پوچھو کہ آپ کو مسلمان کس نے بنایا تھا؟ وہ کیا کہتا ہے؟ اللہ کہتا ہے کہ میں نے خود بنایا تھا۔ ہمیں اُمت میں کس نے پیدا کیا؟ اللہ کہتا ہے میں نے پیدا کیا۔ یا اللہ انسان تو نے بنایا' مسلمان تو نے بنایا' اُمتی تو نے بنایا' اب ہمیں کیا کہتا ہے؟ اب تو ہم پار ہو گئے۔ کیا اس نے آپ کو عذاب دینے کے لیے بنایا تھا؟ اگر عذاب دینا ہوتا تو کافروں میں پیدا کرتا۔ لہٰذا یہ بات دل میں یاد رکھو اور یہ پکی خبر ہے کہ جس کو عذاب دینا ہوتا ہے' اُسے پہلے کافروں میں پیدا کیا جاتا ہے' جس کو عذاب دینا ہوتا ہے اُس کو پیسے کی محبت دی جاتی ہے' جس کو عذاب دینا ہوتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ اپنے مقابلے میں کھڑا کرتا ہے۔ اور جس پر رحم کرنا ہوتا ہے اُسے مسلمان پیدا کرتا ہے' اُمتی پیدا کرتا ہے' اپنے نیک بندوں کے ساتھ محبت کراتا ہے اور اپنے محبوبؐ کی محبت عطا کرتا ہے۔ اگر یہ چیزیں موجود ہیں تو بس اللہ کا کام ختم ہو گیا' کام پورا ہو گیا۔ بس آپ اس کے الفاظ کو تلاش کرو' انتظار کرو' جنت آپ کا انتظار کرے گی۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ محمد و اٰلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔